

# مسائل القرآن

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی اور شاگرد



پروگریسو بکس پرائیویٹ



# مسائل القرآن

حضرت علامہ سید ابوالفضل محمد امجد علی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

تصنیف

۴۰، بی آر ڈو بازار، لاہور

7352795

پروفیسر سید امجد علی عثمانی

marfat.com



نام کتاب	.....	مسائل القرآن
مصنف	.....	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
بار اول	.....	ستمبر 2000ء
ناشر	.....	چوہدری غلام رسول - میاں جواد رسول
پرنٹرز	.....	حاجی حنیف پرنٹرز
کمپوزنگ	.....	جاپان آرٹ - نسبت روڈ لاہور - 7210026
قیمت	.....	75 روپے

### ملنے کا پتہ

ملت پبلی کیشنز: فیصل مسجد اسلام آباد فون: 254111

اسلام بکڈپو 12 گنج بخش روڈ لاہور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْكَبِیْمِ

## تعارف و اعذار

میں نے اپنے ایامِ علالت میں تلاوتِ قرآنِ مجید کے دوران چند آیتوں پر اس خیال سے نشان لگا دیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مرض سے صحت عطا فرمادی تو انشاء اللہ تعالیٰ ان آیتوں کی توجیح و تشریح کے بارے میں کچھ لکھوں گا۔ چنانچہ جب میں صحت یاب ہو گیا تو میں نے ان آیات کے متعلق جن کا تعلق قرآنِ عظیم کے ان عجیب و غریب واقعات سے ہے جو بے حد عبرت انگیز اور انتہائی ایمان افروز ہیں ”عجائب القرآن“ و ”عرائب القرآن“ مرتب کر کے شائع کر دیں جو محمدؐ تعالیٰ ہندوستان و پاکستان میں بچہ مقبول ہوئیں لیکن وہ آیتیں جن کا تعلق احکامِ شرع و مسائل سے ہے ان پر ابھی تک کچھ لکھنے کا موقع نہ ملا تھا۔ مگر جب کہ محمدؐ تعالیٰ قدرے صحت بہتر ہو گئی ہے تو اپنے قلیل ترین اوقاتِ فرصت میں محمدؐ تعالیٰ ”مسائل القرآن“ کے نام سے یہ مجموعہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اگر فضلِ خداوندی نے میری دست گیری فرمائی۔ تو یہ مجموعہ بھی ناظرین کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ہی پسندیدہ خاطر و نظر افروز مضامین کا حسین گلدستہ اور بہت ہی جدید و لہجہ دار دلکش علمی تحفہ ہو گا۔ وَمَا فَلاکَ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِیْمٌ وَهُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

اٹھائیس ابواب کی نشاہ سرخیوں کے تحت دو سو تیس عنوانوں پر مشتمل ہے اور ہر عنوان ایک مستقل مسئلہ ہے جو کہ میں نے قرآنی آیتوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور میں نے اس کا التزام کیا ہے کہ ہر مسئلہ کی دلیل میں قرآنِ مجید کی آیتیں ہی پیش



کردی ہیں۔ دوسری حدیثوں اور فقہی حوالوں کو درج نہیں کیا ہے۔

آیتوں کے ترجموں میں معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی قدس سرہ کے ترجمہ کنز الایمان ہی کو تحریر کیا ہے، کیونکہ میری نگاہ انتخاب میں یہی ترجمہ دوسرے تراجم قرآن سے بہت زیادہ اسلم و احوط، اور جامع و ایمان افروز ہے۔

بہر حال مجھ کو علم اور ضعیف و علیل سے جو کچھ ہو سکا ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ اور چونکہ مجھے اپنی کم علمی اور کوتاہ دستی کا خود ہی اعتراف ہے لہذا ناظرین کرام سے ملتی ہوں کہ اگر میری کسی قلمی لغزش پر مطلع ہوں۔ تو ازراہ کرم ایک کارڈ لکھ کر مجھے متنبہ فرمائیں۔ تاکہ میں اپنی اصلاح اور تلافی ماقات کر لوں۔ میں ہر اصطلاح کو لطیف خاطر ممنون ہو کر قبول کر لوں گا۔

آخر میں دُعا گو ہوں کہ خداوند کریم اپنا فضل و کرم فرما کر میری دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی شرف قبولیت سے سرفراز فرما کر مافعی الخلائق بنائے اور اس کو قبول فی الارض کی کرامتوں سے نوازے۔ اور میری اس قلمی خدمت دین کو میرے لیے اور میرے والدین اور اہل خاندان۔ نیز میرے اعزہ و اہل بیت کے لیے ذخیرہ آخرت و ذریعہ مغفرت بنائے۔ (آمین)

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ هُوَ حَسْبِيَ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ . صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ه

عبد المصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ

براؤن شریف

۶ صفر ۱۴۵۵ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۸۴ء



# فہرست مضامین مسائل القشُرَان

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۰	رسالت	۱۳	توحید
۲۰	نبی سے کوئی گناہ نہیں ہو سکتا	۱۴	اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے
۲۲	نبی کی ہر بات پوری ہو کر رہتی ہے	۱۵	بغیر اللہ کے لیے سجدہ
۲۹	حضور تمام کمالات کے جامع ہیں	۱۷	مزدوری تنبیہ
۵۲	حضور کی تمام تعظیم رکن ایمان ہے	۱۸	ایک ضروری ہدایت
۵۸	حضور سے گستاخی کفر ہے۔	۱۹	سب چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے
۶۳	محل میلاد شریف	۲۰	ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے
۶۵	میلاد شریف کے بعد سلام	۲۲	ہر نفع و نقصان اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے
۶۷	فرشتوں کا بیان	۲۴	مصیبت ٹالنے والا بالذات اللہ تعالیٰ ہی ہے
۶۷	فرشتے اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کرتے	۲۵	کیا غیر اللہ بھی مصیبت کو ٹال سکتے ہیں؟
۶۸	فرشتے جنگ میں مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں	۲۶	بالذات شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے
۶۹	کچھ فرشتے عذاب لاتے ہیں	۲۷	کیا کچھ لوگ اور دوائیں شفاء دیتی ہیں؟
۶۹	فرشتے انسانی شکل میں آتے ہیں	۲۹	بالذات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اولاد نہیں دے سکتا
۷۰	حاصلین عرش اور ان کی دُعا	۲۹	کیا اللہ والے بھی اولاد دیتے ہیں؟
۷۱	قرآن مجید	۳۱	ایک ضروری انتباہ
۷۱	قرآن بیان و ہدایت اور نصیحت ہے	۳۳	خدا کے سوا کسی سے دُعا نہ مانگی جائے
۷۱	قرآن مجید شفاء ہے	۳۳	اللہ تعالیٰ بیقراروں کی دُعا قبول کرتا ہے
۷۱	قرآن مجید شفاء ہے	۳۴	علم غیب ذاتی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے
۷۱	قرآن مجید شفاء ہے	۳۶	رسول کو علم غیب دیا گیا۔



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۰	اہل بیت نبوت اور قرآن پاک	۷۲	قرآن کا مثل ممکن نہیں
	اولیاءِ امت کا بیان	۷۴	قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے
۱۰۳	کراماتِ اولیاء	۷۵	قرآن کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں
۱۰۵	بزرگوں کے تبرکات نافع ہیں	۷۵	مذہبی ہدایت
۱۰۹	بزرگوں کے قرب میں دعا قبول ہوتی ہے	۷۶	قرآن میں کوئی اختلاف نہیں
۱۱۱	خامانِ خدا دور سے دیکھتے سنتے اور مدد کرتے ہیں		تعلیم و تعلم کا بیان
۱۱۳	غیر اللہ سے مدد مانگنی جائز ہے	۷۷	اہل علم کے درجات کو بلند کیا گیا
	ارکانِ اسلام	۷۸	علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر
۱۱۵	نماز	۷۹	فقہ کیا ہے؟
۱۱۶	جماعت کی فضیلت	۷۹	واعظوں کی جماعت ضروری ہے
۱۱۸	امام قراءت کرے تو مقتدی خاموش رہیں	۸۱	کھڑے ہو کر وعظ بیان کرنا بہتر ہے
۱۱۹	کافر و منافق کی نماز جنازہ حرام ہے	۸۲	واعظ پر تبلیغ احکام ہے عمل کرانا نہیں
۱۱۹	زکوٰۃ	۸۴	دنیا کے لیے حق گوئی سے گریوے عقلی ہے
۱۲۱	رودہ	۸۵	علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں
۱۲۲	روزے کی قسمیں		خلافت کا بیان
۱۲۳	حج - حج فرض ہونے کی شرطیں		خلافتِ راشدہ اور قرآن پاک
۱۲۴	کعبہ معظمہ کا طواف	۸۶	حضرت ابو بکر صدیق اور قرآن پاک
۱۲۵	روضہ منورہ کی حاضری	۸۹	حضرت عمر فاروق اور قرآن پاک
۱۲۶	سفر حج کے دوران تجارت	۹۳	حضرت عثمان اور قرآن پاک
	جہاد کا بیان	۹۶	حضرت علی اور قرآن پاک
۱۲۸	جہاد سے فرار حرام ہے۔	۹۷	



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	معاشتی مسائل کا بیان	۱۲۹	دوران جنگ فوجی خدمت فرض ہے
۱۵۰	مرد عورت دونوں کما سکتے ہیں	۱۳۰	جنگ دفع فتنہ کے لیے ہے
۱۵۰	حلال کمائی ہی کھاؤ	۱۳۰	جہاد کی تیاری
۱۵۱	ناحق طریقوں سے مال کھانا جائز نہیں	۱۳۱	نابینا وغیرہ پر جہاد فرض نہیں
۱۵۱	رشوت حرام ہے		احکام مساجد
۱۵۲	سود حرام ہے		صرف مسلمان ہی مسجد تعمیر کریں
۱۵۲	سود خوردوں سے اللہ کی جنگ ہے	۱۳۲	مسجدوں کو صاف ستھری رکھیں
۱۵۳	تجارت اللہ کا فضل ہے	۱۳۳	مقامات مقدسہ کا ادب کریں
۱۵۴	تجارت کے لیے بحری و بری سفر	۱۳۵	نکاح کا بیان
۱۵۴	تجارت میں صحیح ناپ تول مزدوری ہے		نکاح سنت انبیاء ہے
۱۵۵	مال جمع کرنا جائز ہے		ازدواجی زندگی کی اصل روح
۱۵۶	سوشلزم و کمیونزم اسلام کے خلاف ہیں	۱۳۷	چار عورتوں سے نکاح کب؟
۱۵۷	مزدور کو مزدوری دی جائے	۱۳۸	تعدد ازواج کی حکمت
۱۵۷	ملازمت جائز ہے	۱۳۹	کسی عورت پر حبر جائز نہیں
۱۵۸	صنعت و حرفت	۱۴۰	عورت کی بعض ناپسندیدہ خصلتوں سے درگزر
۱۵۹	فیکٹریاں اور ملیں	۱۴۱	اگر عورت نافرمان ہو تو شوہر کیا کرے
۱۵۹	کھیتی کرنا اور باغ لگانا	۱۴۱	لواطت حرام ہے
	اسلامی معاشرہ کے احکام	۱۴۳	زنا مجرم عظیم ہے
۱۶۱	مسلمان عورتوں کا پردہ	۱۴۴	اپنی اولاد کو قتل مت کرو
۱۶۱	جو ان لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ممنوع ہے	۱۴۸	اسقاط حمل بھی قتل ہے
۱۶۳	عورتیں اور مرد اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔	۱۴۹	



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۹	کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، اور نہ طعنہ مارو	۱۶۴	عورتوں کا کن لوگوں سے پردہ نہیں
۱۸۰	بدگمانی اور جاسوسی منع ہے	۱۶۵	بلا اجازت کسی کے مکان میں داخل نہ ہوں
۱۸۰	تیکڑے حرام ہے	۱۶۶	تین اوقات میں بچے بھی گھر میں نہ جائیں
۱۸۱	حسد ممنوع ہے	۱۶۶	ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک
		۱۶۶	بوڑھے ماں باپ کے ساتھ کیا برتاؤ کریں؟
		۱۶۹	ماں باپ اور رشتہ داروں کو مال دو
		۱۶۹	میاں بیوی کس طرح رہیں؟
۱۸۲	سلام کرنے کا حکم	۱۷۰	اولاد کے لیے اچھی دعائیں کرو
۱۸۲	سلام کے الفاظ		رشتہ داروں کا لحاظ رکھو
۱۸۲	ایمان والوں ہی کو سلام کرو	۱۷۱	رشتہ داروں کو کاٹنے والا ملعون ہے
۱۸۲	غلط سلام کرنا منع ہے	۱۷۱	مسلمانوں کے حقوق
۱۸۵	لباس پہننا اسلامی تہذیب ہے	۱۷۲	کافر رشتہ داروں سے قطع تعلق
۱۸۵	گڑھا اسلامی لباس ہے	۱۷۲	بلا ایمان کے رشتہ قیامت میں کاہنہ گئے گا
۱۸۶	کپل اور طفا سنت ہے	۱۷۳	انشور رسول کے دشمنوں کا بایسکاٹ
۱۸۶	جوتا پہننا سنت انبیاء ہے	۱۷۳	مردین کے جنازوں کا بایسکاٹ
۱۸۷	عصا ہاتھ میں رکھنا مسنون ہے	۱۷۵	بد دینوں کے جلسوں کا بایسکاٹ
۱۸۷	مجلسوں کے آداب	۱۷۵	ظالموں سے میل ملاپ منع ہے
۱۸۸	مونہ ٹیڑھا کر کے بات نہ کرو	۱۷۶	بدکاروں سے محبت نہ رکھو
۱۸۸	انزاتے ہوئے مت چلو	۱۷۷	جھوٹ بولنے والے ظالم ہیں
۱۸۸	دین چلا کر بات نہ کرو	۱۷۸	غیبت مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے
۱۸۹	جاہلوں کی بجواس کا جواب نہ دو	۱۷۸	کسی کو گالی مت دو
۱۹۰	سر کے بال منڈوانا اور کتر وانا جائز ہے	۱۷۹	کسی کا بڑا نام نہ رکھو
۱۹۰	داڑھی بڑھانا سنت انبیاء ہے	۱۷۹	



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	<b>صلح کا بیان</b>	۱۹۱	انگ انگ اور سل کرکھانا دونوں جائز ہے
۲۰۲	صلح بہت اچھی چیز ہے	۱۹۱	تخت اور کرسی پر بیٹھنا
۲۰۲	مسلمانوں میں لڑائی ہو تو صلح کرادو		<b>علاج کا بیان</b>
۲۰۵	میاں بیوی میں مصالحت		
	<b>اسلامی حکومت</b>	۱۹۲	شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے
		۱۹۳	شہد میں شفاء ہے
۲۰۶	اللہ و رسول کی حاکمیت	۱۹۴	شہد پینا جائز ہے
۲۰۷	مجلسِ شوریٰ	۱۹۴	شراب حرام ہے
۲۰۷	عدل و انصاف	۱۹۵	پانی سے علاج
۲۰۸	حاکموں کے اوصاف	۱۹۶	دودھ ایک خوشگوار پینے کی چیز ہے
۲۰۹	اطاعت امیر کے حدود		<b>ہمان نوازی کا بیان</b>
۲۰۹	بین الاقوامی معاہدوں کا احترام	۱۹۷	
۲۱۰	تحقیق کے بغیر کارروائی منع ہے		<b>عاریت کا بیان</b>
۲۱۰	بین الاقوامی سیاست دلیرانہ ہونی چاہئے	۱۹۹	
۲۱۱	معاہدہ شکن کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟		<b>امانت کا بیان</b>
۲۱۲	اسلامی عدالت		
۲۱۳	اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے	۲۰۰	امانت میں خیانت حرام ہے
۲۱۴	اسلامی عدالت سمن پر حاضر نہ ہونا گناہ ہے	۲۰۰	فائدہ
۲۱۵	اسلامی عدالت کا طریق کار	۲۰۱	وعدہ خلافی
۲۱۵	گواہ گواہی دینے سے انکار نہیں کر سکتے		<b>ممنّت ماننے کا بیان</b>
۲۱۵	جھوٹی گواہی حرام ہے		
۲۱۶	فاسق کی خبر اور گواہی معتبر نہیں	۲۰۲	ممنّت پوری کرنے کی تعریف



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۳۱	ہر جائز پکوان کھانا حلال ہے	۲۱۶	زبردستی کرایا ہوا گناہ جرم نہیں
۲۳۲	اسراف کیا ہے؟	۲۱۷	قرآن کے خلاف کوئی قانون بنا کر ہے
۲۳۳	ہر قسم کے زیورات عورتوں کے لیے جائز ہیں	۲۱۷	کسی پر دوسرے کے عمل کی ذمہ داری نہیں
۲۳۵	نوٹ بک اور یہی کھاتہ	۲۱۸	والدین کی نیکی اولاد کے کام آتی ہے
۲۳۵	لے پالک لڑکا حقیقتاً بیٹا نہیں ہے	۲۱۹	مومن کو غلطی سے قتل کر دینا
۲۳۶	میتھوں کا مال آگ ہے	۲۲۰	عمداً کسی مسلمان کا قاتل ملعون و جہنمی ہے
۲۳۷	یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ حلال ہے	<b>حلال و حرام جانوروں کا بیان</b>	
۲۳۷	فقاہر خون کا بدلہ خون	گیارہ چیزیں حرام ہیں	
۲۳۹	گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرانا جائز ہے	۲۲۱	آٹھ قسم کے جانور حلال ہیں
۲۴۱	ریاضت کے لیے کھیل جائز ہیں	۲۲۲	جس ذبیحہ پر خدا کا نام نہ لیا جائے وہ حرام ہے
۲۴۳	جان بچانے کیلئے حرام چیزیں بھی کھا سکتے ہیں	۲۲۳	جس ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے
۲۴۴	اللہ کو اسماء حسنیٰ ہی سے پکارو	۲۲۵	بتوں کے نام پر چھوڑا ہوا جانور حرام نہیں
۲۴۵	زنا کی تہمت لگانے والے کو سزا	<b>قربانی کا بیان</b>	
۲۴۷	شہید زندہ ہیں	۲۲۶	قربانی ہرنی کی شریعت میں رہی
<b>یہودیوں کے قبائح</b>		۲۲۷	قربانی کا گوشت تین حصہ کریں
۲۴۸	یہودیوں کی بددیانتی اور نسلی تعصب	۲۲۷	ادنیٰ اور گائے کی قربانی شکار اللہ ہے
۲۴۹	یہودیوں نے ایمان کے بعد کفر کیا	۲۲۸	قربانی صرف اللہ کے لیے ہے
۲۵۰	یہودیوں کی گندی تمنا	<b>مسائل متفرقہ</b>	
۲۵۱	یہودیوں کا زعم باطل	عورت و مرد دونوں کیلئے زینت حلال ہے	
۲۵۲	اہل کتاب کے اصطبل میں لیتاؤ		
۲۵۳	نبی برحق کے ساتھ یہودیوں کا برتاؤ		



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۴۴	ہجرت کے بعد قریش کی تباہی	۲۵۳	یہود کے علماء حق کو چھپاتے تھے
۲۴۵	جنگ بدر میں فتح کی پیشین گوئی	۲۵۴	حق و باطل کو ملانا علماء یہود کا کام تھا
۲۴۵	صلح حدیبیہ فتح مبین کیوں کر؟	۲۵۴	دعوت ایمان پر یہود کی مکاریاں
۲۴۶	یہودی مغلوب ہوں گے	۲۵۵	علماء یہود رشوت لے کر حق کو چھپاتے تھے
۲۴۸	فتح مکہ کی پیشین گوئی	۲۵۶	یہودی انبیاء کے قائل ہیں
۲۴۹	فارس روم وغیرہ کے فتح ہو سکی پیشین گوئی	۲۵۸	یہود نے خدا کی بھی بے ادبی کی
۲۸۰	جنگ خیبر میں کثیر مال غنیمت کی پیشین گوئی		<b>عیسائیوں کی گمراہیاں</b>
۲۸۱	مسلمانوں کو ایک دن شہنشاہی ملے گی		عیسائیوں کے کفری عقائد
۲۸۲	اسلام مکمل ہو کر رہے گا	۲۶۱	عیسائیوں کا عقیدہ صلیب
	<b>چند قرآنی اعمال</b>	۲۶۱	عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث
		۲۶۲	عیسائیوں کا طریقہ رہبانیت
۲۸۳	دودھ بڑھنے اور پیشاب اُترنے کا علاج	۲۶۳	عیسائیوں نے حضرت ابراہیم کو نصرانی کہا
۲۸۴	ناراضی حاکم ہر بان ہو	۲۶۴	عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنے کو خدا کا بیٹا کہا
۲۸۴	گشدرہ کے لیے	۲۶۵	عیسائیوں کی عہد شکنی
۲۸۵	برص، سیند داغ کا علاج	۲۶۵	عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی
۲۸۵	ہر مصیبت ٹلنے کے لیے	۲۶۸	مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کا رویہ
۲۸۵	قید سے رہائی		<b>قرآن مجید کی چند پیشین گوئیاں</b>
۲۸۵	نماز میں وسوسہ اور بُرے خواب دفع ہوں	۲۶۹	قرآن مجید کا مثل کبھی نہیں لایا جاسکتا
۲۸۵	غلطہ میں گھن نہ لگے	۲۷۱	قسم قسم کی سواریاں ایجاد ہوں گی
۲۸۵	ظالموں، کافروں کی بربادی	۲۷۳	غالب مغلوب ہوگا
۲۸۶	خواب میں کسی کا حال دیکھنے کے لیے		
۲۸۶	ٹواڑھ کا درد دفع ہو		



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹۰	احلام سے حفاظت	۲۸۶	ہر حاجت پوری ہو
۲۹۱	درد سر کے لیے	۲۸۶	سانپ بچھو وغیرہ سے نجات
۲۹۱	بے خوابی کے لیے	۲۸۶	ہر بیماری سے شفاء
۲۹۱	ایسب دفع ہو جائے	۲۸۷	چوڑا اور بھلگے ہوئے کو بلانے کے لیے
۲۹۱	آشوب چشم کے لیے	۲۸۷	جادو دفع ہو
۲۹۱	پھوڑا پھنسی کے لیے	۲۸۸	حفاظت حمل
۲۹۱	ترقی ذہن و حافظہ کے لیے	۲۸۸	بانجھ عورت کے لیے
۲۹۲	روزی میں ترقی	۲۸۸	اولاد کے لیے
۲۹۲	فاقہ سے نجات	۲۸۸	اولاد زندہ رہے
۲۹۲	بخار کا تعویذ	۲۸۸	آسانی ولادت
۲۹۲	سفر میں عزت و سلامتی	۲۸۹	بچے کا دودھ چھڑانا
۲۹۲	آگ بجھانے کا عمل	۲۸۹	بیوی بچے دیدار ہو جائیں
۲۹۲	دشمنوں کی شکست کے لیے	۲۸۹	زہریلے جانور کا زہر اتر جائے
۲۹۲	دینہ معلوم کرنے کا عمل	۲۸۹	چیونٹیوں کو بھگانا
۲۹۳	کشتی کی سلامتی کے لیے	۲۸۹	دیک سے حفاظت
۲۹۳	بارش کے لیے	۲۸۹	تیر و تلوار سے حفاظت
۲۹۳	ماشاء اللہ کے فوائد	۲۸۹	نظر بد اتر جائے
۲۹۳	قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کی فضیلت	۲۹۰	ضعف بھارت
۲۹۸	قرآن مجید کے آداب	۲۹۰	نظر کبھی کم نہ ہو
۳۰۲	قرآن مجید کے متعلق بعض خاص عقائد	۲۹۰	لقوہ کا علاج
۳۰۵	تلاوت میں غلطیاں	۲۹۰	پتھرنا کا علاج
		۲۹۰	باؤں، کتے کے کاٹنے کا علاج



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## علمی جواب ہر پارے

تصنیفات حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی قدس سرہ



## شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول برائون شریف

۱۔ سیرت مصطفیٰ	۴۔ عرفانی تقریریں	قیمت
۲۔ جنتی زیور	۸۔ کرامات صحابہ	"
۳۔ ایمانی تقریریں	۹۔ غرائب القرآن	"
۴۔ نورانی تقریریں	۱۰۔ عجائب القرآن	"
۵۔ حقانی تقریریں	۱۱۔ منتخب حدیثیں	"
۶۔ قرآنی تقریریں	۱۲۔ جواب ہر الحدیث	"

۱۳۔ روحانی حکایات مکمل دو حصے قیمت

ملنے کا پتہ

رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز ۳۸ اردو بازار لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# (۱) توحید

## (۱) اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے

اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اس عقیدہ کی دلیلیں ہیں جن میں سے چند آیات یہ ہیں :

(۱) وَاللَّهُ كُودٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی جو بڑی رحمت والا اور مہربان ہے۔

(پ۔ ۲۔ البقرہ۔ آیت ۱۶۳)

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور ہر چیز کا قائل رکھنے والا ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب ہے جو حکمت والا ہے

(۲) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

(پ۔ ۲۔ البقرہ۔ آیت ۱۵۵)

(۳) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ ط وَإِنَّ اللَّهَ لَكُودٌ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(پ۔ ۳۔ آل عمران۔ آیت ۶۲)

صرف اللہ ہی ایک معبود ہے

(۴) إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ

(پ۔ ۶۔ النساء۔ آیت ۱۷۱)

اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت ٹھہراؤ

(۵) لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

(پ۔ ۱۵۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۱۶۲)

اور معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ جو سب پر غالب ہے

(۶) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

(پ۔ ۲۳۔ ص۔ آیت ۶۵)

اور وہی آسمان والوں کا خدا اور زمین

(۷) وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ وَفِي



وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُذَكَّرِينَ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ  
(پ ۲۵۔ الزخرف آیت ۸۲) والا ہے۔

قرآن کریم کی مذکورہ آیات اور دوسری بہت سی آیتوں سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ عزوجل کے سوا کوئی چیز خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو ہرگز ہرگز عبادت کے لائق نہیں۔ لہذا جو کوئی خدا کے غیر کے لیے کسی طرح کی کوئی عبادت کرے وہ مشرک ہے اور شرک اکبر الکبائر یعنی تمام بڑے بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ لِمَن يَشْرِكْ بِهِ وَلْيَغْفِرْ  
مَادُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن  
يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا  
(پ ۵۔ النساء آیت ۱۱۶)

بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی  
شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کم جو گناہ  
ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ  
کا شریک ٹھہرائے وہ دُور کی گمراہی میں پڑا۔

**غیر اللہ کے لیے سجدہ**

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لیے سجدہ اگر عبادت کی  
نیت سے کرے تو یہ کھلا ہوا شرک ہے اور اگر تعظیم کے قصد  
سے ہو تو یہ اگرچہ شرک تو نہیں مگر حرام و ناجائز اور بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے۔ بہر حال خداوند تعالیٰ  
کے غیر کو سجدہ کرنے والا سخت گناہ گار، قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار اور عذاب نار کا  
حق دار ہے۔ معتبر تفسیروں میں ہے کہ

”ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ حضور کو بھی اسی طرح سلام  
کرتے ہیں جس طرح ہم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے ہیں تو کیا ہم حضور  
کو سجدہ نہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اپنے نبی کی تعظیم کرو۔ اور سجدہ چونکہ  
خدا ہی کا خاص حق ہے۔ اس لیے خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ جائز  
نہیں۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :“

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَ وَالنَّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ  
کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب  
حکم و پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ



گُوْنُوْا عِبَادَ اِلٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاٰلِکُنْ  
 کُوْنُوْا رٰسِیْنَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ الْکِتٰبَ  
 وِبِمَا کُنْتُمْ تُدْرَسُوْنَ ۗ وَلَا یَاْمُرْکُمْ  
 اَنْ تَتَّخِذُوْا الْمَلَائِکَةَ وَالنَّبِیْنَ اٰرْبَابًا  
 اَیَّامُرْکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ۗ

اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ ہاں یہ کہے  
 گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب  
 سکھاتے ہو اور اس سبب کہ تم درس کرتے ہو۔  
 اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں  
 کو خدا ٹھہرا لو۔ کیا تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد  
 اس کے کہ تم مسلمان ہوئے؟

پا ۳۔ ال عمران۔ آیت ۷۹-۸۰

(مدارج اص ۱۶۶ و جمل ج ۱۹۱)

حضرت ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ  
 اَنْ سَوَّلَ اللّٰهُ سَلٰی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ  
 وَسَلَّم قَالَ فِی مَرَضِہِ الَّذِی لَمَّ  
 یَقُمُ مِنْہُ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارَی  
 اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِہِم مَّسَاجِدَ  
 لے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
 اپنے مرض و فات میں فرمایا کہ یہود و نصاریٰ  
 پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء  
 کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۹ بحوالہ بخاری و مسلم)

اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا جس کا ترجمہ

یہ ہے :

” علامہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اپنے نبیوں کے مزاروں  
 کو مسجد کرتے اور انہیں قبلہ بنا کر نماز میں ان کی طرف مویہ کرتے تو ان لوگوں نے ان قبروں  
 کو بت بنا لیا اس لیے حضور نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا  
 (مرقاۃ۔ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۵۶)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا

جس کا ترجمہ یہ ہے :

یہود و نصاریٰ نے جو انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا تھا تو اس کی دو صورتیں ہو  
 سکتی ہیں ایک تو یہ کہ وہ مزاروں کو مسجد کرتے تھے اور اسی کو عبادت کا مقصود سمجھتے تھے



جیسے کہ بت پرست لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت مقصود و منظور تھی لیکن وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خداوند تعالیٰ کی عبادت اور نماز میں انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے سامنے ہونا خداوند تعالیٰ کی نزدیک اور اس کی خوشی کا سبب ہے اور یہ دونوں ہی صورتیں ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں پہلی صورت تو کھلا ہوا شرک و کفر ہے اور دوسری صورت میں بھی خداوند تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ اگرچہ یہ چھپا ہوا شرک ہے اور لعنت دونوں صورتوں میں ہے اور برکت و تعظیم کے قصد سے کسی نبی یا ولی کے مزار کی طرف موہنہ کر کے نماز ادا کرنی حرام ہے اور کسی عالم یا فقیہ کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔

(اللغات ج ۱ ص ۳۳)

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ

لَسَجْدَةٌ حَرَامٌ بَعْدَ رُبِّهَا  
 الشُّرُكُ الْغَيْرُ كَالسُّجُودِ الْحَرَامِ

(شرح فقہ اکبر ص ۲۳)

قنادی عالمگیری ج ۵ ص ۲۳۱ مصری میں جو اہر اخلاطی سے ہے جس کا ترجمہ یہ ہے جس نے بطور سلام کے بادشاہ کو سجدہ کیا یا اس کے سامنے زمین چومی تو وہ کافر نہ ہوا۔ مگر گناہ کبیرہ کرنے کے سبب گناہ گار ہوا۔ مذہب مختار یہ ہے۔ اور قنادی عالمگیری کے اسی صفحہ پر قنادی غرائب سے منقول ہے کہ:

لَا يَجُوزُ السُّجُودُ إِلَّا لِلَّهِ تَعَالَى غَيْرَ اللَّهِ كَالسُّجُودِ الْحَرَامِ

آج کل بعض بزرگوں کے مزاروں پر بعض جاہل لوگ اور بعض جاہل ضروری تہنیه بدعتی پیروں کے روبرو ان کے جاہل مریدین اپنی جہالت سے سجدہ

کر کے شرک یا گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوا کرتے ہیں۔ اور بعض سجادہ نشین صاحبان اور کچھ علماء کرام چشم پوشی کرتے ہوئے اس پر سکوت اختیار کرتے ہیں۔ جزو تو بیخ تو کجا منع بھی نہیں کرتے سجادہ نشین صاحبان اور علماء کرام کافر من ہے کہ لوگوں کو علانیہ اس گناہ عظیم سے روکیں اور منع کریں۔ بلکہ مزاروں پر ایک پہرے دار مقرر کر دیں جو سختی کے ساتھ جاہل عوام کو اس



گناہ سے روک دے۔ ورنہ یاد رکھئے کہ عذابِ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں سب لوگ عذابِ خداوندی میں گرفتار ہو جائیں گے۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

انَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْ مُنْكَرًا فَلَمَّ لِعَيْبِهِ  
يُوشِكُ أَنْ يَعْصَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ  
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۳۶ ابن ماجہ و ترمذی)

بے شک جب لوگ کسی خلافِ شریعت بات کو دیکھیں اور اُس کو نہ روکیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ اُن سب لوگوں پر اپنا عذابِ عام بھیج دے گا۔

دوسری حدیث شریف میں ہے :  
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَمُرُّنَّ بِالْمَعْرُوفِ  
وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أُولَئِكَ شِئْنَا  
اللَّهُ أَنْ يَتَّبِعْتِ عَلَيْكُمْ عَذَابًا  
مَنْ عِنْدَهُ شَرٌّ لَكُمْ وَأَنَّ  
يُسْجَبُ لَكُمْ

اُس ذات کی قسم کہ میری جان اُس کے قبضے میں ہے کہ تم لوگ ضرور شریعت کی باتوں کا حکم دیتے رہو اور ضرور ضرور خلافِ شریعت باتوں سے منع کرتے رہو۔ ورنہ عنقریب اللہ تم لوگوں پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا۔ پھر تم لوگ خدا سے دعا مانگو گے کہ تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۳۶ بحوالہ ترمذی)

پہر حال خلاصہ یہ ہے کہ سجادہ نشین صاحبان اور علماء کرام پر بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ مزارات پر سجدہ اور طواف اور دوسرے محرماتِ شرعیہ جو اس زملے میں ہو رہے ہیں ان کو روک دینے کی پوری پوری کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے اور اتباعِ شریعت کی توفیق بختے ہیں۔

بعض بے علم پیروں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ایک ضروری ہدایت مریدین جو پیروں یا مزاروں کے سامنے پستیانی زمین

پر رکھ دیتے ہیں۔ تو یہ سجدہ نہیں ہے بلکہ یہ جبینِ سائی "اور سرتیک دینا ہے جو نیاز مندی اور اظہارِ تواضع کی ایک نشانی ہے اور یہ اس لیے ہے تاکہ مریدوں کا نفس غرورِ تمکنت سے پاک ہو جائے اور ان میں نیاز مندی و خاکساری پیدا ہو جائے۔

مگر واضح رہے کہ یہ سب نفسِ کافرِیب اور شیطان کا دھوکا ہے کیونکہ خلافِ شریعت



کام کرا کر مریوں کی اصلاح بھلا کیونکر کرائی جاسکتی ہے؟ خوب سمجھ لیجئے کہ جب پیشانی زمین پر رکھ دی تو خواہ اس کا نام ”جبین سائی“ رکھئے۔ خواہ اس کو ”مرٹیک دینا“ یا ”ما تھا ٹیک دینا“ کہئے۔ بہر حال اور بہر صورت یہ سجدہ ہی ہے کیونکہ ہر مسلمان اس سے واقف ہے کہ کسی چیز کا نام بدل دینے سے اُس چیز کی حقیقت نہیں بدل سکتی ہے نہ اس کا حکم بدل سکتا ہے۔ آپ خود ہی غور فرمائیے کہ اگر کوئی شخص شراب کا نام ”شیرہ انگور“ رکھ دے تو اس سے نہ شراب ”شیرہ انگور“ ہو جائے گی نہ اس کا پینا حلال ہو جائے گا۔ اس لیے بہر حال عوام کو کسی قبر یا کسی پیر کے سامنے پیشانی زمین پر رکھنے سے سختی کے ساتھ منع کرنا لازم و ضروری ہے۔ کیونکہ ہر عالم اور ہر پیر کا نصب العین اور مقصد اعلیٰ ہی ہونا شرعاً لازم و ضروری ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مسلمانوں کو پابند شریعت بنائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس فرض کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## ۲) سب چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے

یہ بھی اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات اس عقیدہ کی روشن دلیل ہیں۔

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے پھر اُس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے۔ اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

یہ ہے تمہارا رب اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے۔ لہذا اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگیں ہے

(۱) هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

پ - ۱ - البقرة . آیت ۲۹۰

(۲) ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ مُّجْرِبٌ لِّاِلٰهٍ الْاٰهْوٰجِ خَالِقِ كُلِّ شَيْءٍ فَاَعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّحِيْمٌ ۝

پ - ۲ - الانعام . آیت ۱۰۲

اے پیغمبر! تم فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا فرمانے

۱۳) اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ



اَلْقَهَّارُ ۵ والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

(پ ۱۳۰۔ التعداد آیت ۱۶)

مذکورہ بالا آیات مقدسہ اور دوسری بہت سی آیتیں اس اسلامی عقیدہ کو ثابت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق حقیقی ہے کہ اُس نے اپنی ذاتی قدرت و اختیار سے تمام چیزوں کو پیدا فرمایا ہے۔

**فائدہ** خدا کے سوا دوسروں کو اگر کسی چیز کا پیدا کرنے والا کہا جاتا ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تقریر میں اپنے معجزات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اِنِّیْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ  
فَاَنْفَعُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا مَّا بَادُوْنَ اُمَّةً  
میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی صورت  
پیدا کرتا ہوں پھر اس میں پھونک ملتا ہوں

(پ ۳۰۳۔ ال عمران آیت ۴۹) تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے۔ اللہ کے حکم سے

اس آیت میں ”اَخْلُقُ“ فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو پرند کی صورت کا پیدا کرنے والا، کہا تو اس طرح کے محاورات کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ انہوں نے خدا کی دی ہوئی قدرت اور اس کے عطا کئے ہوئے علم و ہنر سے اُس چیز کو بنایا ہے اور خود دونوں نے والا اور اُس کی قدرت، اور اُس کا علم و ہنر سب کا خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنی ذاتی قدرت و اختیار سے سب کچھ اور سب چیزوں کو پیدا فرمایا ہے۔

تو اگر خدا کے غیر کو کسی چیز کا پیدا کرنے والا کہہ دیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا مطلب ہے جو آپ سچ چکے کہ اُس نے اللہ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے عطا کئے ہوئے علم و ہنر سے اُس چیز کو بنایا ہے۔ اور نہ ہر چیز کا خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو خالق حقیقی ماننا کھلا ہوا شرک و کفر ہے (نعوذ باللہ منہ)

(۳) ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے

اسلام کا یہ بھی بنیادی عقیدہ ہے کہ حقیقی طور پر ہر چیز کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔  
دنیا میں جو لوگ جن جن چیزوں کے مالک کہلاتے ہیں، یہ لوگ مجازی طور پر مالک کہلاتے ہیں۔



کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمادینے سے وہ مالک ہوئے ہیں۔ ورنہ حقیقتہً ان چیزوں اور ان کے مالکوں کا مالک حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اس مضمون کی بھی چند آیات مبارکہ پڑھ لیجئے۔

۱۱) رَبُّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا  
يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَرُحْمًا وَأَلْفُ مِائَةٍ مِثْقَالٍ حَبِّ كَلْبٍ  
(پ ۶- المائدہ - آیت ۱۷)

اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

۱۲) الْإِنِّ اللَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
(پ ۱۱- یونس آیت ۵۵)

سُن لو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

۱۳) وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهٗ مُلْكُ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ج

اور بڑی برکت والے ہے وہ اللہ کہ اسی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

رپ - ۲۵ - الزحرف آیت ۸۵

آیات مذکورہ بالا اور دوسری بہت سی آیات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان اور ان دونوں میں جو کچھ ہے اور عالم اہم اور عالم خلق، غرض تمام کائنات اور ساری مخلوقات کا خالق و مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کسی کو کسی چیز کا مالک حقیقی سمجھے یا کہے تو وہ مشرک ہے۔

ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کو بہت سے مالوں اور سامانوں کا مالک بنا دیا ہے اور اپنے محبوب بندوں یعنی انبیاء عکرام علیہم السلام و اولیاء عظام کو بیشمار اختیارات دے کر زمین کے خزانوں کا مالک بنا دیا ہے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی کسی چیز کا مالک حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ تمام بندوں کا اور ان کی ملکیت میں جو کچھ بھی ہے سب کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

الغرض قرآن و حدیث میں جہاں جہاں بھی اللہ کے سوا دوسروں کو مالک کہا گیا ہے۔ اُس سے مراد ہر جگہ مالک مجازی ہے جس کی ملکیت اور مالکیت اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے ہے اور غیر اللہ کی ملکیت آئی فانی ہے ہر چیز کا مالک حقیقی بجز اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی بھی نہیں اور اللہ کی ملکیت و مالکیت ذاتی اور ازلی ابدی ہے۔ جس کو نہ فنا ہے نہ زوال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



## (۴) ہر نفع و نقصان اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے

یہ بھی اسلامی عقیدہ ہے کہ ہر نفع اور نقصان پہنچانا یہ ذاتی اور حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ بغیر اُس کے اذن اور حکم کے کوئی کسی کو ذرہ برابر نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

بظاہر دیکھنے میں لوگ ایک دوسرے کو نفع یا نقصان پہنچا یا کرتے ہیں یا بعض چیزیں نفع یا نقصان پہنچا یا کرتی ہیں تو اس قسم کا نفع یا نقصان پہنچانا یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت و تاثیر، اور اُس کے اذن و حکم سے ہوا کرتا ہے۔ لیکن حقیقی اور ذاتی طور پر نفع یا نقصان پہنچانا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے جو اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی اس طرح کے نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ -

(۱) قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا  
إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط

(۱) اے پیغمبر! آپ فرماویجئے کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے

(ب ۹ الاعراف آیت ۱۸۸)

اور اگر اللہ چھے کوئی تکلیف پہنچانے تو اُس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اُس کے سوا اور اگر تیرا عبلا چاہے تو اُس کے نفع کو روکنے والا کوئی نہیں اُسے پہنچاتا ہے اپنے جہدوں میں جسے چاہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

(۲) وَإِنْ يَحْسَبَنَّ اللَّهُ بِضُرِّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا حَادٍ بِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

(ب ۱۱ یونس آیت ۱۰۷)

الحاصل جہاں جہاں قرآن و حدیث میں یہ آیا ہے کہ ہر نفع و نقصان اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ اس سے مراد یہی ہے کہ ذاتی طور پر درحقیقت ہر نفع و نقصان کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جہاں جہاں قرآن و حدیث میں یہ آیا ہے کہ خدا کے غیر دوسروں نے نفع یا نقصان پہنچا یا تو اس سے یہی مراد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اُس کے اذن و حکم



سے دوسروں نے نفع یا نقصان پہنچایا جو یہ کہہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی دوسرا بھی حقیقی طور پر نفع یا نقصان کا مالک ہے۔ وہ بلا شبہ یقیناً مشرک ہے اور جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی بھی کسی طرح کا نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ بھی اعلیٰ درجے کا گمراہ و بد عقیدہ ہے کیونکہ قرآن کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے لوگوں سے بھی نفع و نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اور لوگ ایک دوسرے کو نفع و نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے کہ :-

تمہارے باپ اور بیٹے تمہیں کچھ نہیں معلوم  
کہ ان میں سے کون تم کو نفع پہنچائے گی  
زیادہ قریب ہے۔

اَبَادِكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ  
اَيُّهُمۡ اَقْرَبُ بِكُمْ نَفْعًا ؕ  
(پ ۴۰۔ النساء آیت ۱۱)

اور سیم کے لوہا اتارا اس میں سخت آنچ  
اور لوگوں کے فائدے ہیں۔

دوسری آیت میں ہے کہ :-  
وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيْهِ بَاسٌ شَدِيْدٌ  
وَمَا نَفَعُ لِلنَّاسِ

(پ ۲۷۔ الحديد۔ آیت ۲۵)

پہلی آیت میں باپ بیٹوں کو نفع پہنچانے والا کہا گیا۔ اور دوسری آیت میں لوہے کو  
نفع دینے والا کہا گیا۔ اسی طرح ایک آیت میں فرمایا گیا کہ :-  
وَلَا يُضَارُّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ط  
نہ کاتب مضر پہنچائے نہ گواہ

(پ ۴۔ البقرہ۔ آیت ۱۸۲)

اس آیت میں کاتب اور گواہ کو ضار (نقصان پہنچانے والا) فرمایا گیا۔  
حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن کریم کی سب آیتوں پر نظر ڈالنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ  
حقیقی طور پر نفع و نقصان پہنچانے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا  
کی ہوئی قدرت اور اس کے اذن و حکم سے خدا کے سوا دوسرے بھی نفع و نقصان پہنچا  
سکتے ہیں۔ لہذا اس دوسرے معنی کے اعتبار سے اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ محبوبانِ بارگاہِ  
الہی یعنی انبیاء و شہداء و اولیاء اللہ کی دی ہوئی قدرت و طاقت اور اللہ کے اذن و حکم سے لوگوں



کو نفع و نقصان پہنچاتے ہیں تو ہرگز ہرگز اس میں نہ کوئی شرک ہے نہ کوئی گناہ۔ بلکہ یہ عقیدہ بالکل قرآن کے مطابق ہے۔ ہاں البتہ وہ لوگ سراسر گمراہی پر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام و اولیاء عظام بالکل مجبور محض، اور انتہائی بے بس ہیں کہ کسی کو کسی قسم کا کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ حالانکہ ان مقبول جہدوں کو خدا کی عطا اور اس کے اذن و حکم سے بہت سے اختیارات حاصل ہیں۔ لہذا خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ حقیقی طور پر تو ہر نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت و قدرت اور اس کے حکم سے خدا کے سوا دوسرے لوگ بھی نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ چنانچہ یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاصاً خدا لوگوں کو نفع و نقصان پہنچاتے رہتے ہیں یہ وہ حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سمجھنے اور حق کو جاننے، اور حق کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ

## (۵) مصیبت ٹالنے والا بالذات اللہ تعالیٰ ہی ہے

یہ اسلام کا مسلم عقیدہ ہے کہ مصیبت ٹالنے والا اور جہدوں کی مدد فرماتے والا بالذات اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مندرجہ ذیل آیتوں کو بغور پڑھئے۔

اور اگر تجھے کوئی بُرائی پہنچائے تو اس کے سوا  
 اس کا کوئی دُور کر کے والا نہیں۔ اور اگر تجھے  
 بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

رَاۤ اِنَّ يَتُوكَ اللهُ مُضِرًّا كَاشِفًا  
 كَآءِ- اِلَّا صَوۡطَ رَاۤ اِنَّ يَتُوكَ بِخَيْرٍ فَرُوۡهُ  
 عَلٰى حُلِّ شَيْءٍ قَدِيۡرٌ ۝

(پ ۷۔ الانعام۔ آیت ۱۷)

اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے یہیں پکارتا ہے  
 لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے۔ پھر جب ہم اس کی  
 تکلیف دُور کر دیتے ہیں تو پہل دیتا ہے گویا کبھی  
 کسی تکلیف کے پہنچنے پر وہیں پکارا ہی نہ تھا۔

۱۲) وَاِذَا مَسَّ الْاَلْسَانَ الضُّرُّ وَعَاۤنَا  
 لِبٰنِكَ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا  
 عَنْهُ ضُرًّا مَّرَّكَانًا لَّنَّ يَدْعُنَا اِلٰى  
 ضَرِّ مَسَّهُ ۝ (پ ۱۱۔ یونس آیت ۱۲)



مذکورہ دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مصیبتوں کو ٹال دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا مصیبتوں کو ٹالنے والا نہیں ہے۔

## ۴۔ کیا غیر اللہ بھی مصیبت کو ٹال سکتے ہیں

مذکورہ بالا آیتوں کے سوا قرآن مجید کی دوسری آیتیں ایسی بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یقیناً خدا کے سوا دوسرے بھی مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ :

(۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اے غیب کی خبر بتانے والے (نبی)

اتبعك من المؤمنين ۝

اللہ آپ کو کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان آپ کی

پیروی کرنے والے ہیں (یہ بھی کافی ہیں)

(پ ۱۔ الانفال۔ آیت ۶۴)

یہ آیت کریمہ اعلان کر رہی ہے کہ مصیبتوں کے ٹالنے میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو کافی ہے

اور مومنین بھی دفع مصائب میں رسول کو کافی ہیں۔ اس آیت کا صاف اور مزید مطلب یہی ہے کہ مومنین بھی مصیبتوں کو دفع کرتے ہیں۔

(۲) فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاكَ وَجِبْرِيلُ وَمَسَالِكُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَالْمَلِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۝ (پ ۲۸۰ التحريم۔ آیت ۱۴)

بیشک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبرائیل

اور نیک مومنین اور اس کے بعد فرشتے مدد

دہیں۔

یہ آیت پکار رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مشکلات کو دفع کرنے، اور مصائب کو

ٹال دینے میں اپنے نبی کا مددگار ہے۔ اور نیک مسلمان اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے

فرشتے نبی کی مشکلات اور شدائد و مصائب کو دفع کرنے میں نبی کے مددگار ہیں اس آیت

کا بھی یہی حاصل ہے کہ مومنین اور فرشتے بھی مصیبتوں کو دفع اور مشکلات کو دور کرتے ہیں اور

ظاہر ہے کہ مسلمان اور ملائکہ غیر اللہ اور خدا کے غیر ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان سب آیتوں کو ایک ساتھ نظر میں رکھنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا

ہے کہ اپنی ذاتی قدرت و اختیار ہے مصیبتوں کو ٹال دینا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی صفت خاصہ

ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں اور اس کے اذن و حکم سے مصیبتوں کو ٹال دینا



دینا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی صفتِ خاصہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں اور اس کے اذن و حکم سے مصیبتوں کو ٹال دینا یہ خدا کے خاص بندے قطعاً ملائکہ اور انبیاء و اولیاء اور شہداء وغیرہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس لیے خوب سمجھ لیجئے کہ جو لوگ انبیاء و اولیاء اور شہداء کو دفع البلاء اور مصیبت ٹالنے والا مانتے اور کہتے ہیں ان لوگوں کی مُراد یہی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن و حکم سے مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں اس لیے ہرگز ہرگز ان لوگوں کو مشرک نہیں کہا جاسکتا۔ مشرک وہی ہو گا جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح انبیاء و اولیاء بھی اپنی ذاتی قدرت و اختیار سے مصیبتوں کو ٹال دیا کرتے ہیں یہ عقیدہ رکھنے والا چونکہ غیر خدا کو خدا کی صفتِ خاصہ میں شریک ٹھہراتا ہے۔ اس لیے یقیناً مشرک ہو جائے گا ذاتی قدرت اور عطائی قدرت دونوں کو نظر میں رکھنا۔ اور ذاتی قدرت کو خداوند تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ماننا۔ اور عطائی قدرت کو غیر اللہ کی صفتِ خاصہ قرار دینا۔ لازم و ضروری ہے جس طرح ذاتی قدرت کو غیر اللہ کے لیے ثابت کر لے والا مشرک ہے۔ اسی طرح عطائی قدرت کو خدا کی صفت ماننے والا بھی "مشرک" ہے۔ حقیقی موافق اور سچا مسلمان وہی ہے جو ذاتی قدرت کو اللہ تعالیٰ کی صفت مانے اور عطائی قدرت کو غیر اللہ کی صفت مانے۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

وَاللّٰهُ الْمَهْدٰى اِلَى الدِّىۡنِ ۝

## (۷) بِالذَّاتِ شَفَاعِيهِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ

بیماروں کو بذات یعنی اپنی ذاتی قدرت و طاقت سے شفاء عطا فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے اختیار میں نہیں ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے بھی بالذات شفاء دیتے ہیں تو وہ مشرک ہے کیونکہ بالذات یعنی اپنی ذاتی قدرت و اختیار سے شفاء عطا فرمانا یہ اللہ تعالیٰ ہی کی خاص صفت ہے۔ لہذا جو غیر اللہ کے لیے یہ صفت ثابت کرے گا وہ مشرک ٹھہرے گا۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عقیدہ نقل کرتے ہوئے خداوند قدوس نے فرمایا کہ :



الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝ وَالَّذِي  
هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝ وَإِذَا مَرِضْتُ  
فَهُوَ يَشْفِينِ ۝ وَالَّذِي يُمِيتُنِي  
ثُمَّ يُحْيِينِ ۝

وہ اللہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے راہ  
دے گا اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور  
جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی شفاء دیتا ہے  
اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے

(پ ۱۹ . الشعراء آیت ۸۱) گا۔

## (۸) کیا کچھ لوگ اور دوائیں بھی شفا دیتی ہیں

بالذات یعنی اپنی ذاتی قدرت سے مریضوں کو شفاء دینا یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ  
ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت و تاثیر، اور اس  
کے اذن و حکم سے شفا دینا تو یہ آیت قرآنیہ اور دواؤں وغیرہ دوسری چیزوں کے لیے  
بھی ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں یہ آیا ہے کہ قرآن کی آیتیں اور  
دوائیں بھی شفا دیتی ہیں۔ مثلاً ارشادِ خداوندی ہے کہ

۱۱) يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ  
مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُوَ  
هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی  
طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی شفاء اور  
ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے

(پ ۱۱ - یونس . آیت ۵۷)

۱۲) وَنُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ  
وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَرْبُدُ  
الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان  
والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے اور اس کے  
ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے

(پ ۱۵ - بنی اسرائیل - آیت ۸۲)

اوپر ذکر کی ہوئی دونوں آیتوں میں صاف صاف یہ اعلانِ خداوندی ہے کہ  
قرآن مجید کی آیتیں مومنین کو شفاء دیتی ہیں۔ اور ظالموں یعنی کفر و شرک میں اڑے لہنے  
والوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔



(۳) یَخْرُجُ مِنْ بَطْنِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ شہد کی مکھی کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ  
 الْوَانُءُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَايَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ ہ شفاء ہے بیشک اس میں (خدا کی) نشانی  
 رپ ۱۴۔ النحل۔ آیت۔ ۶۹) ہے دھیان کرنے والوں کو۔

اس آیت میں نہایت واضح بیان ہے کہ شہد لوگوں کو بیماریوں سے شفاء دیتی ہے  
 خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بالذات شفاء دینے والا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے  
 اذن و حکم اور اس کی عطا سے قرآن مجید کی آیتیں، اور دوائیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص مقدس  
 بندہ یعنی ملائکہ و انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام وغیرہ بھی شفاء دینے والے ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 کی تقریر قرآن مجید میں ستاروں کی طرح جگ رہی ہے کہ اپنے اپنی قوم کے سامنے علی الاعلان فرمایا کہ:  
 وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْصَرَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ج اور میں شفاء دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور  
 سفید و داغ والوں کو۔ اور میں مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ”بِإِذْنِ اللَّهِ“ اللہ کے حکم سے کہا کہ اس  
 مسئلہ کی وضاحت فرمادی کہ اللہ تعالیٰ تو اپنی ذات قدرت اور اپنے ذاتی صفات اور اپنے  
 ذاتی اختیار سے شفاء دیتا ہے اور مردوں کو جلاتا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت  
 اور اس کے اذن و حکم سے شفاء دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں معلوم ہوا کہ اللہ  
 تعالیٰ کے اذن و حکم سے خاصانِ خدا بھی مریموں کو شفاء دیتے ہیں۔

لہذا اس معنی کے اعتبار سے اگر حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام و شہداء  
 عظام کو اور دواؤں کو نشانی (شفاء دینے والا) کہا دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں  
 ہے۔ لہذا ان خاصانِ خدا کو اگر اس معنی کے لحاظ سے نشانی (شفاء دینے والا) کہا دیا  
 جائے اور ان بزرگوں کو بِإِذْنِ اللَّهِ نشانی مان کر ان حضرات سے شفاء طلب کی جائے  
 تو بے گز بہرگز اس میں کوئی شرک و گناہ کی بات نہیں ہے۔ بلکہ بزرگانِ دین کا ہمیشہ سے یہ عمل رہا ہے  
 کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں، اور دواؤں، نیز قرآن مجید کی آیتوں سے شفاء طلب



کرتے رہتے ہیں۔ اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ بالذات شافی تو فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مگر اس کی عطاء اور اس کے اذن و حکم سے دوسرے بھی شفاء عطاء کر سکتے ہیں۔ بلکہ عطاء کرتے رہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

## (۹) بالذات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اولاد نہیں دے سکتا

یہ بھی اسلام کا عقیدہ ہے کہ بالذات یعنی اپنی ذاتی قدرت و اختیار سے کسی کو اولاد دینا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان سے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے غیر کو بالذات اولاد دینے والا مانے وہ مشرک ہے کیونکہ بالذات اولاد عطا کرنا یہ خداوند کریم کی صفتِ خاصہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

يَهَبُ مَن يَشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذَّكُوْرَ ۗ اَوْ مِرْرًا وَّيُجْهَدُ ذَكَرَنَا وَاِنَا نَاوَرِيْعِلُّوْمَن يَشَاءُ عِصْمًا ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

اللہ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں۔ اور جسے چاہے بانجھ کرے۔ بیشک وہ علم و قدرت والا ہے۔

(پ۔ ۲۵۔ الشوریٰ آیت ۵۰)

## (۱۰) کیا اللہ والے بھی اولاد دیتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت و طاقت سے اُس کے مقبول بندے بھی اس کے اذن و حکم سے اولاد دے سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے واقعہ میں ارشاد فرمایا کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں اچانک حضرت مریم کے سامنے آگئے۔ تو حضرت مریم نے کہا کہ میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اُس وقت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ:

اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ رَّبِّيْ ۗ قَالَتْ لَآ هَبْ لَكَ غُلَامًا مَّا زَكِيًّا ۝

(حضرت جبریل نے کہا کہ اے مریم! میں تیرے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تاکہ میں تجھے



دپ ۱۶ - مریحہ آیت ۱۹) ایک ستھرا بیٹادوں

اس آیت میں صاف طور پر یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم سے یہ فرمایا کہ میں تیرے پاس خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ایک فرشتہ ہوں۔

اور اس لیے میں تیرے پاس آیا ہوں۔ تاکہ میں تجھے ایک بیٹادوں حضرت جبریل علیہ السلام نے بیٹا دینے کی نسبت اپنی طرف کی اور فرمایا کہ میں تجھے بیٹادوں گا۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر جمل نے فرمایا کہ :

وَأَسَدُّهُ لِنَفْسِهِ لِأَنَّهُ سَبَّبَ فِيهِ (جمل ج ۳ ص ۵۶ مصری)

حضرت جبریل علیہ السلام نے بیٹا دینے کی نسبت اپنی ذات کی طرف اس بنا پر کی کہ وہ اس بیٹے کے ہونے کا سبب تھے۔

اس طرح تفسیر صادی میں ہے کہ

الْإِنْسَادُ بِجِبْرِيلَ لِأَنَّ سَبَبًا فِيهِ (صادی ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ ممبئی)

بیٹا دینے کی نسبت حضرت جبریل کی طرف لیے کی گئی کہ وہ اس میں سبب بنے تھے۔

خوب ابھی طرح سمجھ لیجئے کہ کام کی نسبت سبب کی طرف کر دینا یہ ہر زبان کا عام محاورہ ہے۔ ہم روزانہ یہ بولا کرتے ہیں کہ منجر لے ہمیں نوکری دی۔ سیٹھ نے ہمیں تنخواہ دی ڈاکٹر نے مریض کو اچھا کر دیا۔ حج کے انصاف دیا۔

غور کیجئے کہ نوکری۔ تنخواہ۔ صحت۔ انصاف ہر چیز کا دینے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر چونکہ منجر۔ سیٹھ۔ ڈاکٹر۔ حج ان سب چیزوں کے ملنے کا سبب ہیں اس لیے ہم کہہ دیتے ہیں کہ ان لوگوں نے ان چیزوں کو دیا ہے۔

تو اس طرح بولنے اور کہنے میں نہ کوئی شرک ہے نہ کوئی گناہ نہ کوئی غلطی اسی طرح اگر ہم یہ کہہ دیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم کو بیٹا دیا تو ہرگز ہرگز اس میں نہ کوئی شرک ہے نہ کوئی گناہ نہ کوئی غلطی۔ اسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ اللہ والوں نے بیٹا دیا۔ کیونکہ اللہ والوں کی دعا کے سبب سے بیٹا پیدا ہوا تو ہرگز ہرگز اس میں نہ



کوئی شرک ہے نہ کوئی گناہ۔ نہ کوئی غلطی۔ کیونکہ فعل کی نسبت اُس کے سبب کی طرف کر دینا شرعاً درست و جائز ہے۔ ہر مسلمان عالم ہو یا جاہل یہ کہتا ہے کہ ہارش نے گھاس اگا لی۔ بدلی نے پانی دیا۔ گندگی نے بیماری پیدا کر دی۔ نالی کے گندے پانی نے پھر پیدا کر دیئے۔ ظاہر ہے کہ درحقیقت ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر چونکہ یہ سب چیزیں ان کاموں کے ہونے کا سبب ہیں۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان چیزوں نے ان کاموں کو کر دیا ہے۔ بہر حال کوئی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ اللہ والے اپنی ذاتی قدرت و اختیار سے بغیر خدا کی مرضی اور حکم کے اولاد دے دیا کرتے ہیں۔ بلکہ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ اپنی ذاتی قدرت و اختیار سے اولاد دینا یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ نے بیٹا دیا تو اس کا ہر مسلمان کے نزدیک یہی مطلب ہوا کرتا ہے کہ اُن بزرگ کی دُعا یا اُن کی کرامت کے سبب سے بیٹا پیدا ہوا ہے۔ یا اللہ والوں نے خدا کی دی ہوئی قدرت اور اللہ کے اذن و حکم سے بیٹا دیا۔ بہر صورت خواہ مخواہ موجہ مسلمانوں پر شرک کا الزام مقوپ دینا یہ بڑی قبیح تہمت، اور بدترین افتراء ہے، جو گناہِ عظیم ہے۔ لہذا علماء دیوبند پر لازم ہے کہ وہ علم و حلم اور حزم و احتیاط کا دامن نہ چھوڑیں۔ اور اس مسئلہ کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ جس طرح کسی مشرک کو مسلمان کہنا کفر ہے۔ اسی طرح کسی کو بلا وجہ مشرک کہہ دینا بھی کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

واضح رہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہ مصیبتوں کو طامال سکتا ہے

## ایک فوری انتباہ

نہ اولاد دے سکتا ہے اور بعض آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے بھی مصیبتوں کو طامال سکتے ہیں۔ اور شفا دے سکتے ہیں۔ اور اولاد دے سکتے ہیں بظاہر ان دونوں قسم کی آیتوں میں ایک طرح کا تعارض اور ٹکراؤ نظر آتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان آیتوں میں کوئی تعارض اور کسی طرح کا ٹکراؤ نہیں۔ یہ سب آیتیں کلامِ ربانی ہیں۔ اور ان سب آیتوں پر ایمان لانا مسلمان پر ضروری ہے اور یہ آیتیں واجب الایمان اور لازم العمل ہیں۔



واقعہ یہ ہے کہ جن جن آیتوں میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مصیبت ٹال سکتا ہے نہ شفاء دے سکتا ہے۔ نہ اولاد دے سکتا ہے۔ ان آیتوں سے مراد یہ ہے کہ بالذات یعنی اپنی ذاتی قدرت و اختیار سے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مصیبت ٹال سکتا ہے نہ شفاء دے سکتا ہے۔ نہ اولاد دے سکتا ہے اور جن جن آیتوں میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے بھی مصیبت ٹال سکتے ہیں۔ اور شفاء دیتے ہیں۔ اور اولاد دے سکتے ہیں۔ ان آیتوں کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عطائی قدرت اور اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم سے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے بھی مصیبت ٹال سکتے ہیں اور شفاء و اولاد دے دیا کرتے ہیں۔ اب اس تقریر سے آیتوں میں کوئی تعارض اور ٹکڑاؤ نہیں رہا۔ اور چلتے ہوئے سورج کی طرح یہ مسئلہ صاف اور روشن ہو گیا کہ مصیبت ٹالنا اور شفاء بخشنا اور اولاد دینا بالذات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ اور دوسرے اللہ تعالیٰ کی عطا سے اور اس کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن و حکم سے ان سب کاموں کو کر دیا کرتے ہیں۔

فرقہ وہاں یہ کہ یہیں سے گمراہی کی ٹھوکری لگی کہ ان لوگوں نے صرف ان ہی آیتوں کو دیکھا جن میں یہ آیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مصیبت ٹال سکتا ہے۔ نہ کوئی شفاء دے سکتا ہے۔ نہ کوئی اولاد دے سکتا ہے اور ان آیتوں کو یاد کیا ہی نہیں باقصداً ان سے چشم پوشی کر لی۔ جن آیتوں میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے بھی مصیبت ٹال سکتے ہیں اور شفاء و اولاد دے سکتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کلمہ تعالیٰ ان سب آیتوں پر نظر رکھتے ہوئے اور سب پر ایمان لاتے ہوئے یہ عقیدہ رکھنے میں کہ ان سب کاموں کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے لیے بالذات ہیں۔

اور دوسروں کے لیے یہ اختیارات خدا کی عطا سے حاصل ہیں۔ لہذا اہل سنت گمراہی کی ٹھوکری سے محفوظ و سلامت رہے۔ وَالْعَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكِ !  
اب آپ دیر تک سوچتے رہیے کہ بالذات اور بالعطاء یعنی ذاتی و عطائی میں کتنا عظیم فرق ہے ذاتی قدیم ہے اور عطائی حادث ہے۔ ذاتی اور باقی ہے اور عطائی آنی و فانی ہے اللہ اکبر! کتنا بڑا فرق ہے ذاتی و عطائی میں وَاللَّهُ الْهَادِي إِلَى الرَّشَادِ !



## (۱۱) خدا کے سوا کسی سے دعا مانگی جائے

دعا کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عبادت ہی ہے اور ایک حدیث شریف میں یہ ارشاد فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۴) جب ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہو گیا کہ دعا بھی عبادت ہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دعا نہیں مانگنی چاہیے چنانچہ خداوند عالم جل جلالہ کا قرآن میں یہ فرمان ہے کہ

وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ  
 (پ ۸- الاعراف آیت ۲۹)

اللہ سے دعا مانگو اُس کے مخلص بندے ہو کر۔

اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹلنے والا نہیں اُس کے سوا۔ اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اُس کے فضل کا رد کرنا والا کوئی نہیں۔ اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے

وَأَن يَّمْسُكَ اللَّهُ يَفِرَّ فَلَكَ آسِفٌ  
 لَهُ الْآهْوُ جِرْدَانٌ يُرْدُكَ بِغَيْرِ فَلَاحٍ  
 رَادٍ يَفْضِلُهُ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ  
 عِبَادِهِ ۗ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۗ  
 (پ ۱۱- یونس آیت ۱۰۷)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت جائز نہیں اسی طرح خدا کے سوا دوسرے سے دعا مانگنی بھی جائز نہیں ہے۔

## (۱۲) اللہ تعالیٰ بے قراروں کی دعا قبول کرتا ہے

اُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ  
 (پ ۲- البقرة آیت ۱۸۶)

میں دعا قبول کرتا ہوں بیکار نے والے کی جب مجھے بیکار سے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر دعا مانگنے والے کی دعا کو قبول فرماتا ہے لیکن لاچاروں اور بے قراروں کی دعاؤں کو خصوصیت کے ساتھ قبول فرماتا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے کہ



کون ہے جو لاچار کو سنا ہے جب اُسے  
پکارے اور دُور کر دیتا ہے بُرائی کو اور تمہیں  
زمین کا وارث کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ اور  
کوئی اور خدا ہے؟ بہت ہی کم تم لوگ  
دھیان کرتے ہو۔

أَمْ يَحِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَكَشِفَ  
السُّوءَ وَيُعَلِّمُكُمُ خُلُقَاءَ الْأَرْضِ  
إِنَّهُ مَعَ اللَّهِ تَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۝  
(پ ۲۔ التمل آیت ۶۲)

اس لیے ہر لاچاری اور مقراری کے وقتوں میں خاص کر عاجز و لاچار بندوں کو  
چاہیے کہ بہت زیادہ اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگتے رہیں کہ اُس وقت کی دُعا خاص طور  
پر مقبول ہونے کی اُمید سے۔ جیسا کہ اُس رب کریم نے قرآن مجید میں خود ہی ارشاد  
فرمایا ہے لہذا مسلمان ہرگز ہرگز دُعا مانگنے سے غافل نہ رہیں۔ کیونکہ دُعا مسلمان کے  
لیے بہترین دُھال بھی ہے۔ اور اعلیٰ ترین طور بھی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم جنگوں اور دوسری مصیبتوں کے وقتوں میں بکثرت دُعائیں مانگا کرتے تھے:

### (۱۳) علمِ غیبِ ذاتی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے

علمِ غیبِ ذاتی یعنی بذاتِ خود غیب کو جانتا یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان اور اُسی کی  
صفت خاصہ ہے۔ اس طرح کا علمِ غیب جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کسی کے  
لیے مانے وہ یقیناً شرک میں گرفتار ہے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات اس مسئلہ پر  
خاص طور پر ذہن نشین کر لیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ علمِ غیبِ ذاتی بجز اللہ تعالیٰ کے کسی  
کو بھی عالمِ الغیب بالذات صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اُس کے سوا کوئی بھی عالمِ الغیب  
بالذات نہیں۔

جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا  
پھر فرمائے گا تمہیں اپنی قوموں کی طرف کیا جواب ملا؟  
عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔ بے شک  
تو ہی سب غیبوں کو جاننے والا ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ  
مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا بِذَلِكَ  
أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝  
(پ ۷۔ المائدہ۔ آیت ۱۰۹)



(حضرت عیسیٰ قیامت میں کہیں گے) اے اللہ! تو جانتا ہے جو میری جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے

اور اسی (اللہ تعالیٰ) کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں ارضیں وہی جانتا ہے اور جاتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتہ گوتا ہے وہ اُسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تراور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

وہ (اللہ) ہر غیب و ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی حکمت والا، خبردار ہے۔

کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ اُن کے دل کی چھی بات اور اُن کی سرگوشی کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیبوں کا بہت جاننے والا ہے۔ اور جلد اس کی طرف پلٹو گے جو چھپا اور کھلا سب جانتا ہے تو وہ تمہارے کام تمہیں جتا دے گا۔

(اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ غیب تو اللہ ہی کے لیے ہے اب تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے

(۲) تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ط  
(پ ۷۔ المائدہ آیت ۱۱۶)

(۳) وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يُعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ مَا يَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنَ سَّمَاءٍ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظِلْمٍ الْأَرْضِ وَلَا أَمْطٍ وَلَا يَأْبِسُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ط  
(پ ۷ الانعام آیت ۵۹)

(۴) عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ط وَهُوَ الْعَكْبِيُّ الْخَيْرُ ط

(پ ۷ الانعام آیت ۷۳)  
(۵) أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ط  
(پ ۱۰ التوبہ آیت ۷۸)

(۶) وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ط

(پ ۱۱ یونس آیت ۲۰)  
(۷) فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانظُرُوا جِئْتُمْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ط  
(پ ۱۱ یونس آیت ۲۰)  
(۸) وَمِنَ الْغَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ



غیب اور اس کی طرف ہے سب کاموں کی  
رجوع تو اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسہ رکھو  
اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں

وَالْيَدِ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلَّهُ فَاعْبُدْهُ وَ  
تَوَخَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا  
تَعْمَلُونَ ۝

رپ ۱۲۔ ہود آیت ۱۳۳

بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کے ہر  
غیب کا جاننے والا ہے بیشک وہ دلوں کی  
باتوں کو جانتا ہے

(۹) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
مِنْ آيَاتِهِ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝  
رپ ۲۲۔ فاطر آیت ۱۲۸

(اے نبی) آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے سوا خود  
غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمینوں  
میں ہیں۔ اور انہیں خبر نہیں کہ کب قبروں سے  
اٹھائے جائیں گے۔

(۱۰) قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ۝ وَمَا  
يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝

رپ ۲۰۔ النمل آیت ۶۵

مذکورہ بالا آیتیں اور ان کے سوا کچھ دوسری آیات صاف صاف بتا رہی ہیں کہ علم  
غیب ذاتی اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عالم الغیب بالذات  
نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے یہ علم مانے اور یقیناً مشرک ہے۔

## (۱۴) رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ رَبِّكَ يُبَيِّنُ لَكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهُ لَقَدْ تَبَيَّنَّ عَلَيْكُمْ الْكَلِمَاتُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں بالخصوص خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیشمار  
علوم غیبیہ کا خزانہ عطا فرمایا لہذا یقیناً بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عطاء  
فرمائے سے علم غیب کے جاننے والے ہیں اس مسئلہ کو جاننے کے لیے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل  
آیتوں کو خاص طور پر مطالعہ کریں۔ اور ان کے معانی و مطالب کو خوب سمجھ کر یہ یقین و اعتقاد  
رکھیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا کیا گیا اور  
بلاشبہ حضور غیب کے جاننے والے ہیں۔

اور اللہ کی نشان دہی یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو!

(۱) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ



وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ تَرَاتُفِهِ  
مَنْ يَشَاءُ رَسُلًا مِمَّنْ يَشَاءُ بِإِذْنِ اللَّهِ وَرُسُلُهُ  
وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَآتُوكُمْ أَجْرًا  
عَظِيمًا ۝ (پ ۴۔ ال عمران آیت ۱۷۹) پر مہر گاری کر دو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اعلان فرمادیا کہ عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ غیب نہیں دیتا، مگر اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو تمام رسولوں میں افضل و اعلیٰ، اور سب سے بڑھ کر خدا کے محبوب اور برگزیدہ رسول ہیں۔ لہذا عالم الغیوب نے انہیں علم غیب دیا ہے۔ اس لیے اے لوگو! رسول کو علم غیب دینے والے اللہ اور غیب جاننے والے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

(۴) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝  
اور اے محبوب، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت ہی بڑا ہے۔

(پ ۵۔ النساء۔ آیت ۱۱۳)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ امور دین و احکام، فروع و احکام، کائناتِ عالم کے علوم غیبیہ کے خزانے، اور کتاب و حکمت کے اسرار و معارف، غرض سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتا دیا اور سکھا دیا ہے۔ اور ان علوم کے علاوہ دوسرے اور کون کون سے علوم و معارف آپ کو عطا فرمائے۔ اور کیا کیا آپ کو بتا دیا اور سکھا دیا اور اس کو اجمالی طور پر۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جملہ میں ارشاد فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ  
اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا  
رُكُلٍ مُبِينٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَ  
روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت  
بُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝  
اور ثنابت ہے مسلمانوں کے لیے۔

(پ ۱۴۔ النحل آیت ۸۹)



جب قرآن کریم ہر ہر چیز کا روشن بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو قرآن مجید کا تفصیلی علم عطا فرمادیا ہے تو بلاشبہ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیب و شہادت یعنی چھپی ہوئی اور ظاہر تمام چیزوں کا علم عطا فرمادیا۔

اللہ تمام غیبوں کا جانتے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کون کے آگے پیچھے پرہ مقرر کر دیتا ہے تاکہ دیکھ لے کر انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور جو کچھ ان کے پاس ہے سب اُس کے علم میں ہے اور اُس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔ اور نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

(۴) عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ  
أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ  
يَسْأَلُكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا  
لِّيَعْلَمَ مَا تَدَاخَلُ بِهِمْ وَاحْصِيَ كُلَّ  
شَيْءٍ عَدَدًا ۝

(پ۔ ۲۹۔ الجن آیت ۲۶ تا ۲۸)

وَمَا هُوَ عَلَىٰ الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝

(پ۔ ۳۰۔ التکوید۔ آیت ۲۳)

یہ آیت شریفہ نہایت واضح طور پر اعلان کر رہی ہے کہ نبی کو غیب کا علم ہے اور وہ دوسروں کو یہ علم غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ہزاروں غیب کے علوم بتا دیئے جیسا کہ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ:

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے تو ہم لوگوں کو دنیا کے پیدا ہونے کے شروع سے تمام باتوں کو خبر دے دی یہاں تک کہ جہنمی اپنی منزلوں میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی اپنی منزلوں میں داخل ہو جائیں گے جس نے اس کو یاد رکھا اُس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ  
بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّىٰ دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ  
مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ  
وَلَسِيكَ مِنْ لَسِيكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ  
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۔ سوال بخاری)



غور کیجئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک وعظ میں کھڑے ہو کر دُنیا کی ابتداء سے لیکر جنتوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے تک کی تمام باتوں اور واقعات کی خبر دے دی۔ ظاہر ہے کہ دُنیا پیدا ہونے کی ابتداء سے قیامت میں دخولِ جنت اور دخولِ جہنم تک کی مدت میں کتنی کثیر تعداد میں غیب کی باتیں ہوں گی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو بتا دیں۔

اللہ اکبر! سبحان اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی۔ اور آپ کی تعلیم غیب کی کثرت و وسعت کا کیا کہنا۔

بہر حال مذکورہ بالا پانچوں آیتوں اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی آیات، اور حدیثوں سے روزِ روشن کی طرح واضح اور ظاہر ہوتا ہے کہ عالمِ الغیب جل جلالہ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے شمار غیبوں کا علم عطا فرما دیا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحَابِهِ أَجْمَعِينَ  
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔



## (۲) رسالت

### نبی سے کوئی گناہ نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور رسولوں کو بڑے بڑے درجات و مراتب سے سرفراز فرماتا ہے اور ان کو تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم، اور ہر قسم کے عیب سے پاک و منزہ بنا کر مبعوث فرماتا ہے۔ شیطان کے وسوسوں کا حضرت انبیاء علیہم السلام کی مقدس جناب میں گزر نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عصمت خاصہ اور حفاظت مقدسہ ان کی محافظ بنی رہتی ہے اس لیے ان حضرات سے گناہوں کا صادر ہونا محال ہے لہذا ہر نبی قبل اعلان نبوت ہر قسم کے گناہ صغیرہ، و گناہ کبیرہ سے پاک ہوتا ہے فقہائے کرام کا متفق علیہ فتویٰ ہے کہ جو شخص حضرات انبیاء علیہم السلام کو گناہ نگار اور عیب دار بتائے وہ کافر ہے اس خصوص میں مندرجہ ذیل آیتوں پر نگاہ رکھیں جن سے ہدایت کا نور چلتا رہتا ہے۔

(۱) اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَّ كَفٰى بِرَبِّكَ وَاٰتِيًا ۝  
 (۱۵) بنی اسرائیل آیت (۶۵) ہے حفاظت کرنے کو۔  
 (۲) اے شیطان! بیشک جو میرے خاص بند ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے حفاظت کرنے کو۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جنت سے نکال کر فرمایا کہ اے شیطان! تو لوگوں میں گمراہی پھیلانے کا، مگر سن لے کر میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ بھی قابو نہ چل سکے گا۔ کیونکہ میں ان کی حفاظت کے لیے کافی ہوں اس آیت میں خدا کے خاص بندوں سے فراد حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام میری عطا کی ہوئی عصمت کی وجہ سے معصوم، اور اولیاء کرام میری حفاظت کے سبب گناہوں سے محفوظ ہیں "معصوم" سے تو گناہ ممکن ہی نہیں ہے اور "محفوظ" سے گناہ ممکن تو ہے مگر گناہ سزا دہوتا نہیں ہے

(۳) كُوْلَا اَنْ تَبْعُدَكَ لَقَدْ كَذَبْتَ  
 (۴) اے محبوب! اگر تمہیں ثابت قدم رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تصور اسبا جھک



(پ) ۱۵۔ بنی اسرائیل آیت ۷۴) جاتے

اس آیت میں خداوند قدوس جل جلالہ کا اعلان ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو ثابت قدم رکھا۔ یعنی اُن کو معصوم بنایا اس لیے وہ کفار اور اُن کے عقائد و اعمال کی طرف کبھی ذرا بھی مائل نہیں ہو سکتے۔ اور وہ ہمیشہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم رہیں گے۔

صاحبِ جلالین نے فرمایا کہ تَوَلَّآ اَنْ تَبْتَغِيَ عَلَى الْحَقِّ بِالْعِصْمَةِ یعنی اے

پیغمبر! اگر عصمت دے کر ہم آپ کو ثابت قدم نہ بنا دیتے تو آپ کفار کی طرف کچھ مائل ہو جائے مگر چونکہ ہم نے آپ کو عصمت دے کر ثابت قدم بنا دیا ہے اس لیے آپ کبھی بھی کفار کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ صاحبِ جلالین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ

وَهُوَ صَرِيحٌ فِي آتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَمْ يَرْكَبْ وَلَا قَارَبْ -

(تفسیر جلالین ۲۳۶)

بہر حال اس مسئلہ پر اہل حق کا اجماع ہے کہ نبی معصوم ہیں۔ اُن سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہی

نہیں۔ اور نبی کو گناہ ہنگامہ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وَالْقَبْرِ إِذَا هُوَ مَاضٍ  
صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝

پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج  
سے اترے تمہارے صاحبِ بیکے نہ بے

ارادہ چلے۔

رپ ۲۷۔ والنجم آیت ۲

اس آیت میں ”تمہارے صاحب“ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کبھی نہ حق سے

بیکے نہ کبھی گمراہی میں پڑے۔ کیونکہ وہ نبی برحق ہیں اور نبی کا ہر گمراہی اور ہر گناہ سے معصوم

ہونا ضروری ہے۔

بہر حال اوپر تحریر کی ہوئی تینوں آیتوں اور اُن کے سوا دوسری بہت سی قرآنی آیات

سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین اعلانِ نبوت سے قبل اور اعلانِ نبوت کے بعد بہر حال

میں تمام گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔ ہند ہرگز ہرگز کسی نبی کو گناہ ہنگامہ کفر نہیں بلکہ

جو کسی نبی کو گناہ ہنگامہ کفر ہے۔



خوب یاد رکھئے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی طرف گناہ کی نسبت فرمائی یا نبی نے خود اپنے کو گناہگار کہا۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ فعل انبیاء علیہم السلام کے بلند مراتب کے لحاظ سے کم درجے کا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اور انبیاء کرام نے اُس کو گناہ کہہ دیا۔ ورنہ درحقیقت وہ فعل گناہ نہ تھا بلکہ جو یہ وہ فعل انبیاء کے بلند درجات کے لحاظ سے کم درجے کا تھا۔ اس لیے اُن کے حق میں وہ گناہ ٹھہرا ورنہ بھلا نبی معصوم کی مقدس جناب میں گناہ کا گزر کس طرح اور کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟

پھر اگر اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی طرف کسی گناہ کی نسبت فرمادی۔ یا کسی نبی نے اپنے آپ کو گناہگار کہہ دیا تو اس سے کب یہ لازم آتا ہے کہ ہم بھی یہ جرات کر بیٹھیں کہ اس نبی کی طرف گناہ کی نسبت کر دیں۔ (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کرام پر بہت بڑا فضل و کرم ہے اور اس نے اپنے ان مقبول بندوں کو بڑے بڑے درجات و مراتب سے نوازا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے پیارے نبیوں کی مدح و ثنا بھی فرمائے۔ اور کبھی جناب بھی فرمائے اس طرح انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے انتہائی مقرب و برگزیدہ ہیں۔ اور اپنے رب کریم کی بارگاہ میں انتہائی مقرب بھی ہیں۔ اس لیے ان کو بھی حق ہے کہ گناہگار نہ ہوتے ہوئے بھی اپنے کو تواضع کے طریقے پر خدا کا گناہگار کہہ دیں۔ مگر ہم گناہگار اُمتوں کو کب؟ اور کیسے؟ اور کیونکر یہ حق پہنچ سکتا ہے کہ ہم اُن معصوم انبیاء کرام کو گناہگار کہہ دیں۔ ہم کو تو بہر حال اسی عقیدہ پر جینا اور مرنا ہے کہ ہر نبی معصوم ہے یعنی کسی گناہ کا صادر ہونا ناممکن اور محال ہے

## نبی کی ہر بات پوری ہو کر رہتی ہے

اس عنوان کے سلسلے میں بھی قرآن مجید کی چند آیتوں کا جلوہ دیکھئے۔

۱) روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے ایمان قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ کو وہ طود پر جا کر چالیس دن روزہ رکھیں اور ہر رات میں ساری رات عبادت میں مشغول رہیں اس کے بعد آپ کو



تورات شریف عطا کی جائے گی چنانچہ حکم خداوندی کے مطابق آپ نے بنی اسرائیل کی نگرانی کا کام اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ اور خود کو وہ طور پر تشریف لے گئے۔ اس دوران میں ایک شخص جو ”سامری“ کے لقب سے مشہور تھا جو حرامی اور پیدائشی کافر تھا ساور بے پناہ مقرر تھا۔ اُس نے سونے چاندی سے گلے کئے پھڑے کا ایک بت بنایا۔ اور بنی اسرائیل سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے کلام کرنے کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے اور خدا تو خود ہماری بستی میں آگیا ہے۔ سامری نے پھڑے کے منہ میں حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے کی دھول ڈال دی تو پھڑے بولنے لگ گیا تھا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمہارا خدا ہے۔ اور اس نے اپنی تقریر کے زور سے بنی اسرائیل کو اس قدر گمراہ کر دیا کہ ساری قوم بت پرست ہو گئی۔ اور پھڑے کی عبادت کرنے لگی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر کوہ طور سے اپنی بستی میں آئے تو قوم کا یہ بُرا حال دیکھ کر بیحد رنجیدہ ہو گئے۔ اپنے بھائی پر بھی خفا ہو گئے۔ اور سامری کو دیکھ کر غصہ میں بھر گئے۔ اور انتہائی غضب و جلال میں آکر آپ نے سامری کے لیے یہ فرما دیا کہ تو میرے سامنے سے چلا جا۔ دنیا کی زندگی میں تیری یہ سزا ہے کہ تو ہر شخص سے یہ کہتا پھرے گا کہ ”کوئی مجھ سے چھو نہ جائے“ پھر اپنے اس پھڑے کے بت کو آگ میں جلا کر اور کوٹ پیس کر اُس کی راکھ کو سمندر میں پھینک دیا، اور سامری کا یہ حال ہو گیا کہ جب تک وہ زندہ رہا سب آنگ تھلگ رہتا تھا۔ نہ وہ کسی کو چھوتا تھا نہ کوئی اس کو چھوتا تھا ہر شخص کے میل ملاپ سے وہ محروم ہو گیا اور کسی کا روبرو اور دھندے سدھار کے قابل نہ رہ گیا۔ اگر اتفاقاً کوئی اُس کو چھولتا تو وہ اور اس کو چھونے والا دونوں شدید بخار میں مبتلا ہو جاتے سامری بستیوں کے باہر جنگلوں اور میدانوں میں یہی شور مچاتے بھاگا پھرتا تھا کہ کوئی مجھے نہ چھوئے اور انسانوں سے بالکل الگ وحشیوں اور درندوں میں نہایت ہی تلخ اور وحشیانہ زندگی بسر کرتا تھا یہاں تک کہ اسی حال میں مر گیا۔ اس واقعہ کو خداوند کریم نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:



قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ  
تَقُولَ لَا مِسَاسَ مِنِّي وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا  
لَنْ نُخْلِفَهُ ۚ وَانظُرْ إِلَىٰ إِلَهِكَ  
الَّذِي ظَلَمْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحْرُوتِهِ  
تَتَلَوَّنِسْفَةً فِي إِلَهٍ لَّغَايَا أُمَّمًا  
أَنفَعُوا لَكَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

(پ ۱۶ - طہ - آیت ۹۵ تا ۹۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مائے  
تو ڈوڑھٹ جا۔ دنیا میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے  
گا کہ کوئی مجھ سے چھو نہ جائے اور بیشک میرے  
لیے وعدہ کا ایک وقت ہے جو تجھ سے خلاف  
نہ ہو گا۔ اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے  
سامنے دن بھر تو آسن مارے رہا قسم ہے ہم  
ضرور اُسے جلا میں گے پھر اُس کو ریزہ ریزہ کر کے  
دریا میں بہائیں گے تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے  
جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اُس  
کا علم گھیرے ہوئے ہے۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کی رقبلی اور پتھر ملی بنجر زمین کے لیے جو خطرات  
سے بھری ہوئی تھی، دو باتیں اور تمنائیں خداوند قدوس کی بارگاہ میں عرض کیں ایک یہ کہ یہاں  
ایک پُر امن شہر ہو جائے۔ دوسری یہ کہ یہاں کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں کی لذی  
ملے۔ آپ کی یہ دونوں باتیں پوری ہو کر رہیں کہ مکہ مکرمہ اتنا پُر امن شہر بن گیا کہ ایک انسان  
دوسرے انسان کو کیا قتل کرتا، شیر اور میٹھے بھی حرمِ الہی میں شکار نہ بھیجنا نہیں کرتے بلکہ حرم میں  
پہنچتے ہی اپنے شکار کو چھوڑ کر لوٹ جلتے ہیں۔ اور پھلوں کی روزی کا یہ حال ہے کہ دُنیا بھر کے  
پھل اور قسم قسم کے فروٹ مکہ مکرمہ میں بکثرت ملتے ہیں۔ اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی دونوں باتیں  
پوری ہو کر رہیں۔ خداوند کریم نے اس واقعہ کو قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا  
أَمِنًا قَارِئًا رِزْقِ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ ۚ

(پ ۱ - البقرہ آیت ۱۲۶)

اور جب حضرت ابراہیم نے عرض کی کہ اے میرے  
رب اس شہر کو امن و امان والا بنا دے۔ اور  
اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں کی لذی

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا فرلوں کے بارے میں خداوند قدوس سے یہ عرض

کی اور کہا کہ :



رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيَّ اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ  
عَلَيَّ قُلُوبَهُمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى  
يَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِيمَ ۝

اے ہمارے پروردگار! ان (فرعونیوں) کے مالوں  
کو برباد کر دے! اور ان کے دلوں کو سخت کر  
دے کہ یہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک  
عذاب نہ دیکھ لیں۔

(پ ۱۱- یونس آیت ۸۸)

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات پوری ہو کر رہی کہ فرعونیوں کے درہم و دینار  
وغیرہ تمام مال پتھر ہو کر رہ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے کھانے کی چیزیں اور چیل فروٹ بھی  
سب پتھر ہو گئے۔

اور فرعونی کفار پائی پائی اور دانے دانے کے محتاج ہو گئے۔ اور سب کے سب دریائے  
نیل میں غرق ہو کر ڈوب مرے مگر ایمان نہیں لائے۔

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام جن دنوں جیل خانے میں تشریف فرما تھے تو دو نوجوان  
جیل خانے میں آئے اور ایک نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب پوٹ رہا ہوں  
اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے  
پزندے کھا رہے ہیں۔ آپ نے ان دونوں خوابوں کو سن کر یہ تعبیر دی کہ ایک اپنے  
بادشاہ کو بدستور شراب پلانے گا۔ اور دوسرے کو پھانسی دے کر اُس کی لاش کو سولی  
پر لٹکا دیا جائے گا۔ اور پندے اس کا سر کھائیں گے۔ خوابوں کی تعبیر سن کر دونوں نوجوان  
کھٹکھٹا کر ہنسنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہم نے تو کوئی خواب ہی نہیں دیکھا ہے ہم تو آپ  
سے ہنسی مذاق کر رہے تھے یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ

فَعِنِّي الْاَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيْنَ ۝  
(پ ۱۲- یوسف آیت ۲۱)

فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال  
کرتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ جو میں نے کہہ دیا یہ ضرور واقع ہو کر رہے گا۔ تم دونوں نے خواب  
دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ اب یہ حکم ٹل نہیں سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک شخص جیل خانے  
سے رہا ہو کر بدستور سابق اپنے بادشاہ کو شراب پلانے لگا۔ اور دوسرا سولی پر لٹکا دیا  
گیا اور گدھ وغیرہ پندے اُس کی لاش کو نوچ نوچ کر کھانے لگے۔ کیوں نہ ہو کہ اللہ کے



نبی کی بات پوری ہو کر رہی اور جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرما دیا وہ ہو کر رہا۔

(۵) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بے سرو سامانی کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تھی۔ اور صحابہ کرام جس کسمپرسی اور بیکسی کے عالم میں کچھ "حبشہ" کچھ مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ ان حالات کے پیش نظر جہلاکس کے حاشیہ خیال میں بھی یہ آسکتا تھا کہ یہ بے سرو سامان غریب الوطن مسلمانوں کا مافکہ ایک دن مدینہ سے اتنا طاقتور ہو کر نکلے گا کہ وہ کفار مکہ کی ناقابل تسخیر لشکر کی طاقت کو تہس نہس کر ڈالے گا جس سے کافروں کی عظمت و شوکت کا چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ جائے گا لیکن ہجرت سے ایک سال پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمادی کہ

وَأَنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذَا لَا يَلْبِثُونَ حِلَاكَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل آیت ۷۶)

اور (اے پیغمبر!) یہ مکہ والے اگر آپ کو مکہ سے اکتاہٹ میں ڈال چکے ہیں تاکہ آپ کو (مکہ سے) نکال دیں تو وہ آپ کے بعد بہت ہی کم مدت تک باقی رہیں گے۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہو کر رہی کہ ایک ہی سال بعد غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین نے کفار مکہ کے سرداروں کا خاتمہ کر ڈالا۔ اور کفار مکہ کی عسکری طاقت کا جنازہ نکل گیا اور ان کی شان و شوکت مٹ گئی۔

(۶) ہجرت کے بعد کفار مکہ جو شش انتقام میں آپ سے باہر ہو گئے اور جنگ بدر میں شکست کے بعد توجذبہ انتقام نے ان کو پاگل بنا ڈالا تھا چنانچہ مسلسل آٹھ برس تک خون ریز لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور مسلمانوں کو ایک لمحہ کے لیے سکون نصیب نہیں رہا۔ مسلمانوں کو ہر اس کے عالم میں راتوں کو جاگ جاگ کر وقت گزارنے تھے لیکن عین اس پریشانی اور بے چینی کے عالم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بڑی خوشخبری سنائی کہ ان کو دین و دنیا کی باریشا ہی بلکہ شہنشاہی کا تاج پہنایا جائے گا۔ اور آپ نے علی الاعلان حمران کی ایمان افروز آیتوں کو تلاوت فرمانا شروع کر دیا کہ

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيُحْيِيَنَّكُمْ لِيُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَيُخْرِجَهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ



لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں  
خلافت دے گا۔ جیسی ان کے پہلوں کو دی اور  
ضرور ان کے لیے جہاد دے گا ان کا وہ دین جو  
ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے  
اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت  
کریں۔ میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں۔ اور جو اس کے  
بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں

الصَّلِحَاتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ  
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ  
وَيُجَلِّدَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى  
لَهُمْ وَيَكْبِدُ لَهُمْ مِنْ أَعْدَائِهِمْ وَأَمَّا  
يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا طَوْفًا  
كَفَرًا بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ  
پ - ۱۸ النور آیت ۵۵

مسلمان جس پریشانی کن ماحول میں تھے ان حالات میں دین و دنیا کی شہنشاہی کی بشارت  
انتہائی حیرت ناک خبر تھی۔ بھلا کون یہ سوچ سکتا تھا کہ مسلمانوں کا ایک مظلوم و بکس گروہ جو مدینہ اگر چند  
نیک بندوں کے زیر سایہ پناہ لیے ہوئے تھا۔ اور اس کو یہاں اگر بھی سکون نصیب نہ تھا۔ بھلا  
ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ ان اجڑے ہوئے غریب الوطن مسلمانوں کو ایسی عظیم شہنشاہی مل جائے  
گی کہ خدا کے آسمان کے نیچے اور خدا کی زمین کے اوپر خدا کے سوا ان کو کسی اور کا ڈر نہیں ہوگا  
بلکہ ساری دنیا ان کے جاہ و جلال سے لرزہ بر اندام رہے گی۔ مگر ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ  
یہ بشارت حرف بحرف پوری ہوئی۔ اور مسلمانوں نے شہنشاہ بن کر اس طرح کامیاب حکومت  
کی کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام ترقی یافتہ حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور تمام سلاطین عالم  
کی سلطانی کا پرچم عظمت اسلام کے پرچم شہنشاہی کے آگے سرنگوں ہو گیا کیوں نہ ہو کہ یہ  
نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی بات تھی جو پوری ہو کر رہی۔ سچ ہے ۷

ہزار فلسفیوں کی چٹاں چٹیں بدلی

نبی کی بات بدلی نہ تھی نہیں بدلی

(۶) جنگ بدر میں جب کہ کل تین سو تیرہ مسلمان تھے جو بالکل نئے اور بے سر سامان  
تھے بھلا کسی نے خیال میں بھی آسکتا تھا کہ ان کے مقابلہ میں ایک ہزار کاشکرت جبار  
جس کے پاس ہتھیار اور لشکری طاقت کے تمام سامان و اوزار موجود تھے شکست کھا کر  
بھاگ جائے گا۔ اور ستر کافر مقتول اور ستر گرنہار ہو جائیں گے۔ مگر جنگ بدر سے برسوں



پہلے مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اسلامی فتح مبین کی بشارت کا اعلان فرمادیا تھا کہ

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوْتُونَ الدُّبْرَةَ  
 (پ - ۲۷ - القمر آیت ۲۵)

یہ شکرِ عظیمِ شکست کھا جائے گا اور  
 وہ پیٹھ پھیر کر جھاگ جائیں گے۔

اور یہ اعلان بھی آپ نے فرمادیا تھا کہ

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَفْئَاتُ  
 ثُمَّ لَا يَجِدُونَ لِيَاءَ وَلَا نَصِيرًا  
 (پ - ۲۶ - الفتح - آیت ۲۳)

اور اگر کفار تم (مسلمانوں) سے لڑیں گے  
 تو یقیناً پیٹھ کر جھاگ جائیں گے پھر وہ کوئی  
 حامی و مددگار نہ پائیں گے۔

تمام دُنیا نے دیکھ لیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ اعلان کس طرح حروفِ صحیح ثابت ہوا کہ جنگِ بدر میں کافروں کو ایسی شکست ہوئی کہ ان کی عسکری طاقت ہی فنا ہو گئی۔ اور جنگِ خندق میں کافروں کو ایسی ناکامی ہوئی کہ ان کا سارا منصوبہ ہی خاک میں مل گیا۔ پھر فتح مکہ اور جنگِ حنین میں جو کچھ ہوا وہ تاریخِ اسلام پڑھنے والے بچے کو معلوم ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئیاں کس طرح عالم وجود میں جلوہ گر ہو گئیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت کا آفتاب عالم تاب کس شان سے تمام دُنیا کو منور کر گیا۔ اور یہ حقیقت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ تمام دُنیا میں چمکنے لگی کہ نبی صادق کی ہر بات پوری ہو کر رہتی ہے۔

تاریخ نبوت اور قرآن و حدیث میں اس قسم کے واقعات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے مگر ہم نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ان ہی چند واقعات کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ جو طالبانِ ہدایت کے لیے بڑی بڑی روشنیوں کا منارہ ہیں۔ خداوند کریم سب کو ہدایت کے نور سے مشور فرمائے۔ (آمین)



## (۱۷) حضور تمام کمالات نبوت کے جامع ہیں

اس پر تمام اہل حق کا اتفاق و اجماع ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء و افضل الرسل ہیں۔ اور آپ تمام کمالات نبوت و رسالت پر بروحانہ سر فرما رہے ہیں۔ اور آپ کی ذات با برکات میں تمام کمالات و فضائل رسالت اس طرح جمع ہیں۔ کہ آپ کو نہ صرف انبیاء سابقین کے کمالات و معجزات کا جامع بنا کر مبعوث کیا گیا بلکہ بے شمار ایسے فضائل و محاسن اور کمالات و معجزات سے آپ کو سر فرما کر دیا گیا جو صرف آپ کی ذات خاص ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور خداوند عالم نے آپ کے سوا کسی دوسرے نبی و رسول کو ان کمالات و معجزات پر فائز نہیں فرمایا۔ ان مخصوص کمالات و معجزات کو خصائص کبریٰ کے معنی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام مراتب و درجات، اور فضائل و کمالات کو شمار کرنا تو انتہائی مشکل و دشوار ہے۔ کیونکہ آپ کے فضائل و کمالات بے حد و بیشمار ہیں۔ ان میں سے چند قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہیں جن کے ضمن میں دلالت و اشارت ہزاروں کمالات بیان ہو گئے ہیں، اس خصوص میں قرآن کریم کی یہ چند آیتیں خاص طور پر یاد رکھیں۔

لَا كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ  
يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ  
وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ - وَ  
يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ه  
(پ ۲ - البقرہ ۱۷۱ آیت)

جیسا ہم نے تم لوگوں (عربوں) میں ایک  
باعظمت رسول بھیجا تمہیں لوگوں میں سے  
جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور  
تمہیں پاک کرتا اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے  
اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے (۱) رسول عربی (۲) اللہ کی آیتوں کو تلاوت کرنے والا (۳) مومنوں کو پاکیزہ و ستھر بنانے والا (۴) کتاب و حکمت سکھانے والا (۵) ایسی باتیں تعلیم دینے والا جو انسان کے علم میں نہ تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان بڑے بڑے جلیل الشان اوصاف کے ضمن میں کتنے ہی بڑے بڑے کمالات و فضائل



کے اونچے اونچے پہاڑ سر اٹھائے ہوئے ہیں جن کی کثرت و عظمت کو دائرہ تحریر میں لانے کے لیے ہزاروں بڑے بڑے دفتر درکار ہیں۔

(اللہ) وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور  
سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب  
دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرکین برا مانیں

(۲) هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى  
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُطَهِّرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ  
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

(پ - ۱۰ - التوبة - آیت ۳۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (۱) رسول (۲) ہدایت

والا (۳) دین برحق والا (۴) سب دینوں پر غالب ہونے والے دین کو لانے والا (۵) مشرکوں کو جہنم میں ڈالنے والا فرمایا اور پانچ ایسے عظیم الشان خطابات سے نوازا جس کے ضمن میں سیکڑوں بڑے بڑے کمالات کی تجلیاں چمک رہی ہیں جن کی تفصیل اگر تحریر کی جائے تو بہت بڑا دفتر تیار ہو جائے گا۔

وہ جو غلامی کریں گے اُس رسول، بے پڑھنے  
غیب کا خبر دینے والے کی جیسے لکھا ہوا  
پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ  
انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے  
منع فرمائے گا۔ اور تمہری چیزیں ان کے لیے  
حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام فرمائے  
گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے  
اتار دے گا جو ان پر تھے تو وہ جو ان پر  
ایمان لائیں اور ان کی تعظیم کریں اور انہیں مدد  
دیں، اور اُس نور کی پیروی کریں جو ان پر اتارا  
گیا تو وہی لوگ با مراء ہوئے۔

(۳) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ  
الَّذِي الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ  
فِي التَّوْرَةِ، آتِهِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ  
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ  
وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ  
الْمُخَبَّاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ  
وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط قَالَ الَّذِينَ  
آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا  
النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ  
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

(پ - ۹ - الاعراف - آیت ۱۵)

اس طویل آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مندرجہ ذیل



دش اوصاف جمیلہ، والتقاب جلیلہ سے سرفراز فرمایا ہے (۱) رسول (۲) نبی (غیب کی خبر دیتے والے) (۳) اُمّی (جنہوں نے کسی انسان سے نہیں پڑھا) (۴) توریت و انجیل میں لکھے ہوئے (۵) اچھی باتوں کا حکم دینے والے (۶) بری باتوں سے منع فرمانے والے (۷) سُختری چیزوں کو حلال فرمانے والے (۸) گندری چیزوں کو حرام فرمانے والے (۹) انسانوں کے بوجھ اور گلے کے پھندوں کو اتارنے والے (۱۰) اُن پر فوراً تارا گیا۔ یہ دس اوصاف تو صراحتاً مذکور ہوئے۔ اب ان دسوں اوصاف کے ضمن میں کتنے اوصاف ہیں جو دلالت اور اشارتاً سمجھے جاتے ہیں۔ اُن کا شمار بے حد دشوار ہے۔

(۴) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا  
وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۗ وَذَاعِبًا إِلَى اللَّهِ  
بِأَذْنِهِ وَصِرَاحًا مُبِينًا ۝

اے غیب کی خبر بتانے والے (نبی) ہم نے  
آپ کو شاہد و مبشر و نذیر اور اللہ کی طرف  
بلانے والا اور چمکادینے والا آفتاب  
کر کے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

پ۔ ۲۲۔ الاحزاب آیت ۴۵-۴۶

اس آیت شریفہ میں (۱) نبی (غیب کی خبر دینے والا) (۲) شاہد (۳) مبشر (۴) نذیر (۵) الی اللہ (۶) چمکادینے والا آفتاب۔ چھ بلند مرتبہ اوصاف والتقاب کے ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر جمیل فرمایا۔ ان چھ اوصاف کے دامنوں میں کیسے کیسے فضائل اور خصائص کبریٰ کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ اُن کو کما حقہ، بجز اللہ تعالیٰ کے کون جانتا ہے؟

(۵) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

اور ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے  
جہان کے لیے۔

پ۔ ۱۷۔ الانبیاء آیت ۱۰۷

اس آیت مبارکہ میں اللہ جل جلالہ نے آپ کو ”رحمۃ للعالمین“ کے عظیم الشان و جلیل القدر لقب سے سرفراز فرما کر تمام انبیاء و مرسلین اور جمع کائنات عالم کو آپ کی رسالت کی مقدس کل میں پناہ دے دی۔

(۶) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ  
بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۝

(اے محبوب!) ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر  
ایسی رسالت کے ساتھ جو تمام آدمیوں کو گھیرنے



(پ ۲۲ - الساء - آیت ۲۸) والی ہے۔ خوشخبری دینے والا اور فخر سنا کر والا  
اس آیت کریمہ میں سارے جہان کے لیے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمانے کا اعلان  
فرما کر خداوند قدوس نے یہ اعلان فرمادیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے جہان کے  
تمام انسانوں کے نبی ہیں اور تمام انسانوں کو اپنی نجات کے لیے آپ کی تصدیق و اتباع  
ضروری و لازمی ہے۔

(۷) وَأَرْسَلْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ رِسُولًا مُّكَفَّمًا  
بِاللَّهِ شَهِيدًا مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ  
أَطَاعَ اللَّهَ ج وَ مَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ  
عَلَيْهِمْ حَفِظْنَا ۝  
اور اے محبوب! ہم نے آپ کو سب انسانوں  
کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔ اور اللہ کافی ہے گواہ  
جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اُس نے اللہ کا  
حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے آپ کو ان  
کے پیمانے کے لیے نہیں بھیجا ہے۔

(پ ۵ - النساء آیت ۷۹ - ۸۰)

اس آیت شریفہ میں آپ کو رسول فرما کر اعلان فرمادیا گیا کہ جس نے اس رسول  
کا کہا مانا تو اسی نے اللہ کا کہنا مانا۔ اور جو رسول کی تابعداری سے سونہ سوڈ کو جہنم میں چلا گیا  
تو رسول کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ اُس کو جہنم سے نکال کر بچائیں کیونکہ آپ ان  
لوگوں کے نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں۔

الغرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کمالات نبوت و فضائل رسالت سے  
سرفراز فرما کر اس دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ اور خداوند قدوس نے آپ کو بڑے بڑے اوصاف  
و القاب سے نوازا ہے اس طرح کی آیتوں سے قرآن مجید کا دامن بھرا ہوا ہے بطور نمونہ ہم  
نے سات آیتوں کو یہاں نقل کر دیا ہے۔ باقی ہم نے اپنی تصنیفات تقریروں کی پانچوں  
کتابوں، اور سیرۃ المصطفیٰ وغیرہ میں اس مضمون پر سیر حاصل بحث کی ہے خداوند قدوس  
ہماری ان تقریروں کو مقبول فرما کر ان کو قبول فی الارض عطا فرمائے (آمین)

(۱۸) حضور کی تعظیم رکن ایمان ہے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم، اور آپ کا ادب و احترام رکن ایمان



بلکہ ایمان کی جان ہے! اس مضمون پر بھی چند آیات کو یاد کر لیجئے۔ یوں تو پورا قرآن عظیم تعظیم نبوت و احترام رسالت کے نوع بہ نوع پھولوں کا ایک حسین گلہ سترہ ہے مگر یہ قرآنی آیات خصوصیت کے ساتھ بڑی ہی فکر انگیز و عبرت خیز ہیں کہ ان کے معانی و مطالب کے تصور سے ایک مومن کے قلب و دماغ میں نورِ ایمان کی تجلیوں سے اُجالا، اور ایک منافق کے دل و دماغ کا سکون تہ بالا، اور ظلم و حسد و عناد سے اُس کا مونہہ کالا ہو جاتا ہے ان آیاتِ پینات کو بار بار پڑھئے اور اپنے دل کو عظمتِ رسول کا مدینہ بنائے رکھیے!

تو اے محبوب! آپ کے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ آپ حکم فرمادیں اپنے دلوں میں اُس سے رکاوٹ نہ پائیں۔ اور جی جان سے آپ کے فیصلہ کو مان لیں

(۱) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ  
يُحْكَمُوا بِكَ فِي شَأْنِهِمْ فَمَنْ  
يَجِدُ وَاثِقًا فِي نَفْسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا  
قَضَيْتَ وَيُلَيمُوا السَّيِّئَاتِ ۗ

رپ ۵۔ النساء۔ آیت ۶۵)

یعنی لوگ اپنے آپس کے ہر اختلافی معاملات میں جب تک کہ رسول کے فیصلہ کو بلا کر کسی کراہت اور جھجک کے دل و جان سے تہ مان لیں۔ اُس وقت تک انہیں نورِ ایمان نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔ اور ہرگز ہرگز مسلمان ہی نہیں ہوں گے۔ اور اگر کسی کے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی حکم یا کسی فیصلہ سے بال کے کر ڈریں حصہ کے برابر بھی کوئی کراہت اور ناگواری پیدا ہو گئی۔ تو چونکہ اس کے دل میں تعظیم نبوت و احترام رسالت باقی نہیں رہا، اس لیے اُس کے نورِ ایمان کا چراغ فوراً ہی بجھ جائے گا۔ اور اس کا ایمان غارت، اور اُس کے تمام اعمالِ صالحہ اکارت ہو جائیں گے اور وہ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو جائے گا۔ ر نَعُوذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی مِنْهُ )

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا  
لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا  
يُحْيِيكُمْ ۗ

اے ایمان والو! اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اُس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشتے گی۔

رپ ۹۔ الانفال۔ آیت ۲۴)



یعنی جب بھی اللہ کے رسول تمہیں پکاریں تو تم جہاں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو اور جس کام میں بھی رہو تم پر فرض ہو جاتا ہے کہ تم رسول کی پکار پر دوڑ پڑو۔ یہاں تک کہ اگر تم نماز پڑھتے ہو اور اس حالت میں تمہیں اللہ کے رسول پکاریں تو تم نماز چھوڑ کر ان کی پکار پر دوڑ پڑو اور وہ جو حکم فرمائیں اُس کی تعمیل کر کے پھر جہاں سے نماز چھوڑ گئے تھے وہیں سے نماز پوری کر لو۔ رسول کی اس پکار پر آنے جانے، چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے، بات کرنے سے تمہاری نماز نہیں ٹوٹے گی (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۶۶۹ بحوالہ قسطلانی)

بخاری شریف میں سعید بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھنا تھا۔ مجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پکارا میں نے جواب نہ دیا پھر نماز سے فارغ ہو کر حاضر خدمت ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے آنے میں کیوں دیر لگائی؟ تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ تو حضور نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ و رسول کی پکار پر حاضر ہو جاؤ۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۶۹)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے حضور نے انہیں پکارا، انہوں نے جلدی جلدی نماز پوری کر کے سلام عرض کیا حضور نے فرمایا کہ تمہیں میرا جواب دینے سے کیا چیز مانع ہوئی؟ عرض کیا حضور میں نماز میں تھا۔ حضور نے فرمایا۔ کیا تم نے قرآن پاک میں یہ نہیں پایا کہ اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ عرض کیا بیشک۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا! (خزائن العرفان ص ۱۳۱ سورہ انفال) قرآن مجید کی مذکورہ بالا اور بخاری شریف کی حدیث صریح طور پر متنبہ کر رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور ان کے ادب و احترام کا اسلام میں کتنا اہم مقام ہے؟ کیوں نہ ہو کہ تعظیم نبوت ہی تو مدار ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۳) قَالَ ذَيْنَ الْمُنَابِهَةِ وَعَزَّ رُؤُوسَهُمْ وَ  
نَصْرُوهُ وَاتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ  
مَعَهُ لَا أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ  
تو وہ جو اس رسول پر ایمان لائیں اور انکی تعظیم  
کریں اور انہیں مدد دیں اور اس نور (قرآن) کی پیروی  
کریں جو ان کے ساتھ اُترتا تو وہی لوگ باہر ہوئے



(پ ۹ - الاعراف - آیت ۱۵۷)

اس آیت نے یہ فیصلہ کر دیا کہ وہی لوگ مسلمان اور بامراد ہونے والے ہیں جو حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ان کی تعظیم کریں اور ان کے مددگار بنے رہیں۔ اور ان پر جو نوری قرآن مجید نازل ہوا ہے اس کے احکام و فرامین کی پیروی کرتے رہیں۔

معلوم ہوا کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور نصرت و حمایت نہیں کی۔ اور قرآن کے احکام پر نہیں چلا وہ ہرگز ہرگز کبھی بھی بامراد نہیں ہو سکتا یعنی نہ وہ مسلمان ہو سکتا ہے نہ جہنم سے نجات پا کر وہ جنت کی نعمتوں کا حقدار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تعظیم نبوت ہی ایمان و اسلام کا دار و مدار ہے اور جس نے تعظیم نبوت سے موٹھ پھیر لیا وہ مردود بارگاہِ الہی ہو کر اسلام سے مُرتد و فی النار ہو گیا۔

(۴۲) لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ  
كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ  
پ ۱۸ - النور - آیت ۶۳

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ  
جیسا تم میں سے ایک دوسرے کو پکارا کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم رسول کو پکارو تو خبردار خبردار ہرگز ہرگز ان کو اس طرح نام لے کر نہ پکارا کرو جس طرح تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہو۔ بلکہ تم پر فرض عین ہے کہ رسول کو نہایت ہی تعظیم و توقیر کے انداز میں بڑے بڑے اقباب کے ساتھ نہایت ہی نرم آواز سے اور انتہائی متواضعانہ و شکستہ لہجے میں یا نبی اللہ - یا رسول اللہ - یا حبیب اللہ وغیرہ کہہ کر پکارا کرو! کیونکہ اگر تعظیم نبوت کا دامن تمہارے ہاتھوں سے چھوٹ گیا تو پھر تمہارا ایمان سلامت نہیں رہ سکتا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا  
أصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا  
لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ  
أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ه

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی  
آواز سے اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کہو جیسے  
آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں  
تمہارا اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔



مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام رکھو اور آپ کے سامنے چلا چلا کر بات نہ کہا کرو۔ اور خبردار تمہاری آواز نبی کی آواز سے اونچی نہ ہو لے پائے ورنہ اس جرم پر تمہارے اعمال صالحہ غارت واکارت، اور برباد و ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ دربار نبوت کی بے ادبی سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اس لیے تمہارا ایمان اس بے ادبی سے تمس بہنس، اور تمہاری ساری نیکیاں برباد و غارت ہو جائیں گی۔ (تَعْرِفُوا بِاللَّهِ مِنْهُ)

(۶) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَبْظِ رِجَالِنَا وَلَكِنْ إِنْ دُعِيتُمْ فَأَدْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مَسْئَلِينَ لِخَدِيثٍ إِنْ ذُكِرْتُمْ فَان يُؤْذَى النَّبِيِّ فَيَكْتُمُ مِنْكُمْ وَ مَا لَهُ لَا لَيْسَتْ حَتَّى مِنْ الْحَقِّ طَوَّافًا إِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ تَوْرَاءٍ حِجَابٍ ط ذِكْرٌ أَطَهَرَ يُفْلِحُكُمْ وَتَلُو بِهِنَّ ط وَ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَ لَا أَنْ تُنْكِحُوا أَرْوَاحَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ط إِنَّ ذِكْرَكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ط

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ داخل ہوا کرو جب تک اذن نہ پاؤ۔ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ۔ نہ یہ کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ۔ اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بلاؤ۔ بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شر تانا۔ اور جب تم ان نبی کی بیوی سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستمرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔ اور تمہارے لیے جاتز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ کو ایذا دو۔ اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کر دے بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

اس آیت میں نہ صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ادب و احترام کا حکم دیا گیا اور آپ کی ایذا رسانی سے انتہائی تاکید کے ساتھ منع کیا گیا بلکہ آپ کی ازدواجی مطہرات



کے ادب و احترام، اور ان کی عزت و حرمت کا بھی بہت سخت تاکید فرما کر امت کے لیے خداوند قدوس نے قرآن میں نازل فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اللہ عزوجل نے نبی کے ادب و احترام اور ان کے اعزاز و اکرام کو رکن ایمان قرار دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک ذرہ برابر بھی ان کی عالی جناب میں گستاخی و بے ادبی ایک مسلمان کو اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ لہذا ہر دم ہر قدم پر ہر مسلمان کے لیے یہ لازم الایمان اور واجب العمل ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بلکہ ہر اُس چیز کا ادب و احترام کرے اور اُس کے اعزاز و اکرام کا لحاظ رکھے جس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق و نسبت ہو۔ خواہ وہ صحابہ کرام ہوں یا ازواج مطہرات ہوں۔ یا ان کے سوا دوسرے اہل بیت ہوں۔ آپ کی ذات و صفات اور آپ کے اخلاق و عادات، آپ کے دن رات آپ کی ہر ہر چیز اور آپ کی ہر ہر بات غرض آپ سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں سے محبت و عقیدت رکھنے ہوئے سب کو واجب الاکرام و لازم الاحترام سمجھے اور یاد رکھے کہ ذرا سی بے ادبی بلکہ ادب کی کمی مسلمان کے خرمین ایمان کے لیے آگ سے کہیں زیادہ تباہ کن ہے اسی بے ادبی کی نخوست سے سیکڑوں دیندار مسلمان مرتد و بے ایمان ہو گئے۔ اور سینکڑوں صالحین جو جنت میں قدم رکھنے والے ہی تھے، مگر توہین رسالت کی لعنت میں گرفتار ہو کر انہیں ایسی ٹھوکر لگی کہ جنت کے دروازے سے دھتکار و پھٹکار کر ایک دم جہنم کے ایسے خمیق گڑھے میں فی النار ہو گئے کہ جہاں سے ان کا نکلنا ہی محال ہو گیا۔ ان کی مثال زمانہ حال کے وہ گستاخانِ بارگاہِ رسالت ہیں جو عبادت و ریاضت میں انتہائی جدوجہد، اور محنت و مشقت کے باوجود مرتد و بے ایمان ہو کر قبر جہار کے سزاوار ہو کر عذابِ جہنم کے حق دار ہو گئے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ عَاوِلَکَ نَاصِبَہٗ تَصَلٰی نَارًا حَامِیۃً عَدَکَ بہت سے ایسے ہیں کہ عمل بھی کرتے ہیں، مشقت بھی اٹھاتے ہیں مگر ان کا انجام یہ ہو گا کہ جہنم کی بھر پور کٹی ہوئی آگ میں جھونگ دیئے جائیں گے۔ کاش اللہ تعالیٰ ان بارگاہِ رسالت کے بے ادبوں اور گستاخان کو پسھی تو بر کی توفیق عطا فرما دے یا اپنے قبر و جلال سے ان پر ایسا عذاب نازل فرما دے



کہ یہ بدترین مخلوق روئے زمین سے فنا ہو جائے۔ اور ساری دنیا ان کی نحوستوں سے پاک  
وصاف ہو جائے۔ اور سارے عالم میں پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فداکاروں  
اور جان نثاروں کا بول بالا ہو جائے (آمین) وَمَا ذَاكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ رَّهْوٍ  
حَسْبِي وَنِعْمَ التَّوَكِّلُ :

## (۱۹) حضور سے گستاخی کفر ہے

اس سے پہلے کے عنوان میں آپ پڑھ چکے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
تعظیم و تکریم اور ان کا ادب و احترام رکن ایمان بلکہ مدار ایمان، بلکہ ایمان کی جان ہے۔ اب یہ  
پڑھئے کہ اُس مقدس بارگاہ کی بے ادبی اور ان سے گستاخی بلاشبہ یقیناً کفر ہے اس کے  
بارے میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل چند آیات کریمہ کو بطور نمونہ تحریر کر دی گئی ہیں۔

۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا  
وَقُولُوا الظُّرُنَّاءَ أَسْمَعُوا وَبَلِّغُوا  
عَذَابَ الْيَسُوعَ ط

اے ایمان والو! "سرا عینا" مت کہو اور یوں  
عرض کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر رکھیں۔ اور خوب  
غور سے سنو۔ اور کافروں کے لیے دردناک

پ ۱: البقرة آیت ۱۰۴ عذاب ہے۔

معتبر تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو دعوت  
و تقریر میں کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ تو صحابہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے کہ  
”سرا عینا یا رسول اللہ ط“ اس کے یہ معنی تھے کہ یا رسول اللہ ہمارے حال کی رعایت  
فرمائیے یعنی کلام اقدس کو اچھی طرح ہمیں سمجھ لینے کا موقع دیجئے مگر یہودیوں کی زبان میں یہ لفظ  
گالی کے معنی رکھتا تھا۔ ان ظالموں نے اسی بڑی نیت اس لفظ کو کہنا شروع کر دیا۔ حضرت  
سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی بولی سے واقف تھے۔ آپ یہودیوں کی زبان  
سے اس لفظ کو سن کر طیش میں آگئے اور فرمایا کہ اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ کی لعنت ہو۔  
خبردار! اب اگر کسی کی زبان سے میں نے یہ لفظ سنا تو اُس کی گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔ یہودیوں نے  
کہا کہ ہم پر آپ برہم ہوتے ہیں لیکن مسلمان بھی تو یہی لفظ بولتے ہیں۔ اس پر آپ رنجیدہ ہو کر



بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں ”ہَا عِنَّا“ کا لفظ بولنے کی ممانعت فرمادی گئی۔ اور اس مقصد کے لیے ”اَنْظُرْنَا“ کا لفظ بولنے کا حکم ہوا اور یہ ہم، حکم نازل ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر کو مسلمان پہلے ہی سے نہایت غور کے ساتھ کان لگا کر سنیں تاکہ درمیانِ وعظ میں انہیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر، اردان کے سامنے ادب و احترام کے الفاظ عرض کرنا فرض عین ہے۔ اور جس لفظ میں بے ادبی کا ادنیٰ سا بھی شائبہ ہو اس لفظ کو زبان پر لانا مسلمان کے لیے حرام و ممنوع ہے اور آیت کے آخری جملہ ”وَلِيْلِكُمْ فِي عَذَابٍ اَلِيْمٌ“ میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذرا بھی بے ادبی کفر ہے۔ اور کسی بھی نبی کی بے ادبی کرنے والا کافر مرتد اور اسلام سے خارج ہے (خزائن العرفان ص ۱۸ و جلالین وغیرہ)

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ پر تمام علماء اُمت کا اجماع ہے کہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا۔ یا اُن کی ذات ”یا اُن کے خاندان، یا ان کے دین یا ان کی کسی خصلت میں نقص بنانے والا۔ یا اس کی طرف اشارہ کنایہ کرنے والا۔ یا حضور کو بدگوئی کے طریقے پر کسی چیز سے تشبیہ دینے والا۔ یا آپ کو عیب لگانے والا۔ یا آپ کی شان کو چھوٹی بنانے والا۔ یا آپ کی شان کو جھوٹی بنانے والا۔ یا آپ کی تحقیر کرنے والا۔ بادشاہِ اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لعنت کرنے والا یا آپ کے لیے بددعا کرنے والا یا آپ کی طرف کسی ایسی بات کی نسبت کرنے والا جو آپ کے منصب کے لائق نہ ہو۔ یا آپ کے لیے کسی مضر بات کی تمنا کرنے والا۔ یا آپ کی مقدس جناب میں کوئی ایسا کلام بولنے والا جس سے آپ کی شان میں استخفاف ہوتا ہو، یا کسی آزمائش یا استحسان کی باتوں سے آپ کو عار دلانے والا بھی سلطانِ اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے



گا۔ اور وہ مرتد قرار دیا جائے گا۔ اور اُس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

اور اس مسئلہ میں علماء اصرار و سلف صالحین کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسا شخص کا فر قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا۔ محمد بن سحنون علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والا۔ اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے۔ اور جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور توہین رسالت کرنے والے کی دنیا میں یہ سزا ہے کہ وہ قتل کر دیا جائے گا! (شفاء شریف جلد ۲ ص ۱۸۹ ص ۱۹۰)

شفاء شریف کی عربی عبارت کا ہم نے لفظ بہ لفظ ترجمہ کر دیا ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کو غور پڑھ کر بارگاہ نبوت کے گستاخوں و ہابیوں بخندوں، قادیانیوں کو کافر و مرتد سمجھے اور ان مردودوں کے کفر و عذاب میں ہرگز ہرگز شک نہ کرے کیونکہ ان ظالموں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بڑی بڑی بے ادبی کی ہے اور کر رہے ہیں جو ان کی کتابوں اور ان کے عمل سے ظاہر ہے۔ افسوس کہ آج اسلامی سلطنت نہیں رہی ورنہ یہ سب تہ تیغ کر کے دنیا سے فنا کر دیے جاتے۔ (نیا اسناہ و یا حسرتاہ)

۱۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ مَا ضَلَّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَأَيُّكُمْ لَآتَتْهُمُ آيَاتُهُ وَرُسُلُهُ كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ  
لَا تَعْتَدُوا وَقَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ  
پ ۱۰۔ التوبة۔ آیت ۶۶)

اے محبوب! اگر آپ ان سے پوچھیں گے تو کہیں گے کہ ہم تو بے پروا ہی ہستی کیل کر رہتے تھے تو آپ فرمادیں گے کہ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اُس کے رسول سے ہستی کرتے ہو؟ جہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ ۹ھ میں جنگ تبوک کا سفر کرنے کے دوران تین منافق ساتھ میں چل رہے تھے ان میں سے دو تمسخر اور مذاق کے طور پر کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ وہ رومی سلطنت پر قابض ہو جائیں گے بھلا یہ کتنا عقل سے بعید خیال ہے؟ تیسرا آدمی کچھ بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی خداوند قدوس نے مطلع فرمادیا تو آپ نے یمنوں کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگ ایسا ایسا کہہ رہے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم تو راستہ



کالٹنے کے لیے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ اسی موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اور ان منافقوں کا عذر حیلہ قبول نہیں کیا گیا۔ اور ان کے لیے فرمانِ خداوندی نازل ہو گیا کہ :

” بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر“

تیسرا آدمی جو صرف ہنستا تھا اور اپنی زبان سے کوئی گستاخی کا لفظ نہیں بولا تھا۔ جب یہ آیت اتری تو اُس نے صدقِ دل اور اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی۔ اور اس نے یہ دعا مانگی کہ الہی! تو مجھے اپنی راہ میں مقتول کر کے مجھے ایسی موت دے کہ کوئی یہ کہنے والا نہ ہو کہ میں نے غسل دیا۔ میں نے دفن کیا۔ چنانچہ اس کی دعا مقبول ہو گئی اور ایسا ہی ہوا کہ جنگِ یمامہ کے دن یہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ اور پھر اُس کی لاش کا کوئی پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ کہاں چلی گئی؟ اور کس نے اس کو دفن کیا؟ اس شخص کا نام یحییٰ بن حمیرا شحعی تھا۔ چونکہ انہوں نے حضور کی بدگویی سے زبانِ رد کی تھی اس لیے اُس کو سچی توبہ کی توفیق عطا ہو گئی اور ۲ شخصوں نے اپنی زبان سے حضور کا مذاق اڑاتے ہوئے بدگویی کی تھی۔ لہذا ان کو توبہ نصیب نہیں ہوئی اور وہ دونوں کفر ہی پر مرکب رہا۔ جبار کے عذابِ نار میں ہمیشہ کے لیے گرفتار ہو گئے۔

(تفسیر خزانة العرفان ص ۲۳۵ و تفسیر جمل علی الجلائین ج ۲ ص ۲۹۶)

اللہ نے فرمایا کہ اے ابلیس! کس چیز نے	(۳) قَالَ يَا بَلِيسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ
رود کا کہ تو اس کے لیے سجدہ نہ کرے جسے میں نے	لِمَا خَلَقْتُ بِيدَتِي ط اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ
اپنے ہاتھوں سے بنایا کیا تجھے غرور آگیا یا تو تھا	كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ قَالَ اَنَا خَيْرٌ
مغروروں میں سے؟ ابلیس بولا میں اس سے	مِنْهُ ط خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ
بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس کو	طِينٍ ۝ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ
مٹی سے پیدا کیا تو اللہ نے فرمایا کہ تو جنت سے	تَاخْرِجُ ۝ وَالْاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي
نکل جا کہ تو زندہ گیا۔ اور بیشک تجھ پر میری لعنت	اِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۝
ہے قیامت تک۔	(پ ۲۳ - ص - آیت ۷۵ - ۷۸)



اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابلیس جو ملعون کر کے جنت سے نکالا گیا تو اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ اُس نے خدا کی توحید کا انکار کیا تھا یا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا بلکہ اصل سبب یہ تھا کہ اس نے اپنے کو حضرت آدم علیہ السلام سے افضل و بہتر بنا کر ایک نبی (حضرت آدم) کی بے ادبی و گستاخی کی تھی۔ اس لیے وہ کافر ہو کر خداوند قدوس کی دائمی لعنت میں گرفتار ہو گیا۔ بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں ایسی ہیں جن کا حاصل مطلب یہ ہے کہ کسی نبی کے ساتھ کسی قسم کی گستاخی دلیے ادبی کرنے والا یقیناً کافر و مرتد اور جہنمی ہے کیونکہ اس سے پہلے اور ان میں چند آیتوں سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نبی کی تعظیم و تکریم، اور ان کا ادب و احترام رکن ایمان بلکہ عین ایمان، بلکہ ایمان کی جان ہے تو ظاہر ہے کہ نبی کی بے ادبی و گستاخی یقیناً ایمان و اسلام سے خارج کر دینے والی چیز ہے لہذا کسی نبی کے ساتھ گستاخی دلیے ادبی کرنے والا اسلام سے خارج، کافر و مرتد اور ملعون و جہنمی ہے۔

اس لیے خبردار! خبردار! ہمیشہ تقریر و تحریر اور بات چیت میں اس کا دھیان رکھیے کہ کبھی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے جس سے کسی نبی کی مقدس جناب میں کوئی ادنیٰ سا بھی بے ادبی کا شائبہ ہو۔ بلکہ کوئی ایسا لفظ نہ لے لے جس سے بھی پرہیز کرنا لازم ہے جس میں کچھ ادب کی کمی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس رسولوں کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے ان کی عظمت مآب محبوبانِ خدا کی شان و صفت میں کوئی ایسا لفظ بولنا بھی حرام و ممنوع ہے جس کے ایک معنی اچھے اور ایک معنی بُرے ہوں۔ کہ اس میں توہین کا احتمال ہے اور ہر وہ لفظ جس میں ذرا بھی بے ادبی کا احتمال، یا ادب کی کمی کا شائبہ ہو حضرت انبیاء علیہم السلام کی شان میں بولنا سخت حرام و ممنوع ہے۔

ادب گاہ است زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و با بنید ایس جا

(۲۰) محفل میلاد شریف

چند آدمیوں کا ایک مجلس میں جمع ہو کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش



آپ کے نسب و خاندان، آپ کے فضائل و کمالات اور آپ کے معجزات کا بیان کرنا اور آخر میں آپ پر صلاۃ و سلام پڑھنا۔ پھر دُعا پر اس مجلس کو ختم کرنا۔ اسی قسم کی مجالس اور جلسوں کا نام ”محفل میلاد شریف“ ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے مضامین بہت سی آیتوں میں بیان کئے گئے ہیں جن کو میلاد شریف میں بیان کیا جاتا ہے مثلاً

(۱) لَعَدُجَاءٌ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَلْفِيكُمْ  
عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ  
بِأَلْسِنَةٍ مِّنْ رَّءُوفٍ تَرْحِمُهُ ۝

رپ ۱۱۔ التوبہ آیت ۱۲۸

بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے  
وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گرا ہے  
تمہاری بھلائی کے چاہنے والے مسلمانوں پر  
بہت مہربان اور رحم فرمانے والے۔

اس آیت میں لفظ ”جَاءٌ“ (آئے) فرما کر آپ کی پیدائش اور دنیا میں آپ کی تشریف آوری کا تذکرہ ہے اور مِّنْ أَلْفِيكُمْ کے لفظ سے آپ کے نسب و خاندان کا ذکر فرمایا گیا کہ آپ عربی قریشی ہیں۔ پھر آپ کے اخلاق و عادات کا بیان کیا گیا کہ امت کا کسی مشقت و مصیبت میں پڑ جانا آپ پر بہت گراں ہے۔ پھر آپ کے فضائل کا بیان ہے کہ آپ مومنین پر بہت مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ عرض جو مضامین محفل میلاد شریف میں عموماً بیان کئے جاتے ہیں وہ سب اس ایک آیت میں جمع ہیں۔

تفسیر ”خزائن العرفان“ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہوا ہے کہ

اس آیت میں آپ کے میلاد مبارک کا بیان ہے کہ ترمذی کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کا بیان منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا  
(خزائن العرفان ص ۲۴ سورہ توبہ)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے تو حضور نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں محمد بن عبدالمطلب ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سب سے بہترین میں رکھا۔ پھر مخلوق کو دو جماعتوں (عرب و عجم) میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان دونوں میں سے بہترین (عرب) میں رکھا۔



پھر عربوں کے چند قبائل بنا دیئے تو مجھے ان قبائل میں سے سب سے بہترین (قریش) میں رکھا۔ پھر ان قریش کے چند گھر بنا دیئے تو مجھے ان گھروں میں سے سب سے بہترین گھر (بنو ہاشم) میں پیدا فرمایا۔ تو میں اپنی ذات اور گھر کے اعتبار سے تمام مخلوق میں سب سے بہترین ہوں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۳ بحوالہ ترمذی)

اس طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو اپنے معاملہ کا ابتدائی حال بتاتا ہوں۔ میں حضرت ابوالہثم کی دعا ہوں اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اور میں اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو میری نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا کہ میری ماں کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا کہ اس کی روشنی میں شام کے محلات میری ماں کے سامنے ظاہر ہو گئے۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۳ بحوالہ شرح السنۃ)

غور کیجئے کہ اس حدیث میں وہی سب مضامین ہیں جو محفل میلاد شریف میں بیان کئے جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں حدیثوں کو مجمع عام میں بیان فرمایا۔ تو ذکر میلاد شریف کو مجمع عام میں بیان کرنا بھی ثابت ہو گیا۔ لہذا محفل میلاد شریف کی اسل قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میلاد کے لیے مجمع جمع کرنا تو خداوندِ قدوس کی سنت اور اس کا مقدس طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روز ازل میں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو ایک مجمع میں جمع فرما کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے کا سبب نبیوں سے عہد لیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے آپ بھی پڑھ لیجئے۔

وَإِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي إِسْرَائِيلَ  
قَالَ إِنِّي مَخَصَّصٌ لِّمَا مَلَكَتْ يَمِينِي  
وَأَنَا مَخَصَّصٌ لِّمَا مَلَكَتْ يَمِينِي  
قَالَ إِنِّي مَخَصَّصٌ لِّمَا مَلَكَتْ يَمِينِي  
قَالَ إِنِّي مَخَصَّصٌ لِّمَا مَلَكَتْ يَمِينِي

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے انکا یہ عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہاری لاکھوں کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور میرا اس پر ایمان لانا اور



اِصْرِي طَفَالُوا اَقْرَرْنَا قَال  
 فَاشْهَدُوا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ  
 الشُّهَدَاءِ ه فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ  
 فَأُولَئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ه  
 (پ ۳۰ ال عمران . آیت ۸۱ تا ۸۲)

مزد ضرور اُس کی مدد کرنا۔ کیوں تم نے اقرار کیا؟ اور  
 اُس پر پیر بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی کہ ہم  
 نے اقرار کیا تو اللہ نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے پر  
 گواہ ہو جاؤ اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں  
 ہوں تو جو کوئی اس عہد سے پھر جائے تو وہی لوگ  
 فاسق ہیں۔

بہر حال محفل میلاد شریف کا ثبوت قرآن مجید اور حدیثوں سے ثابت ہے اور اس  
 بابرکت محفل کا انکار کرنا سخت محرومی اور اعلیٰ درجے کی شقاوت، اور دین میں ان منکر  
 کی جہالت و سفاہت کا بدترین نمونہ ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

## (۳۱) میلاد شریف کے بعد سلام

اہل سنت والجماعت کا معمول ہے کہ میلاد شریف کے بعد سلام پڑھتے ہیں۔ اس  
 کی اصل و دلیل بھی قرآن عظیم میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ مریم میں دو پیغمبروں کی میلاد اور ان کی پیدائش کا  
 مفصل تذکرہ بیان فرمایا ہے ایک حضرت یحییٰ علیہ السلام کی میلاد۔ دوسرے حضرت عیسیٰ  
 علیہ السلام کی میلاد۔ پہلے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری، پھر ان کی ولادت،  
 پھر ان کے اوصاف کا تذکرہ فرما کر آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :

وَسَلِّمْ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ  
 يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ه  
 اور سلام ہو ان (یحییٰ) پر جس دن وہ پیدا  
 ہوئے اور جس دن وہ وفات پائیں گے اور  
 جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔  
 (پ ۱۶۔ مریم آیت ۱۵)

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر فرمایا کہ حضرت مریم حاملہ ہوئیں پھر  
 بستی سے باہر ایک کھجور کے درخت کے نیچے دروزہ کی وجہ سے وہ بیٹھ گئیں اور اسی جگہ پر  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی پاکدامنی اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ ان سب



تذکروں کو ذکر فرما کر اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے میلاد کے بعد خود اپنے اوپر سلام پڑھا کہ

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ  
 أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ه  
 (پ ۱۶ مریم آیت ۳۳) جاؤں۔

مسلمانانِ اہلسنت جب میلاد شریف کے بعد سلام پڑھتے ہیں تو کچھ بے ادب اور گستاخ لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انہیں ہوش میں آجانا چاہیے کہ وہ کس چیز کا مذاق اڑا رہے ہیں؟ کیا آیاتِ خداوندی، سنتِ الہیہ، اور سنتِ عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑا رہے ہیں؟ اگر معاذ اللہ ایسا خیال ہے تو انہیں اپنے ایمان و اسلام کی خبر گیری کرنی چاہیے کہ ایسی بے ادبی اور گستاخی کے بعد ان کا ایمان و اسلام باقی رہا یا تباہ و برباد ہو گیا مگر سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس ایمان و اسلام تھا بھی یا پہلے ہی سے یہ ایمان و اسلام سے خالی تھے مثل مشہور ہے کہ عزت اُس شخص کی کی جاتی ہے جو عزت دار ہو۔ اور جس کی عزت تھی ہی نہیں تو اُس پر کتنے ہی جوتے برسیں اُس کی عزت کیسے جانے گی۔



## (۳) فرشتوں کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بہت بڑی بڑی طاقتیں عطا فرما کر نظام عالم میں ان کے کچھ فرائض مقرر فرما دیئے ہیں چنانچہ حکم الہی کے مطابق فرشتے نظام کائنات میں طرح طرح کے کام انجام دیتے رہتے ہیں۔ کوئی فرشتہ پانی برساتا ہے کوئی ہوا چلاتا ہے۔ کوئی درختوں اور کھیتوں کو اگاتا ہے۔ کوئی عورتوں کی بچہ دانیوں میں بچوں کی ساخت و پرداخت کرتا ہے کچھ فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں کچھ روح قبض کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ بے شمار فرشتے بے شمار کاموں میں خدا کے حکم سے لگے ہوئے ہیں۔ اسی کو خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمایا کہ

فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ۝  
 (پت - التذمت - آیت ۵) ہیں۔

ان فرشتوں کی قسم جو نظام عالم کی تدبیر کرتے

فرشتوں کی ان کارگزاریوں میں سے ہم چند باتوں کا تذکرہ قرآن مجید کی آیتوں سے یہاں پیش کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ فرشتوں اور ان کی کارگزاریوں پر ایمان لانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ توحید و رسالت اور قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ چنانچہ جو شخص فرشتوں کے وجود اور ان کے کارناموں کا انکار کرے وہ کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہے۔ تین دن تک اگر توبہ نہ کرے گا تو سلطان اسلام اُس کو قتل کرادے گا۔ اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔ نہ اُس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ یہی حکم مرتد کا ہے جو ضروریات دین کا انکار کیا ہو ان سب قسم کے مرتدوں کا یہی حکم ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

### ۲۲۔ فرشتے اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ نے جس فرشتہ کو جس کام کے لیے لگا دیا ہے وہ فرشتہ اسی کام میں لگا ہوا اپنے فرائض کو ادا کرتا رہتا ہے۔ سستی کرتا ہے نہ تھکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:



اور وہی (اللہ) غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اُس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کبھی کوئی تصور نہیں کرتے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً مَّا حَتَّىٰ إِذَا لَبَّيْتُمْ أَحَدَكُمُ الْمَوْتَ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفْتَرُّونَ ۝  
(پ۔ الانعام آیت ۶۱)

اس آیت میں رُسُلُنَا سے مراد فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نُوح قبض کرنے کے کام پر مقرر فرمایا ہے۔ یہ فرشتے اور دوسرے تمام فرشتے کبھی بھی اپنے فرائض میں کوئی تصور نہیں کرتے۔

## ۲۳۔ فرشتے جنگ میں مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں

فرشتوں کا ایک عظیم الشان کارنامہ یہ بھی ہے کہ کفر و اسلام کی جنگ میں فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آجاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں جیسا کہ جنگ بدر میں پہلے تین ہزار فرشتے پھر پانچ ہزار فرشتے آسمان سے اتر پڑے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

جب اے مجھوٹے! آپ مسلمانوں سے فرماتے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تمہاری مدد فرمائے۔ تین ہزار فرشتے امار کر رہے ہیں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو۔ اور کافر اسی دم تم پر اتریں تو تمہارا رب تمہاری مدد کر پانچ ہزار فرشتے لٹان ملے بھی

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ۝ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

مُؤْمِنِينَ ۝ (پ۔ آل عمران، آیت ۱۲۴، ۱۲۵) دے گا۔

اس آیت کریمہ سے کفر و اسلام کی جنگوں میں مسلمانوں کی مدد کے لیے خدا کے حکم سے فرشتوں کا آسمان سے اترنا اور مسلمانوں کی مدد کرنا ثابت ہے۔



## (۲۴) کچھ فرشتے عذاب لاتے ہیں!

بعض فرشتوں کی ڈیوٹی یہی ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے کچھ قوموں پر عذاب لاتے ہیں چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر خوبصورت لڑکوں کی شکل میں فرشتے عذاب لے کر آسمان سے اترے۔ اور پوری بستی کو الٹ پلٹ کر دیا۔ اور بستی والوں پر کنکر پتھر برساکر ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا  
سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً  
مِّن سِجِّيلٍ مَّنصُودٍ ۝

پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آیا تو ہم نے اُس  
بستی کے اوپر کو اُس کا نیچا کر دیا۔ اور  
اس پر کنکر کے پتھر لگاتا رہے۔

پک - ہود - آیت ۸۲

## (۲۵) فرشتے انسانی شکل میں آتے ہیں

فرشتے انسانی شکل میں آیا کرتے ہیں چنانچہ اپنے پڑھ لیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر جو فرشتے عذاب لے کر اترتے تھے وہ خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آتے تھے یہی فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلَنَا إِبْرَاهِيمَ  
بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا قَالَ  
سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ  
حَنِيزٍ ۚ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا  
تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ  
مِنْهُمْ خِيفَةً ط قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا  
أَرْسَلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ۚ (پک - ہود آیت ۶۹)

اور بیشک ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم  
کے پاس خوشخبری لے کر آئے بولے سلام  
آپ نے بھی کہا سلام پھر کھچو دیر نہ کی کہ ایک بھنا  
ہوا پھڑپھڑالے آئے پھر جب دیکھا کہ ان کے  
ہاتھ کھانے کی طرف نہیں پہنچتے تو ان کو اہنبی سمجھ  
کر جی ہی جی میں ان سے ڈرنے لگے تو فرشتے  
بولے کہ ڈریے نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں



بہر حال قرآن مجید سے ثابت ہے کہ فرشتے انسانی شکل میں انسانوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مسجدوں میں اور حج کے موقعوں پر فرشتے بکثرت آیا کرتے ہیں جو نمازیوں اور حاجیوں کے امتحان کے لیے آتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ مسجدوں میں یا مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں ہوشیار رہیں کہ ہمارے سامنے آنے والا اجمعی شخص کہیں کوئی فرشتہ نہ ہو۔ اکثر حجاج کرام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حلالوں، دوکانداروں اور سائلوں وغیرہ سے الجھتے اور ان سے گالی گلوچ کرتے۔ بلکہ ہاتھ پائی کر بیٹھتے ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ آدمی شاید کوئی فرشتہ ہو جو انسانی شکل میں حاجیوں کے امتحان کے لیے آیا ہو؟ لہذا بہت سنبھل کر رہنا چاہیے اور ہرگز ہرگز کسی سے الجھنا اور جھگڑنا نہیں چاہیے۔ بلکہ صبر کرنا چاہیے کہ اسی میں اپنے ایمان و عمل کی سلامتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## (۲۶) حاملین عرش اور ان کی دعا

کچھ فرشتے عرش الہی کو اٹھائے ہوئے ہیں یہ فضل و شرف اور قرب خداوندی میں دوسرے فرشتوں سے بڑھ کر ہیں۔ یہ فرشتے خدا کی تسبیح اور دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کی خاص دعا یہ ہے کہ یہ توبہ کرنے والے مومنین کی مغفرت کے لیے دعائیں مانگا کرتے ہیں۔ چنانچہ خداوند قدوس نے فرمایا کہ:

وہ فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں۔ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی مغفرت کے لیے دعاء مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور علم میں ہر چیز کی سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی۔ اور تیری راہ پر چلے اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ  
يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ  
لِلَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ  
رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ  
تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ  
عَذَابَ الْحَرِيمِ ۝

رَبِّ - الْمُؤْمِنِينَ - آیت ۷۷



سُبْحَانَ اللَّهِ هَمَارِي جَانِ قَرْبَانِ هُوَ رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ كَمَا نَعْلَمُ بِكَ يَا كَرِيمُ  
 جوتوں کے صدقے میں ہم توبہ کرنے والے گناہگار مسلمانوں کی مغفرت کی دعائیں وہ فرشتے  
 مانگا کرتے ہیں جو عرش الہی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اللہ اکبر کیا ہی بڑا مرتبہ ہے۔ حضور علیہ  
 الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کا۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ  
 أَجْمَعِينَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

## (۴) قرآن مجید

### (۲۷) قرآن بیان و ہدایت اور نصیحت ہے

قرآن شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ مقدس کتاب ہے  
 کہ ہر چیز کا روشن بیان، اور مسلمانوں کے لیے رحمت اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔  
 چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

هَذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ  
 لِّلْمُتَّقِينَ ۝  
 یہ قرآن لوگوں کے لیے بیان، اور ہدایت  
 اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔

(پ۔ ال عمران۔ آیت ۱۳۸)

دوسری آیت مبارکہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيَانًا لِّكُلِّ  
 شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ  
 لِّلْمُسْلِمِينَ ۝  
 اور اے پیغمبر! ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل  
 کی جو ہر چیز کا روشن بیان اور ہدایت و رحمت  
 اور مسلمانوں کے لیے خوشخبری سنانے والی

رپ۔ النحل۔ آیت ۸۹ ہے۔

قرآن مجید بہت سے بڑے اوصاف کا جامع ہے۔ ان اوصاف میں سے چند یہ ہیں  
 جو مذکور ہوئے۔ ابھی ان کے علاوہ سینکڑوں دوسرے اوصاف و افعال ہیں جن کو خداوند  
 عالم نے قرآن مجید میں بار بار ذکر فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حدیثوں میں



مجھ بیان فریالے ہے۔

## (۲۸) قرآن مجید شفا رہے

قرآن مجید روحانی اور جسمانی دونوں بیماریوں کے لیے شفاء ہے مطالعہ کیجئے فرمان الہی

ہے کہ :

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی۔ اور دلی کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْوِينُ مَوْعِظَةٍ  
مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ۗ  
وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

(پ۔ یونس۔ آیت ۵۷)

اور ہم قرآن میں سے اتارے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔ اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ  
لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ  
إِلَّا خَسَارًا ۝

(پ۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۸۲)

قرآن کریم دلوں کی بیماریوں یعنی گمراہیوں اور بُرے عقائد و خیالات جو روح پر اثر انداز ہوتے ہیں ان کے علاوہ جسمانی طرح طرح کی بیماریوں کے لیے بھی بہترین نسخہ شفاء ہے بلکہ چودہ سو برس کا تجربہ ہے کہ بعض وہ بیماریاں جن کا علاج دینا بھر کے ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس نہیں ہے جیسے جادو۔ ٹونا اور شیطانی اثرات کہ دنیا کا کوئی ڈاکٹر اور حکیم ان بیماریوں کا علاج نہیں کر سکتا مگر قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں سے ان مرضوں کا علاج اس قدر جلد اور بہتر طریقے پر ہو جاتا ہے کہ کبھی یہ امراض سر نہیں اٹھا سکتے۔

## (۲۹) قرآن کا مثل ممکن نہیں

قرآن کریم خداوند قدوس کی وہ بے مثل و بے مثال کتاب ہے کہ اس کا مثل ممکن ہی

نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ۔



انے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام آدمی اور  
جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ  
اس قرآن کے مانند لائیں تو اس کا مثل نہ لا  
سکیں گے اگر ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

قُلْ لَنْ يَجْتَمِعَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ  
عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذِهِ الْقُرْآنِ  
لَآ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ  
لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝

ر پ ا۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۱۸۸

غور کیجئے کہ چودہ سو برسوں سے قرآن کا یہ چیلنج سارے عالم کے سامنے ہے اور  
دنیا میں لاکھوں فصیح و بلیغ گزر چکے۔ ایک سے ایک سخنور و دانشور اس دنیا میں ہو چکے اور  
کافروں نے اسلام کے خلاف سیکڑوں لڑائیاں لڑیں اور کشت و خون کا بازار گرم ہوا مگر کوئی  
بھی اس قرآن کے چیلنج کو قبول نہیں کر سکا۔ حالانکہ کافروں کے لیے جنگ اور خون ریزی سے بہت  
زیادہ یہ آسان تھا کہ وہ قرآن کا مثل لا کر اسلام کی حقانیت و صداقت کے پرچم کو ہمیشہ کے  
لیے سڑنگوں کر دیتے مگر پورے قرآن کا مثل تو کیا لاتے۔ قرآن کی کسی ایک سورہ کا بھی مثل نہ لا  
سکے۔ اور نہ قیامت تک لاسکیں گے جیسا کہ قرآن مجید نے کافروں کو لٹکار کر چیلنج دیا کہ

اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے  
خاص بندے پر اتارا ہے تو اس جیسی ایک  
سورہ تولے اور اللہ کے سوا اپنے سب  
حالیوں کو بلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ  
عَبْدِنَا فَاتُوا بِالْبُرْهَانِ مِثْلِهِ  
وَأَدْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ  
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

ر پ ا۔ البقرہ۔ آیت ۱۲۳

چنانچہ اُس وقت سے چودہ سو برس سے زائد کا عرصہ گزر گیا مگر آج تک کوئی کافر  
قرآن مجید کی کسی سورہ کا مثل بھی نہیں لا سکا۔ اور نہ تمام کفار قیامت تک لاسکیں گے جیسا کہ  
قرآن مجید نے اس کی پیشین گوئی فرمائی ہے کہ :

پھر اگر تم نہ لا سکو۔ اور ہم فرماتے دیتے ہیں کہ  
تم ہرگز نہ لا سکو گے۔ تو ڈرو اس آگ سے  
جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لیے۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا  
النَّارَ الَّتِي وَسَّوَّهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ  
أَعَدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝



رپا - البقرة - آیت ۲۲) تیار رکھی گئی ہے۔

بہر حال یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے کہ قرآن مجید کا مثل لانا نہ اب تک کوئی کر سکا ہے نہ آئندہ کبھی کر سکتا ہے۔ اس لیے یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن کا مثل ممکن ہی نہیں ہے لہذا قرآن ہرگز ہرگز کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ بلاشبہ یقیناً بہ اللہ تعالیٰ کا کلام، اور اسی کی کتاب ہے جو سارے جہان کی ہدایت کے لیے خدا کے آخری پیغمبر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔

### (۳۰) قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے

قرآن مجید اگلی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اس معنوں پر حسب ذیل آیات کا خصوصی طور پر مطالعہ کیجئے۔

اللہ نے اے نبیؐ آپ پر یہ سچی کتاب اتاری۔ اور اسی نے توریت و انجیل کو بھی نازل فرمایا

(۱) نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ  
وَأَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۝

(۲) رپا - ال عمران - آیت ۴

اے محبوب! ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری جو اگلی کتابوں کی تصدیق فرمائی ہے اور ان پر محافظہ و گواہ ہے۔

(۳) وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ  
مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ  
الْكِتَابِ وَكَهْمِينًا عَلَيْهِ ۝

(رپا - المائدة - آیت ۴۸)

اس قسم کی دوسری آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید اگلے سب انبیاء اور رسولوں اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور قرآن اعلان کرتا ہے کہ تمام انبیاء سابقین اور ان کی کتابیں سب برحق ہیں۔ اسی لیے قرآن کے ہر ماننے والے پر فرض ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین پر ایمان لائے۔ اور ہرگز ہرگز کسی نبی کی نبوت اور کسی آسمانی کتاب کا انکار اور ان کی تکذیب نہ کرے اگر کوئی کسی ایک نبی کا انکار کرے یا کسی اگلی آسمانی کتاب کو جھٹلا دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اس لیے مسلمان ہونے کے لیے لازم و ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں، اور



اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان لائے۔ اور سب کو برحق مانے۔

## (۳۱) قرآن کو صرف پاک لوگ چھوئیں

قرآن مجید اتنی مقدس اور پاکیزہ کتاب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو صرف وہی لوگ چھوئیں جو پاک ہوں۔ اسی لیے جن پر غسل فرض ہو یعنی جنب اور عین و نفاس والی عورت، اور بلا وضو والے پر قرآن مجید کو ہاتھ لگانا اور چھونا حرام ہے۔ ہاں بلا وضو والا آدمی قرآن مجید کو زبانی پڑھ سکتا ہے۔ چھو نہیں سکتا۔ اور جنب و حیض و نفاس والی عورت تو زبانی بھی قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتے اور نہ چھو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي صِحِّبٍ  
تَمْكُونِ ۝ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝  
(رپ ۲۱ - الواقعة - آیت ۹)

بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔ محفوظ  
نوشتہ میں۔ اسے نہ چھوئیں مگر پاک لوگ

## ضروری ہدایت

اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ آج کل مدارس عربیہ اور مسلمان تاجروں کے اشتہاروں اور کیلینڈروں میں قرآن مجید کی آیتوں کو چھاپنے کا جبر و اج پڑھ گیا ہے۔ یہ بہت ہی غلط طریقہ ہے جو خلاف شریعت ہے۔ کیونکہ یہ اشتہارات عام طور سے دیواروں پر چسپاں کئے جاتے ہیں۔ اور بہت جلد مٹ پھٹا کر ادھر ادھر پاک و ناپاک جگہوں میں گر کر اڑتے پھرتے ہیں۔ اس سے قرآن عظیم کی بڑی بے ادبی ہوا کرتی ہے۔ پھر لوگ عام طور پر بلا وضو ان اشتہاروں اور کیلینڈروں کو چھوتے رہتے ہیں جو جائز نہیں ہے۔ اس لیے مدارس عربیہ کے علماء و اراکین کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی اس کا خیال رکھیں۔ اور دوسروں کو بھی اس غلط رویہ سے منع کرتے رہیں کہ بلا وضو قرآن مجید کی کسی بھی آیت کو چھونا حرام ہے۔



## (۳۳) قرآن میں کوئی اختلاف نہیں

قرآن مجید ایسی کتاب ہے کہ نہ اس میں کوئی اختلاف ہے نہ اس کی آیتوں میں کوئی تعارض یا تضاد ہے۔ کہیں بھی اس کا مضمون اس کے کسی مضمون سے ٹکراتا نہیں جتنا پختہ قرآن مجید کے کتاب الہی ہونے کی بہت سی دلیلوں میں سے یہ بھی ایک بہت بڑی اور بہت ہی ٹھوس دلیل ہے کہ قرآن مجید کسی انسان کی لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ خداوند قدوس کی نازل کی ہوئی مقدس کتاب ہے جیسا کہ خود رب العزت جل جلالہ نے قرآن مجید میں لوگوں کو متنبہ کرنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ اور لوگوں کو اس طرح غور و فکر کرنے کی دعوت دی کہ :

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ  
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ  
إِخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝

تو کیا لوگ غور نہیں کرتے قرآن میں اگر وہ  
غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور لوگ  
اس میں بہت اختلاف پاتے۔

(پ۔ النساء۔ آیت ۸۲)

مگر چودہ سو برس گزر جانے کے باوجود آج تک کوئی یہ نہیں دکھا سکا کہ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت سے ٹکراتی ہے اور قرآن کی باتوں اور اس کے مضامین میں اختلاف ہے کہ کہیں کچھ ہے اور کہیں کچھ۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام، اور اسی کی کتاب ہے۔ کیونکہ انسانوں کے کلام اور ان کی کتابوں میں کہیں نہ کہیں تعارض و اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے۔ جیسا کہ تجربہ اس پر شاہد ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)



## ۵۔ تعلیم و تعلم کا بیان

(۳۴) اہل علم کے درجات کو بلند کیا گیا ہے

اللہ تعالیٰ نے علم والوں کے مراتب و درجات کو بہت بلند فرمایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ:

(۱) قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۲۳۔ الزمر۔ آیت ۹)

اے محبوب! آپ فرمادیں کہ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟

مطلب یہ ہے کہ علم والے اور غیر علم والے دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ علم والوں کے درجات و مراتب بہت بلند و بالا ہیں۔ اور جو بلا علم ہیں وہ ان بلند مراتب و درجات سے محروم ہیں تو عہدایہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟

(۲) يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط (۲۴۔ مجادلہ۔ آیت ۱۱)

اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم دیا گیا درجات بلند فرمائے گا۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے درجات بلند فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ان کے مراتب و درجات کی بلندی کا کیا کہنا؟ واقعہ یہ ہے کہ علمائے کرام کے درجات و مراتب بہت ہی جلیل القدر ہیں۔ کاشحش امام مسلمان ان آیتوں کی روشنی میں اہل علم کے مراتب و درجات کو پہچان کر اپنے عالموں کی قدر کریں۔ اور ان کے اعزاز و احترام کا ہر جگہ اور ہر موقع پر لحاظ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بخشے (آمین)



## (۳۴) علم دین حاصل کرنے کیلئے سفر

علم دین حاصل کرنے کے لیے ہر قوم میں سے کچھ لوگوں کو سفر کا حکم دیتے ہوئے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْتَرُوا كَافَّةً  
فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ  
طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ  
لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا  
إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ

اور مسلمانوں سے یہ تو ہونہیں سکتا کہ سب  
کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ  
میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ  
حاصل کریں اور واپس ہو کر اپنی قوم کو ڈر  
سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

(پ - التوبة - آیت ۱۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قبائل عرب میں سے ہر ہر  
قبیلہ میں سے جماعتیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوتیں۔ اور وہ حضور  
سے دین کے مسائل سیکھتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں فرض و واجب، اور حلال  
و حرام وغیرہ کا علم سکھاتے۔ اور انہیں اللہ و رسول کی فرماں برداری کا حکم دیتے پھر ان  
علم حاصل کرنے والوں کو ان کی قوموں پر مامور فرماتے کہ وہ انہیں نماز و زکوٰۃ وغیرہ ارکان  
اسلام کی تعلیم دیں جب وہ لوگ اپنی قوم میں پہنچتے تو اعلان کر دیتے کہ جو اسلام لائے  
وہ ہم میں سے ہے۔ اور لوگوں کو خدا کا خوف دلاتے۔ اور دین کی مخالفت سے ڈراتے۔  
یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ بے پڑھے لکھے یا نکل ہی بے علم  
آدمیوں کو بہت تھوڑی مدت میں دین کے احکام کا عامل، اور قوم کا ہادی بنا دیتے تھے۔  
اور پھر ان کی تعلیم و تربیت سے علماء دین کی ایک فوج تیار ہو جاتی تھی۔ جو تعلیم دین کی  
اشاعت کے لیے دور دور کا سفر کر کے عام مسلمانوں کی دینی تعلیم اور ان کی اسلامی  
تربیت کرتے۔ اور انہیں مراطہ مستقیم کی شاہراہ پر چلا دیتے۔

اس آیت شریفہ سے چند مسائل معلوم ہوئے۔



(۱) علم دین حاصل کرنا فرض ہے جو چیزیں بند سے پر فرض و واجب ہیں، اور جو اس کے لیے حرام و ممنوع ہیں۔ اور جو ضروریات دین ہیں ان کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ یعنی ہر ایک مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے یعنی اگر کچھ مسلمان اس کو سیکھ لیں گے تو سب مسلمانوں کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے بھی اس فرض کو ادا نہ کیا تو تمام مسلمانوں پر اس فرض کو چھوڑ دینے کا گناہ لازم ہوگا۔

(۲) علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کا حکم بھی اس آیت سے معلوم ہوا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ جو شخص علم طلب کرنے کے لیے کسی راستے میں چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان فرمادے گا۔

(۳) علوم میں افضل ترین علم فقہ ہے۔ حدیث شریفہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے بہتری چاہتا ہے اس کو دین میں "فقہ" بناتا ہے۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۳۲ بحوالہ بخاری و مسلم)

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک فقہ شیطاں ہر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۳۳ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ)

**فقہ کیا ہے؟** احکام دین کے علم کو "فقہ" کہتے ہیں۔ علماء کی اصطلاح میں جن مسائل کو "فقہ" کہتے ہیں یعنی "کتاب الطہارۃ" سے دو کتاب الیراث تک کے مسائل درحقیقت "ہر احکام دین کے علم" کا صحیح معلق ہیں۔ وہ علم

(۳۵) واعظوں کی جماعت ضروری ہے

ہر زمانے میں ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو لوگوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعے دین کی باتیں بتاتے رہیں۔ مگر واضح رہے کہ جاہلوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ وعظ بیان کریں۔ اس لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر واعظ دین کا علم رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن



مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى  
الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ  
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ  
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

اور تم مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے  
کہ لوگوں کو عبلا کی طرف بلائیں اور اچھی  
بات کا حکم دیں اور بُری بات سے منع  
کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

(پک - ال عمران - آیت ۱۱۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واعظوں کے ذمے تین چیزوں کی ذمہ داری سپرد فرمائی  
ہے۔ دعوت الی الخیر امر بالمعروف - نہی عن المنکر۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں فرائض کو وہی واعظ  
ادا کر سکتا ہے جو دین کا علم رکھتا ہو۔ لہذا عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ہرگز وہ جاہل و غفل  
کو اسٹیج پر کھڑا نہ ہونے دیں۔ اور نہ ان کا وعظ سنیں۔ نہ جاہل واعظوں کی خوش آوازی اور  
ان کی تفریحی لطیفوں، اور ہنسنے ہنسانے کی باتوں پر زبکھ کر ان کو مسند ارشاد پر بٹھا دیا  
کریں۔ بلکہ ہمیشہ مستند علماء کرام کا وعظ سنیں۔ اس لیے کہ جاہل واعظوں، اور جاہل پیروں  
کی وجہ سے ملک بھر میں فتنوں کا ایسا سیلاب بلکہ طوفان آگیا ہے کہ اس کی طبعانی اور  
طوفانی کیفیت کو دیکھ کر علماء حق حیران رہ گئے ہیں۔

لہذا اسلام اور مسلمانوں کی اسی میں خیریت ہے کہ نہ جاہلوں کا وعظ سنیں نہ جاہلوں  
سے مُرید ہوں۔ اسی طرح کسی بد مذہب اور بد عمل واعظ کا بھی ہرگز ہرگز کبھی وعظ نہ سنیں کہ  
اس میں شدید گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اسی لیے علماء کرام و مفتیان عظام کا یہ فتویٰ ہے  
کہ بد مذہبوں اور بد دینوں کا وعظ سنتا۔ اور ان لوگوں کو وعظ کے اسٹیج پر بٹھانا حرام ہے۔  
حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ

دشمن دین را ذلیل و خوار دار بہر او منبر منہ بردار دار  
یعنی دین کے دشمن بد دین اور بے دین کو ذلیل و خوار کر کے دکھو۔ ان کے لیے منبر  
مت رکھو بلکہ ان کو سولی دے دے  
او نہ ہرگز واعظ اسلام بود  
در حقیقت او صغیر دام بود



یہ شخص ہرگز ہرگز اسلام کا واعظ نہیں۔ بلکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ پرندوں کو جال میں پھنسانے والا جال کے پاس چڑیوں کی بولی بول کر چڑیوں کو جال کے پاس جمع کر کے اُن کو جال میں پھانس لیتا ہے! بالکل یہی حال ان بدین مولویوں کا ہے کہ یہ عوام کے سامنے اپنی شیریں کلامی سے تقریریں کر کے عوام کو اپنی بد مذہبی کے جال میں پھانس لیتے ہیں۔ چنانچہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ تبلیغی پارٹی کے لوگ عوام کے سامنے نماز کا وعظ بیان کر کے لوگوں کو اپنا معتقد بنا لیتے ہیں۔ پھر چند دنوں چلہ میں اُن کو ساتھ رکھ کر پکا دیوبندی بنا ڈالتے ہیں۔ اس طرح ہزاروں سنی صحیح العقیدہ مسلمان گمراہ ہو کر بد مذہب ہو گئے۔ یہ سب نتیجہ ہے ان تبلیغیوں کے وعظ سننے کا۔ اور جو سنی مسلمان ان لوگوں کا وعظ سننے سے پرہیز کرتے رہے۔ الحمد للہ کہ ان کا دین و مذہب ہر قسم کی گمراہیوں سے محفوظ رہا۔ لہذا اس مسئلہ کو اچھی طرح دھیان میں رکھیے کہ خبردار۔ خبردار۔ ہرگز ہرگز کسی گمراہ مولوی کا وعظ نہ سنیں۔ اگرچہ وہ کتنا اچھا وعظ بیان کرے۔ ورنہ گمراہی کے خطرہ سے بچنا دشوار ہو جائے گا۔ خداوند کریم ہم سب کو گمراہی سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

## (۳۶) کھڑے ہو کر وعظ بیان کرنا ہے

اگرچہ بیٹھ کر وعظ بیان کرنا بھی جائز ہے کیونکہ شریعت میں اس کی ممانعت نہیں آئی ہے مگر کھڑے ہو کر وعظ بیان کرنا افضل اور سنوں طریقہ ہے۔ کیونکہ خداوند قدوس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وعظ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَإِذَا رَأَوْتُجَامَةً أَوْ طَهُونًا فَفَضُّوا  
إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا

اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا  
تو اس کی طرف چلے گئے اور اسے پیٹھ پر آپ  
کو خطبہ میں کھڑا چھوڑ دیا۔

(پ۲ - الجمعة - آیت ۱۱)

اس آیت میں "تَرَكَوكَ قَائِمًا" میں صاف صاف اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے اور وعظ فرمایا کرتے تھے! اسی لیے جب بنو امیہ کے ظالم امراء بغیر کسی عذر کے محض تکبر اور گھمنڈ سے پیٹھ پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے تو



صحابہ کرام اس پر ناراض ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ سہ  
عبدالرحمن بن اُمّ الحکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا۔ تو حضرت کعب بن عجرہ صحابی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور انہوں نے عبدالرحمن کو بیٹھ کر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھ کر  
فرمایا۔ اے لوگو! اس غیبت کو دیکھو کہ یہ بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا ہے کہ جب لوگوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھ لیا تو اس کی طرف چلے گئے اور آپ  
کو خطبہ میں کھڑا چھوڑ دیا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲۴ بحوالہ مسلم)

عبدالرحمن بن اُمّ الحکم بنو امیہ کے امراء میں سے تھا۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے جیسا  
کہ قرآن سے ثابت ہے۔ اور عبدالرحمن بن اُمّ الحکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا ہے۔ آپ کو اس  
ترک سنت پر اتنا جلال آگیا کہ آپ نے اس کو غیبت کہہ دیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

## (۳۷) واعظ پر صرف تبلیغ احکام ہے عمل کرانا نہیں

واعظ کے ذمہ صرف احکام خداوندی کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ واعظ کا کوئی  
ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے عمل بھی کرائے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہایت  
واضح الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ سہ

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ  
وَلِحُذْرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ مَا عَظَّمْنَا  
أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ  
الْمُبِينُ ۝

اور حکم مانو اللہ کا حکم مانو رسول کا۔ اور  
بیشیار رہو۔ پھر اگر تم پھر جلا تو جان لو کہ  
ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر  
حکم پہنچانا ہے۔

(پکے ۱۰ المائدہ آیت ۹۲)

اس آیت میں خداوند عالم نے نہایت واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ رسول اور  
نابین رسول کی فقط اتنی ہی ذمہ داری ہے کہ وہ خدا و رسول کے احکام کو لوگوں تک  
پہنچاتے وسامت کے ساتھ پہنچا دیں۔ باقی احکام پر عمل کرانا اور یہ رسول کی ذمہ داری ہے۔



نہ علماء و واعظین کی عمل کرنے کی تمام تر ذمہ داری لوگوں کی ہے۔ ہاں البتہ سلطان اسلام اور اُس کے امراء پر لازم ہے کہ عوام سے قوانین اسلام پر عمل کرائیں۔ کیونکہ اُن کے ہاتھ میں اسلامی سلطنت کی باگ ڈور ہے اور ان کے پاس طاقت بھی ہے چنانچہ جب اسلامی سلطنت قائم ہو گئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں کو مجبور کر کے احکام اسلام پر عمل کرایا۔ اور آپ کے بعد حضرات خلفائے راشدین نے بھی اس پر عمل کیا۔ اور قیامت تک آنے والے سلاطین اسلام اور اُن کے مقرر کردہ حاکموں پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو طاقت استعمال کر کے مجبور کریں کہ وہ احکام اسلام پر عمل کریں اور شرعی جرائم پر حدود و تعزیرات (شرعی منزائیں) جاری کریں کہ اس کے بغیر اسلامی معاشرے کی اصلاح ناممکن ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل دور دور تک کہیں اسلامی سلطنتوں کا پتہ ہی نہیں ہے۔ ہاں مسلمانوں کی چند حکومتیں ہیں۔ مگر ان حکومتوں پر تقریباً ہر جگہ ایسے ملحدین کا قبضہ ہے جن کے فقط نام تو اسلامی ہیں۔ مگر عمل و کردار کے اعتبار سے اُن میں اور غیر مسلموں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ کوئی امریکہ جیسے دشمن اسلام کا دامن تھامے ہوئے ہے کوئی روس جیسے بے ایمان اور ملحد کی دُم سے بندھا ہوا ہے۔ اب کون ہے جو طاقت کے ذریعے احکام اسلام پر عمل کرائے؟ مگر بایوس ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین ہے۔ اور وہی اس کا حامی و ناصر اور محافظ ہے۔ اگر بالفرض تمام دنیا سے مسلمانوں کی حکومتیں مٹ جائیں پھر بھی اسلام نہیں مٹ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہر دور اور ہر زمانے میں اپنے ایسے بندوں کو پیدا کرتا رہے گا۔ جو بیکری حکومت کی مدد کے اپنی ایمانی طاقت سے احکام اسلام پر عمل کرتے اور کرتے رہیں گے۔ اس کی زندہ مثال ہندوستان ہے کہ یہاں کے مسلمان بغیر کسی اسلامی حکومت کے بھی اپنے اسلام پر قائم ہیں اور اپنی طاقت بھر اسلام اور احکام اسلام پر عمل کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلامی حکومتوں میں کوئی ایسا سلطان اسلام فرما دے جو اسلام کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو اپنی ایمانی طاقت سے سہارا دے کر ساحل مراد پر پہنچا دے۔ تاریخ اسلام میں ایسا انارچوٹھا و بارہا اچکلے ڈاکٹر اقبال نے تاریخ اسلام کے اسی ورق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب لکھا



ہے کہ

تو نہ مٹ جائے گا اسلام کے مٹ جانے سے  
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے  
نشرے فئے کو تعلق نہیں پیمانے سے  
پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے  
اور علامہ شفیق جو پوری نے بھی اس موضوع پر ایک غزل لکھی ہے جس کا یہ  
ایک شعر مجھے بے حد پسند ہے۔

بکھی ہے شمع مسلم رہا پھر جگمگاتی ہے

کہ تارا ٹوٹ جاتا ہے درخشانی نہیں جاتی

بہر حال اسلام کی موجودہ بے کسی و بے بسی کو دیکھ کر مسلمانوں کو ہرگز ہرگز کبھی مایوس  
نہیں ہونا چاہیے اور اپنے طور پر ایک مسلمان کو اپنی طاقت مبرا احکام اسلام پر عمل کرنا  
اور کرتے رہنا چاہیے۔ اور بہتری کے لیے خداوند مسبب الاسباب سے امیدوار رہنا  
چاہیے۔ اور خداوند قدوس سے دعائیں مانگتے رہنا چاہیے۔ اور یہ ایمان رکھنا چاہیے  
کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس دین کا حامی و ناصر ہے۔ لہذا  
یہ دین کبھی مٹ نہیں سکتا۔

## (۳۸) دُنیا کے لیے حق گوئی سے گریز بے عقلی ہے

چند روپیوں اور چند تحفوں کے عوض حق گوئی سے زبان کو بند کر لینا۔ اور کلمۃ الحق  
کہنے سے گریز و فرار کرنا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرز عمل کو بے عقلی قرار دیا ہے  
باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

پھر اُن صالحین کی جگہ اُن کے بعد وہ ناخلف  
آئے۔ کہ کتاب کے وارث ہوئے۔ اس  
دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری  
بخشش ہوگی۔ اور اگر اُن کے پاس اور مال آئے  
تو لے لیں کیا اُن پر کتاب میں عہد نہ لیا

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ  
وَوَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ  
هَذَا الدُّنْيَا وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا  
وَإِنْ نَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلَهُ يَأْخُذُوهُ  
أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ



ان لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَ  
وَمَا سُوا مَا فِيهِ ط وَالذَّارِ الْآخِرَةُ  
خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا  
تَعْقِلُونَ ط

گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر حق  
بات ہی کی؟ اور انہوں نے اس کو پڑھا  
بھی ہے۔ اور یقیناً پھیلا گھر (جنت) پر بہتر  
گاردوں کے لیے بہترین ہے۔ تو کیا تمہیں  
عقلی نہیں؟

رپ - الاعراف - آیت (۱۶۹)

اس زمانے میں یہ بہت بڑا خون رلانے والا سا نسخہ عظمیٰ ہے کہ ہمارے وعظمن  
اور پیر صاحبان جن میں سے کچھ علماء ربانیین و صالحین کی اولاد ہیں۔ اور علم والے بھی ہیں  
مگر محض اپنے نذرانوں کے لیے مالداروں کے سامنے حق بات کہنے سے گونگے بن جاتے  
ہیں۔ اس آیت کریمہ میں انہیں لوگوں کے کرتوت کا حال بیان کرتے ہوئے۔ اور ان لوگوں  
کی مذمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "أَفَلَا تَعْقِلُونَ" یعنی کیا ایسا طریقہ کار  
رکھنے والوں کے پاس عقل نہیں ہے؟ کیونکہ اگر یہ لوگ صاحب عقل ہوتے تو ہرگز  
ہرگز کبھی ایسا نہ کرتے کہ دارِ آخرت کے مقابلے میں چند روپیوں پر ریجھ کر حق گوئی سے  
اپنی زبانوں کو بند کر لیتے جو یہودیوں کے علماء کا طریقہ ہے جن کی اس آیت کریمہ میں اللہ  
تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ یہود کے علماء کا یہی طریقہ تھا کہ وہ رشتوں سے لے کر اور نذرانوں  
کے لالچ میں توارہ کے احکام کو بدل دیا کرتے تھے۔ اور کلمۃ الحق کہنے سے اپنی زبانوں کو  
بند کر لیتے تھے۔ افسوس کہ آج کل کے بعض مولوی اور پیر صاحبان اسی راہ پر چل پڑے  
ہیں جن پر چل کر یہودیوں کے اخبار و پہان نے دینِ موسوی کو تباہ و برباد کر دیا جس کی  
وجہ سے وہ دونوں جہان میں ملعون ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سب سنی عالموں اور  
پیروں کو کلمۃ الحق کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(۳۹) علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں ان عالموں کی مذمت فرمائی ہے جو بد عمل، اور حق  
گوئی سے گریز کرتے ہیں۔ وہیں ان عالموں کی مدح کا خطبہ بھی ارشاد فرمایا ہے جو صحیح معنوں



میں "علماء" ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ  
الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ

اللہ سے اُس کے بندوں میں صرف وہی  
ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ بے شک  
اللہ عزت والا بخشنے والا ہے۔

رَبِّ - فاطو۔ آیت ۲۸

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اللہ سے ڈرنے کو علماء کا خاصہ بتایا ہے۔  
ظاہر ہے کہ جو آدمی اللہ کی ذات و صفات، اور اُس کے وعدہ و وعید، اور اس کی قہماری  
و جباری کا زیادہ سے زیادہ علم رکھتا ہوگا۔ وہی آدمی اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ سے زیادہ  
رکھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے  
اللہ عزوجل کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جلتے والا ہوں اور سب سے  
زیادہ اُس کا خوف رکھنے والا ہوں!

اس آیت کریمہ سے صاف صاف واضح طور پر معلوم ہوا کہ "علماء" کے لیے خوف  
الہی اسی طرح لازم ہے جس طرح آگ کے لیے جلانا، اور پانی کے لیے پیاس بھگانا لازم  
ہے۔ تو جس طرح ہم یقین کے ساتھ یہ جان لیتے ہیں۔ کہ جو چیز جلاتی نہیں وہ آگ نہیں  
کہلا سکتی۔ اور جو چیز پیاس نہیں بھگا سکتی وہ پانی نہیں کہلا سکتی۔ اسی طرح جو شخص علم  
پڑھ کر خوفِ خدا کی دولت اپنے سینے میں نہیں رکھتا وہ ہرگز ہرگز صحیح معنی میں "عالم"  
کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا! واللہ تعالیٰ اعلم۔

## (۶) خلافت کا بیان

### (۴۰) خلافت راشدہ اور قرآن

اللہ تعالیٰ نے اُس وقت جب کہ مسلمان انتہائی بے کسی اور خوف و ہراس کے عالم



میں اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں ایک ہاجر کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور ابھی اسلام عرب کے ایک بہت ہی محدود حصے میں پھیلنے پایا تھا۔ مومنین صالحین کو یہ خوشخبری دی اور وعدہ فرمایا۔ کہ انہیں ایک بہت ہی مستحکم اور نہایت ہی وسیع حکومت الہیہ اور خلافت راشدہ عطا کی جائے گی جس کے سائے میں اسلام کو ایسا غلبہ و استحکام نصیب ہوگا کہ کفر و شرک بالکل نیست ہو جائے گا۔ اور مسلمانوں کو خدا کی زمین میں ایسا تسلط اور غلبہ حاصل ہوگا۔ کہ ان کا تمام خوف و ہراس دور ہو کر ان کو امن و امان کی زندگی نصیب ہوگی اور ساری دنیا پر ان کا رعب و دبہ چھا جائے گا۔ اور دین اسلام کی جڑیں اس قدر مضبوط ہو جائیں گی کہ تمام دینوں پر اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں ارشاد فرمایا کہ

اللہ نے وعدہ دیا ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے ان کے اس دین کو جاوے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ لوگ میری عبادت کریں گے میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

وَعَدَا اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ  
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ  
فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا  
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَسَيَمَكِّنَنَّ  
لَهُمْ وَيَجْعَلُ الَّذِي ارْتَضَى  
لَهُمْ وَيَبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ  
خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي  
وَلَا يُشْرِكُونَ فِي شَيْءٍ وَ  
مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ  
هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

(پ۔ النور۔ آیت ۵۵)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنین صالحین سے جو وعدہ فرمایا تھا۔ وہ پورا ہو کر رہا۔ کہ اس احکم الحاکمین نے مسلمانوں کو ایسی خلافت اور اسلامی حکومت عطا فرمادی کہ زمین عرب سے کفار و مشرکین مٹا دیئے گئے اور ہر طرف مسلمانوں کا غلبہ و تسلط



ہو گیا۔ اور مشرق و مغرب کے ممالک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے فتح فرما دیئے۔ اور کافر بارشنا ہوں کے خزانوں اور ان کی حکومتوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو امن و امان کی زندگی نصیب ہو گئی۔ اور درخت اسلام کی جڑیں اتنی مضبوط ہو گئیں کہ اس کی شاخیں تمام روئے زمین پر سایہ فگن ہو گئیں۔ اور تمام دینوں پر اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا۔

اس آیت کریمہ میں خداوند قدوس نے خلافت راشدہ کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ ترمذی اور ابو داؤد کی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس ۳۰ سال تک خلافت رہے گی۔ اس کے بعد لوگوں کی بادشاہت ہو جائے گی۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خلافت راشدہ کی باگ ڈور سنبھالی۔ یہی چاروں حضرات خلفائے راشدین کہلاتے ہیں۔ اور انہی بزرگوں کی حکومتوں کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے جس خلافت کو عطا فرمائے گا وعدہ فرمایا تھا۔ وہ بدرجہ کمال ان حضرات کی حکومتوں میں جلوہ گر ہے کہ خلافت خلفائے راشدین کے دور حکومت میں کفر و شرک پورے جزیرہ العرب سے نیست و نابود ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو ایسا غلبہ و تسلط نصیب ہو گیا۔ کہ آسمان کے نیچے خدا کے سوا کسی دوسرے کاٹھن مسلمانوں کو نہیں رہا۔ اور دین اسلام کو وہ عروج و استحکام ملا کہ اسلام تمام دینوں پر غالب ہو گیا۔ اور خدا کی زمین پر عدل و انصاف کا پرچم اس طرح سر بلند ہو کر لہرانے لگا۔ کہ ظلم و عدوان اور نا انصافی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس طرح اللہ عز و جل کا وعدہ پورا ہو گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو زمین کی خلافت عطا فرمائے گا۔



## (۴۱) حضرت ابوبکر صدیق اور قرآن

خلفائے راشدین میں سے سب سے پہلے خلیفہ اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانشین اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کے بلند درجات و مراتب اور آپ کے فضائل و مناقب کا کیا کہنا؟ تمام اہلسنت و جماعت کا اس مسئلہ پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ افضل البشر ہیں۔ اور تمام خلفاء راشدین میں اعلیٰ و افضل ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّتِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر نبی ابوبکر و عمر ہیں۔ حضرت امام دہبی نے فرمایا کہ یہ مقولہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور حدیث متواتر منقول ہے۔ لہذا رافضیوں پر اللہ کی لعنت ہو کہ وہ کتنے بڑے جاہل ہیں۔

آپ کی عظمتِ شان اور فضائل میں قرآن مجید کی بہت سی آیتیں مائل ہوئی ہیں ان میں سے چند آیتیں بطور نمونہ یہاں تحریر کی جاتی ہیں۔ ان کو یاد کر لیجئے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت و عقیدت سے اپنے سینہ کو انوار کا گنجینہ بنائے رکھیے۔

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں (مکہ) سے باہر جانا پڑا۔ صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب (رسول) اپنے یار سے فرماتے تھے کہ غم نہ کھا۔ بے شک ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس (یار) پر اپنا سکینہ اتارا۔ اور ان فوجوں سے اس کی

(۱) الْآتِنَصِرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ  
اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا  
ثَانِيًا إِثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ  
يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ  
اللَّهَ مَعَنَا ج فَأَنْزَلَ اللَّهُ  
سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ  
لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ  
كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ



الْعُلَيَّاطِ وَاللَّهِ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

مدد کی حوثم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات

نیچے ڈال دی اور اللہ ہی کا بول بالا ہے

رپا۔ التوبة۔ آیت ۴۰ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں "صاحب غار" سے مراد حضرت

ابوبکر صدیقؓ ہی ہیں کیونکہ بلاشبہ ہجرت کی رات میں وہی "غار ثور" حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ "غار ثور" میں سکینہ

یعنی اطمینان و سکون قلب جن پر اترا وہ یقیناً حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ہیں۔ کیونکہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو پہلے ہی سے مطہین تھے۔ گھبراہٹ اور بے چینی تو حضرت

ابوبکر صدیقؓ ہی کے دل پر تھی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے کسی

صحابی کی صحابیت کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحابیت

قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس لیے آپ کا صحابی ہونا اتنا قطعی اور یقینی ہے کہ جو

بد نصیب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحابیت کا انکار کرے وہ قرآن کا منکر اور کافر ہے۔

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے

قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان

لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ

کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سب

(صحابہ) سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔

اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر

ہے۔

(۲) لَلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ

مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلًا أُولَٰئِكَ

أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا

مِن بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ

الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

خَبِيرٌ ۝

رپا۔ الحديد۔ آیت ۱۰



کلی نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔  
کیونکہ آپ پہلے وہ شخص ہیں جو اسلام لائے اور پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں  
اپنا مال خرچ کیا اور پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمایت  
میں جہاد کیا۔ (خزائن العرفان ص ۶۴۱)

اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت  
والے اور گنجائش والے ہیں قربت والوں،  
اور مسکینوں، اور اللہ کی راہ میں ہجرت  
کرنے والوں کو دینے کی۔ اور چاہیے  
کہ معاف کریں۔ اور درگزر کریں۔ کیا تم  
اس کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تم کو بخش  
دے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۳) وَلَا يَأْتِلْ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ  
وَالسَّعَةِ أَنْ يُوتُوا الْقُرْبَىٰ  
وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ  
اللَّهِ وَالْيَعْفُوَ أُولَئِكَ بِصَفْحِ الْإِلَهِ  
تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ  
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

پا۔ انور۔ آیت ۲۲)

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جس کا واقعہ  
یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں منافقوں  
کے ساتھ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک ہو گئے تھے اور حضرت  
ابو بکر صدیق کی خالہ کے بیٹے تھے۔ اور جو نہایت مفلس مہاجر تھے۔ اور حضرت ابو بکر  
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی ہمیشہ مالی مدد کرتے رہتے تھے مگر جب منافقوں کے  
ساتھ مل کر حضرت مسطح بھی تہمت کے گناہ عظیم میں مبتلا ہو گئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا عظیم صدمہ اور رنج و قلق ہوا کہ آپ نے جوشِ غضب میں یہ قسم  
کھالی کہ اب میں کبھی مسطح کو کوئی مالی امداد نہیں دوں گا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔  
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر کو مسطح کا قصور معاف کر دینے اور ان کی مالی امداد  
جاری رکھنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ آپ نے قسم توڑ کر فرمایا ہی اس حکم پر  
عمل کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو



اولوالفضل“ (فضیلت والے) فرما کر ایسی فضیلت عظمیٰ سے سرفراز فرما دیا ہے۔ کہ آپ کے علوشان کی مثال نہیں مل سکتی۔

(۳) وَسَيُحِبُّهَا آلَا تَقَىٰ ۝  
الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝  
وَمَا لِأَلْحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ  
تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ  
الْأَعْلَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝

اور (جہنم) سے بہت دور رکھا جائے گا وہ جو سب بڑا پرہیزگار ہے۔ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب بلند تر ہے اور بے شک قریب کے ربؑ۔ و لتلیل آیت ۱۷: ۱۸: ۱۹: ۲۰۔ کہ وہ راضی ہوگا۔

ان آیتوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ ذیل فضائل میں (۱) وہ جہنم سے بہت دور رکھے جائیں گے (۲) وہ سب بڑھ کو پرہیزگار ہیں (۳) وہ صرف اپنے نفس کی ستھرائی، اور خدا کی رضا جوئی کے لیے اپنا مال خرچ کرتے ہیں (۴) کسی کا ان پر کوئی احسان نہیں ہے (۵) اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور ان کو خوش کر دے گا۔

ان آیتوں کی شان نزول یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت گراں قیمت دے کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ تو کفار کو بڑی حیرت ہوئی۔ اور انہوں نے کہا کہ شاید بلال کا کوئی احسان رہا ہوگا جو اتنی گراں قدر قیمت دے کر انہوں نے خریدا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل محض اللہ کی رضا کے لیے ہے۔ کسی کے احسان کا بدلہ نہیں۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی کا کوئی احسان ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کی طرح دوسرے بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام لانے کے سبب سے کفار بہت زیادہ تکلیفیں دیا کرتے تھے۔



الغرض امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں قرآن مجید کی بہت سی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کی یہ چند آیات مبارکہ ہیں۔ اور حدیثیں تو آپ کے فضائل میں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار دشوار ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اقدس کے بعد انصار و ہاجرین اور جمہور مسلمان لے آپ کی بیعت کر کے آپ کو خلیفہ اول و جانشین معزیم مقرر کیا۔ اور دو برس تین ماہ گیارہ دن آپ مسند خلافت پر رونق افروز رہ کر ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ منگل کی رات میں ترسٹھ برس کی عمر پا کر آپ نے سجاد کی مرضی میں وفات پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ میں آپ کے پہلے مقدس میں دفن ہوئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنا!

## (۴۲) حضرت عمر فاروق اور قرآن

خلیفہ دوم امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تمام خلفائے راشدین و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آپ کی شان میں قرآن مجید کی کچھ آیات نازل ہوئی ہیں۔ بلکہ تقریباً بیس آیتیں تو ایسی ہیں جو آپ کی رائے اور آپ کی تمنا کے موافق آسری ہیں۔ ان میں سے چند آیتیں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں درج فرمائی ہیں۔ اور ان آیتوں کو "موفقات عمر" کہا جاتا ہے۔ ان میں سے چند آیات یہ ہیں۔

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ  
مُصَلًّى ۖ

اور حضرت ابراہیم کی کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنا لو۔

رپ: البقرة - آیت ۱۲۵

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرم کعبہ میں "مقام



ابراہیم، کو دیکھ کر بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ کہ کاشن ہم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیتے۔ تو اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ آپ کو جو خیال آیا۔ اور آپ کے دل میں جو تمنا پیدا ہوئی۔ ٹھیک اس کے موافق و مطابق قرآن کی آیت نازل ہو گئی۔ اور زمانہ رسالت سے آج تک تمام مسلمانوں کا یہ عمل خیر جاری ہے۔ کہ طواف کعبہ کے بعد تحیۃ الطواف کی دو رکعتیں سب لوگ مقام ابراہیم کے پاس پڑھتے ہیں۔

اور جب تم راہبات المومنین سے  
کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر  
مانگو۔

(۲) وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا  
فَسَأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ

رُكَّ - الاحزاب

آیت ۵۳

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے حد خواہش و تمنا تھی کہ عورتوں کے لیے پردہ کا حکم قرآن مجید میں نازل ہو جائے۔ کیونکہ آپ کو بے حد غیرت آتی تھی کہ ہر نیک و بد آدمی ازواج مطہرات کو دیکھتا اور ان سے بات چیت کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ آپ کی خواہش و تمنا کے مطابق یہ پردہ کی آیت نازل ہو گئی۔

ان کا رب قریب ہے کہ اگر وہ (حضور) تم  
سبھوں کو طلاق دے دیں تو انہیں تم سب  
سے بہتر بیویاں بدل دے۔ اطاعت  
والیاں، ایمان والیاں، ادب والیاں،  
توبہ والیاں، بندگی والیاں، روزہ رکھنے  
والیاں، بیابیاں۔ اور کوریاں۔

(۳) عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَأَّقَنَّ  
أَنْ يُبَدِّلَهُ أُمَّرًا وَجَاحِدًا  
مِمَّنْ مَسَّكُمْ مِثْلَ مَوْمِنٍ  
فَنَبِّئْ نَبِيَّتِ عَبْدَتِ  
سِيحْتِ نَبِيَّتِ وَأَبْكَارًا

(۲۸) - التعریر - آیت ۵

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی مقدس بیویاں اپنے اخراجات کے لیے حضور سے کچھ زیادہ رقمیں طلب کرنے لگیں۔ اور سب مل کر ایسا طریقہ اختیار کرنے



لیگیں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہوا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلال آگیا۔ اور آپ کی زبان سے نکل گیا کہ اگر حضور نے تم بھوں کو طلاق دے دی تو تم بھوں سے بہت ابھی اور بہتر بیویاں اللہ تعالیٰ حضور کو عطا فرما دے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عین قول کے مطابق قرآن کی یہ آیت اتری۔ اس آیت میں ازواج مطہرات کی تحویل اور ان کو ڈرانا ہے۔ کہ اگر انہوں نے حضور کو آرزو دہ کیا۔ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دے دی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے لطف و کرم سے دوسری بہتر بیویاں عطا فرمائے گا۔ اس تحویل سے ازواج مطہرات متاثر ہوئیں۔ اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرفِ خدمت کو ہر نعمت سے زیادہ سمجھا۔ اور آپ کی دلجوئی و رونا طلبی کو ہر کام سے زیادہ مقدم جانا۔ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دی۔

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مدینہ منورہ کے انصار و ہجرت اور ارباب حل و عقد سے مشورہ کر لینے کے بعد آپ کو خلیفہ منتخب فرما دیا۔ اور دس برس چھ ماہ چار دن آپ نے تختِ خلافت پر رونق افروز رہ کر جانشینی رسول کی تمام ذمہ داریوں کو باحسن و جود انجام دیا۔ اور آپ ہی کے مقدس عہد میں قبضہ و کسریٰ شاہ روم و شاہ ایران کی سلطنتیں فتح ہو کر پرچم اسلام کے نیچے آگئیں۔ اور آپ ہی کے حکم سے مدارس تعلیم اسلام اور مساجد کا نظام سلطنت بھر میں بہترین ہو گیا۔ آپ نے مسجد نبوی کی مرمت اور توسیع بھی کرائی۔ اور ملک بھر میں امن و امان اور عدل و انصاف کا پرچم لہرائے لگا۔

۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ میں چہار شنبہ کے دن عین اس وقت جبکہ آپ نے مصلیٰ پر نماز فجر کی امامت کے لیے تکبیر تحریر پڑھی۔ ابو لؤلؤ فیروز مجوسی کافر نے آپ کے شکم میں خنجر مار دیا۔ اور آپ یہ زخم کھا کر تیسرے دن شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر شریف ترسٹھ سال کی تھی حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے سے ان



میں مدفون ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء وازالہ الخلفاء وغیرہ)

## حضرت عثمانؓ اور قرآن (۴۳)

خلیفہ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ سبک افضل و اعلیٰ ہیں۔ آپ کے دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت بہت زیادہ وسیع ہو گئی۔ اور آپ نے مسجد نبوی کو منقش پتھروں سے بنوایا اور ساگوان کی لکڑی سے مسجد کی چھت تعمیر کرائی اور کثرتِ فتوحات سے لوگ بہت مالدار ہو گئے۔ بارہ برس تک آپ تختِ خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ بیاسی برس کی عمر میں مسر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اور ۱۳ ذوالحجہ یا ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بد بخت نے آپ کو رات میں شہید کر دیا۔ آپ کی نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ اور آپ جنت البقیع مدینہ منورہ کے قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔

(تاریخ الخلفاء وازالہ الخلفاء)

آپ کے فضائل میں قرآن مجید کی چند آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں جن میں سے یہ

آیت ہے:

وہ لوگ جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر دینے کے بعد احسان رکھیں نہ تکلیف دیں۔ تو ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے۔ اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کوئی غم۔

(۱) الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَتًّا وَلَا أَذًى لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(پ: البقرة۔ آیت ۲۶۲)

معتبر تفسیروں میں لکھا ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبدالرحمن



بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب کہ جنگ تبوک کے موقع پر حضرت عثمانؓ کے لشکر اسلام کے لیے ایک ہزار اونٹ مع ساز و سامان، اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت میں پیش کیے۔

(خزائن العرفان ص ۵۷ وغیرہ)

مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بد لے۔

(۲) صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ فِيمَنْ هُمْ مِمَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا  
رپک - الاحزاب - آیت ۲۳)

حضرت عثمان غنی و سعید بن زید اور حضرت حمزہ و مصعب وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نذر مانی تھی کہ وہ جب جہاد کا موقع پائیں گے تو ثابت قدم رہیں گے۔ یہاں تک کہ شہید ہو جائیں۔ ان ہی لوگوں کی نسبت اس آیت میں ارشاد ہوا کہ ان لوگوں نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ کہ حضرت حمزہ اور حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو جنگ احد کے دن شہید ہو گئے۔ اور حضرت عثمان غنی و حضرت طلحہ وغیرہ اپنی شہادت کا انتظار کر رہے ہیں۔ (خزائن العرفان ص ۲۹۹)

## (۴۲) حضرت علیؓ اور قرآن

خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے راشدین میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے اعلیٰ و افضل خلیفہ برحق ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد انصار و مہاجرین اور تمام ارباب حل و عقد و عامہ مسلمین نے آپ کی بیعت کی۔ اور چار برس اٹھ ماہ نو دن آپ مسند خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ ۱۷ رمضان ۳۵ھ کو عبدالرحمن بن ملجم مرادی خارجی مردود نے نماز فجر کے لیے جاتے ہوئے کوفہ میں آپ کی مقدس پشیمانی اور نورانی چہرے پر ایسی



تلوار ماری جس سے آپ شدید طور پر زخمی ہو گئے۔ اور دو دن زندہ رہ کر جام شہادت سے سیراب ہو گئے۔ اور یعنی کتابوں میں لکھا ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی رات آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان شب یکشنبہ آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے بڑے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو مدفون کیا۔

(تاریخ الخلفاء وازالہ الخلفاء)

آپ کے فضائل و مناقب میں چند آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں۔ بطور نمونہ دو آیتیں

تحریر ہیں۔

وہ لوگ (حضرت علیؑ و فاطمہؑ وغیرہ) ابھی نہیں پوری کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ اور شکر گزاری نہیں مانگتے بے شک ہیں اپنے رب سے ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ہی ترش و اور نہایت ہی سخت ہے۔ تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا۔ اور انہیں تازگی

(۱) یُونُونَ بِالْبَدْرِ وَجَنَّا نُونَ  
يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا وَ  
يُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ  
مُكَلِّبًا وَيَتِيمًا وَّاسِيرًا  
إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَدَا  
نُرِيدُ مِنْكُمْ جَنَاءً وَّ لَا شُكُورًا  
إِنَّا نَعَاتُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا  
عَبَّو سَاءَ مَطَرِيًّا هَ فَوْقَهُمْ  
اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ  
نَصْرَةً وَّ سُدُورًا ه

اور شادمانی دی۔

(پک - الدھر - آیت ۷ تا ۱۱)

آیات مذکورہ بالا حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ اور ان کی لوندی بی بی فضاہ رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچپن میں ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو ان تینوں نے ان دونوں بچوں کی بیماری پر تین روزوں کی منت مانی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں بچوں کو شفا سے وہی منت پوری کرنے



کے لیے تینوں حضرات نے روزے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار سے تین ساع جولائے حضرت بنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تینوں دن ایک صاع کی روٹیاں پکائیں۔ جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں۔ تو ایک دن مسکین۔ ایک دن یتیم۔ ایک اسیر (قیدی) آیا۔ اور تینوں دن روٹیاں ان تینوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلے روزہ رکھ لیا گیا۔

حضرات اہل بیت کے گھر کا یہ اندرون خانہ معاملہ آسمانوں میں اس کی دوم چم گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کو دربار نبوت میں بھیج کر اس واقعہ کے بارے میں ان آیتوں کو اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا۔  
(تفسیر خزائن العرفان ص ۶۸۹)

اے ایمان والو! جب تم رسولؐ سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستم ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَجَّيْتُمُ  
الرَّسُولَ فَقَدِ مُؤَابِينِ يَدِي نَجَّوْا كُمْ  
مَدَقَّةً ط ذَلِكْ خَيْرٌ لَّكُمْ  
وَاطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا  
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(پا۔ المجادلة۔ آیت ۱۲)

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مالداروں نے بہت دیر دیر تک سوال و جواب کا سلسلہ دراز کر دیا۔ اور فقراء کو اپنی عرضی پیش کرنے کا موقع بہت کم ملنے لگا۔ تو عرضی پیش کرنے والوں کو اپنی عرضی پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم نازل ہوا۔ اور اس حکم پر سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کرتے ہوئے ایک دینار صدقہ دے کر دس مسائل دریافت کیے۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سوالوں سے فارغ ہو چکے تو صدقہ کا یہ حکم مفسوخ کر دیا۔ رخصت نازل ہو گئی کہ اب اپنی عرضی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام



کے دربار میں پیش کرنے کے لیے کسی صدقہ کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ قرآن مجید کے اس حکم پر سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کسی کو عمل کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ یہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں ایک بہت ہی تابناک، اور بہت ہی عظمت والی فضیلت ہے کہ آپ کے سوا کسی کو حکم قرآنی پر عمل کرنا نصیب نہیں ہوا۔ (تفسیر خزائن العرفان ص ۲۴ بحوالہ مدارک و معازن)

## (۴۵) اہل بیت نبوت اور قرآن

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبوت کا قرآن مجید میں ذکر جمیل فرمائے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :

(اے نبی کی بیویو! تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور بے پروہ نہ رہو۔ جیسے اگل جاہلیت کی بے پردگی تھی۔ اور نماز قائم رکھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اور اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے۔ اور تمہیں پاک کر کے خوب ستم کر دے۔ اور یاد کرو جو تمہارے گھر میں پڑھی جاتی ہیں۔ اللہ کی آیتیں اور حکمت۔ بے شک

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ وَتَبَرَّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا  
وَإِذْ ذُكِّرْنَ مَا بُيُوتِكُنَّ  
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ  
إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا

۲۲۔ الاحزاب۔ آیت ۳۳۔ ۳۴) اللہ ہر بار یکی کو جانتا خبردار ہے۔

**توضیح** ان آیات مقدسہ سے مندرجہ ذیل باتوں پر خاص طور سے روشنی پڑتی ہے۔ (۱) ان آیتوں سے اہل بیت نبوت کے فضل و شرف اور ان

کے درجات و مراتب کا اعلان الہامی مقصود ہے۔



(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس پیبیاں، اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی و حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب اہل بیت میں داخل ہیں کیونکہ آگے پیچھے کی آیتوں اور حدیثوں پر نظر ڈالنے سے آفتاب کی طرح روشن ہو کر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ازواج مطہرات بھی یقیناً اہل بیت ہیں۔ اور عفاندہ کے امام حضرت ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے۔ اور یہی تمام اہل سنت و جماعت کا مختار مذہب بھی ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ بیوی کو اہل بیت کہنا قرآن مجید سے ثابت اور یہ قرآن کا محاورہ ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مقدس بیوی حضرت سارہ سے فرشتوں نے کہا کہ :

رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ  
أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر  
اے گھر والو! بے شک اللہ سب خوبیوں

والا عزت والا ہے۔

پ ۱۲ ہود آیت ۷۳

اس آیت میں صراحتاً مذکور ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر کو حضرت سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی "آہل البیت" کہا اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں بجز آپ کے اور آپ کی بیوی حضرت سارہ کے کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔

(۳) ان آیتوں میں اللہ عزوجل نے نبی کی مقدس بیویوں کو اپنے گھروں میں رہنے کا حکم دیا۔ اور بے پردہ باہر نکل کر گھومنے پھرنے سے منع فرمایا۔ اور عورتوں کے باہر گھومنے پھرنے کو زمانہ جاہلیت کا بدترین دستور بتایا۔ اس میں تمام مسلمان عورتوں کے لیے نصیحت و عبرت کا بہت بڑا سامان ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو پابندی کے ساتھ نماز و زکوٰۃ ادا کرنے کی خصوصیت کے ساتھ تاکید فرمائی۔ اور ان کو اللہ و رسول کی فرمانبرداری کا خاص طور پر حکم فرمایا۔

(۵) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اہل بیت



فرمایا اور ان سے ہر قسم کی ظاہری و باطنی پلیدیوں کو دور رکھنے۔ اور ان کی پاکیزگی اور  
ستھرائی کی زینتوں سے آراستہ فرمانے کا اعلان فرمایا۔

۶) اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں گھروں کے اندر رہ کر قرآن و حدیث اور  
دینی مسائل کے پڑھنے پڑھانے کا ازواج مطہرات کو حکم دیا۔ اس میں کالجوں اور  
یونیورسٹیوں میں بے پردہ پھرنے والی مسلمان عورتوں کے لیے بہت بڑی عبرتوں  
اور نصیحتوں کا جھنڈا ہرارہا ہے۔ کاش مسلمان لڑکیاں اور ان کے ماں باپ ان  
قرآنی آیتوں سے ہدایت کا نور حاصل کرتے۔ اور عورتوں کو بے پردگی کی بجائی  
سے بچا کر دونوں جہان کی عزتوں سے سرفراز ہوتے۔ اللہ تعالیٰ سب کو  
توفیق دے۔



# ۷۔ اولیائے اُمت کا بیان

## (۴۶) کرامات اولیاء

حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے نیک بندوں یا بندوں سے خلافِ عادت ایسی چیزیں اور اس قسم کی باتیں صادر و ظاہر ہو کر تھی ہیں جن کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے انہیں چیزوں کو ”کرامت“ کہا جاتا ہے جو اولیائے کاملین اور شہداء و صالحین سے اکثر نمودار ظاہر ہو کر تھی ہیں۔ ”علم عقائد“ کا مشہور مسئلہ ہے کہ اولیاء کی کرامت حق ہے چنانچہ قرآن مجید سے بھی اولیاء کی کرامتوں کا ثبوت ہے۔ اس کی چند مثالیں تحریر کی جاتی ہیں۔

۱۱۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُس وقت اُن کی والدہ ابادی سے دور ایک میدان تھیں۔ وہیں تہائی میں ولادت ہوئی۔ اور جب ان کو بھوک پیاس لگی تو اچانک ان کے پاس ایک شیریں پانی کی نہر جاری ہو گئی اور انہوں نے کھجور کے ایک درخت کو ہلایا تو ناگہاں بچی ہوئی تازہ کھجوریں اس سے گر پڑیں جس کو انہوں نے کھایا یا پیا۔ یہ دونوں چیزیں حضرت مریم کی کرامتیں ہیں۔ جن کو خداوند کریم نے قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ:

فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا اَنْ اَلَّا  
تَحْزَنِي فَاذْجَعَلْ رَيْبِي تَحْتَكِ  
سَرِيًّا ۝ وَهَزَّتْ اَيْدِيكِ بِجِذْعِ  
التَّحْلِةِ لِلسِّقِّطِ عَيْدِكِ ۝ طَبَا  
جِنِّيًّا ۝ (مریم۔ آیت ۲۴، ۲۵)

تو (جبریل) نے اس (مریم) سے اس کے تلے  
سے پکار کر کہا کہ تو غم نہ کھا۔ بے شک میرے رب  
نے نیچے ایک نہر بہا دی ہے اور کھجور کی جڑ پھوٹ  
کر اپنی طرف ہلایا تو تجھ پر تازہ بچی ہوئی کھجوریں  
گرین گی۔

اچانک نہر کا جاری ہونا اور بغیر چھلی ہوئی کھجور کے درخت سے ناگہاں پھلوں کا گرنا یہ دونوں چیزیں حضرت مریم کی کرامتیں ہیں جو قرآن کی مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہیں جو اس کرامت کا انکار کرنے وہ قرآن کا منکر اور کافر ہے۔



(۲) ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں بیٹھے ہوئے اپنے درباریوں سے فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو بلقیس کے یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی اس کے تخت کو ملک سبا سے یہاں بیت المقدس میں میرے دربار کے اندر لا دے۔ آپ کا استاد سُن کر سب چپ رہے۔ لیکن ایک بڑا سرکش جن بول پڑا کہ میں اس تخت کو یہاں اتنی دیر میں لا سکتا ہوں کہ آپ کا دربار برخواست بھی نہ ہوا ہوگا اور میں وہ تخت یہاں لا دوں گا۔ یہ سُن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا نے کہا کہ میں تو اس تخت کو آپ کے پلک جھپکانے سے پہلے ہی لا دوں گا۔ چنانچہ آپ کی کرامت سے تخت بلقیس ملک سبا سے زمین کے نیچے نیچے چل کر آپ کی کرسی کے قریب نمودار ہو گیا۔ اور آپ اس تخت کو ایک سیکنڈ میں اپنے پاس دیکھ کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو

ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ :

ایک بڑا جنیٹ جن بولا کہ میں وہ تخت آپ کے پاس حاضر کروں گا قبل اس کے کہ حضور اہلاس سے اٹھیں۔ اور وہ نہایت طاقتور اور امانت دار ہوں جن کے پاس کتاب کا علم تھا (آصف) نے کہا کہ میں اسے آپ کے پلک جھپکانے سے پہلے لا دوں گا۔ پھر جب حضرت سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں۔ یا ناشکری۔ اور جو شکر کرے وہ اپنے جملے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا ہے۔

قَالَ عَصِيْبٌ مِّنَ الْحِجْنَ اَنَا اَتَيْتُكَ  
بِهِ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ  
وَ اَتَى عَلَيْهِ لَقَوِيْ اَمِيْنٌ ه  
قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ  
الْكِتَابِ اَنَا اَتَيْتُكَ بِهِ قَبْلَ  
اَنْ يَّرْتَدَّ اَيْتُكَ طُرْفَكَ ط  
فَلَمَّا رَاَهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ  
هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْ  
ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَاَمِنْ  
تَتَكْفُرًا تَا شُكْرًا لِنَفْسِهِ  
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ عَسِيْرٌ  
كَرِيْمٌ ه

(پا۔ النمل آیت ۳۹ - ۴۰)



حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تخت بلقیس کو ملک سبا سے ایک سکینڈ میں لا کر دربار سلیمانی میں حاضر کر دینا۔ یقیناً یہ آپ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے۔ اور جو اس پر ایمان نہ لائے وہ قرآن کا منکر اور کافر ہے کیونکہ یہ کرامت قرآن مجید سے ثابت ہے۔

اس قرآنی کرامت سے یہ سبقت لیتا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کی امتوں میں آصف بن برخیا اور حضرت مریم جیسی کرامتوں والے ہو چکے ہیں تو پھر حضور سید الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں اگر اس سے بڑی بڑی کرامتوں والے اولیا ہوں تو اس میں ہرگز ہرگز کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ یاد رکھیے کہ ہر ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے تو جس شان کا نبی ہوگا اسی شان کے اُس کی امت کے اولیا ہوں گے تو جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر ہے تو اس کا صاف نتیجہ یہ ہوگا کہ حضور کی امت کے اولیاء دوسرے انبیاء کی امتوں کے اولیاء سے بڑھ کر ہوں گے۔ اور امت محمدیہ کے اولیاء کے مراتب و درجات اور ان کی کرامات انبیاء سے سابقین کی امت کے اولیاء سے کہیں زیادہ بڑھ کر بلند مرتبہ ہوں گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

## (۴۷) بزرگوں کے تبرکات نافع ہیں

بزرگان دین، حضرات انبیاء و مرسلین، و شہداء و صالحین کے تبرکات، ان کے کپڑے، ان کے جوتے، ان کا مصلیٰ۔ ان کا عصا، ان کی تسبیح، ان کے برتن، غرض ان کا ہر استعمالی سامان باعث خیر و برکت، سامان رحمت و منفعت ہے۔ ان کے توسل سے دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ ان سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔ ان سے بلائیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔ غرض طرح طرح سے یہ نافع و منفعت بخش ہیں۔ اور ان فوائد کا حاصل ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے اس سلسلے میں ہم قرآن مجید کی چند آیات پیش کرتے ہیں جو طالبِ حق کے لیے ہدایتوں کا نور ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) قوم بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق نفاذ جس کو وہ لوگ وسیلہ بنا کر خدا سے



فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ تو ان کی دعائیں مقبول ہو کر ان کو فتح و نصرت نصیب ہو کر تھی۔ اور میدان جنگ میں وہ لوگ اس صندوق کو اپنے آگے رکھ دیا کرتے تھے تو اس میں سے سکونِ روح و اطمینانِ قلب کی ایسی برکتیں نمودار ہو کر تھی جتنی کہ مجاہدین کے سینوں میں خوف و ہراس سے دھڑکتے ہوئے دل پتھر کی چٹان کی مانند مضبوط ہو جایا کرتے تھے۔  
(حبلابین ۳۸)

یہ صندوق حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اور آپ سے وراثتہ منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ اس میں اپنا مخصوص سامان اور تورات شریف بھی رکھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے کپڑے، آپ کی نعلین شریفین، اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عامرہ اور ان کا عصا، تمبوڑا سامن و سلوی جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ یہ سب سامان اس صندوق میں رکھے ہوئے تھے جب بنی اسرائیل کی مدعملی بہت بڑی گئی تو اللہ تعالیٰ کا یہ قہر و غضب نازل ہوا کہ علاقہ کی ظالم قوم بنی اسرائیل پر حملہ آور ہو گئی! اور اس نے بنی اسرائیل میں قتل و غارتگری کا ایسا طوفان برپا کیا کہ بنی اسرائیل کی لبتیاں تہس نہس ہو کر ویران ہو گئیں۔ قوم علاقہ نے سارے سامانوں کو لوٹ لیا۔ اور وہ یہ مبارک صندوق بھی چھین کر لے گئے۔ اور اس کو نجس اور گندی جگہوں میں ڈال دیا۔ اور اس کی بے حرمتی کی۔ اور لنگتائیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و معائب میں مبتلا ہو گئے چنانچہ علاقہ کے پانچ شہر اس طرح ویران ہو گئے کہ ان میں کوئی چراغ بتی کرنے والا بھی نہ رہا۔ اس کے بعد علاقہ کا احساس یقین ہو گیا۔ کہ صندوق کی بے حرمتی و ابانت ہی ان کی ہلاکت و بربادی کا باعث بنی ہے۔ تو انہوں نے صندوق کو ایک ہیل گاڑی پر رکھ کر جلیوں کو چھوڑ دیا۔ اور فرشتے اس صندوق کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے سامنے "طاوت" بادشاہ کے پاس لائے۔ اور اس صندوق کا آنا ہی بنی اسرائیل کی بادشاہی کا نشان مقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ صندوق کو دیکھتے ہی بنی اسرائیل نے طاوت کو اپنا بادشاہ مان لیا۔ اور فوراً وہ جہاد کے لیے تیار ہو گئے۔ کیونکہ صندوق پا کر انہیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا۔ طاوت کے بادشاہ بن کر بنی اسرائیل کے مستر ہزار جوانوں کی فوج تیار کی۔ انہی جوانوں میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے جن کے ہاتھ سے طاوت کا دروں کا



بادشاہ قتل ہوا۔ یہ واقعہ حضرت شموئیلؑ علیہ السلام کے زمانے میں ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ (جلالین و جبل و خازن و مدارک وغیرہ)

اس خیر و برکت والے صندوق کا ذکر فرماتے ہوئے خداوند قدوس نے قرآن مجید

میں ارشاد فرمایا کہ :

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ  
مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ  
فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَ  
بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ  
وَأَلْ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ  
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُمْ  
إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

اور (بنی اسرائیل) سے ان کے نبی (حضرت شموئیل) نے فرمایا کہ اس (طاہوت) کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس صندوق جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں حضرت موسیٰ و حضرت ہارون کے ترکہ کی اٹھا کر لائیں گے۔ اس کو فرشتے یقیناً اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم لوگ ایمان رکھتے ہو۔

(پ۔ البقرہ آیت ۲۴۸)

قرآن مجید کے الفاظ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ جس صندوق میں حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اس میں خداوند قدوس کی طرف سے سکینہ یعنی دلوں کا اطمینان اور روح کی تسکین کا سامان تھا۔ جس پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض عین ہے۔ اور جو اس کا انکار کرے وہ بلاشبہ قرآن کا منکر اور یقیناً کافر ہے اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا کہ بنی اسرائیل اس صندوق کی برکت سے متح یا ب ہو کر کفار پر غلبہ پاتے تھے۔ اور کفار کو شکست ہو جاتی تھی۔ اور ایمان والوں کے دلوں کا خوف اور بزدلی دور ہو کر شجاعت و بہادری پیدا ہو جاتی تھی۔ تو ان قرآنی تصریحات سے صاف صاف ثابت ہو گیا کہ بزرگوں کے تبرکات نافع الخلاق و دافع البلاء و باعث شفا ہوتے ہیں۔

اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا کہ مدعا لقمہ " نے جب اس صندوق کی بے حرمتی کی تو وہ طرح



طرح کے امراض اور بلاؤں میں گرفتار ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کی بستیاں ویران ہو گئیں۔ اور بالآخر انہوں نے اس صندوق کو واپس لوٹا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کی بے ادبی اور بے حرمتی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔ اور یہ بگڑا ہوں کا طریقہ ہے۔ اور قرآن کے الفاظ "تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ" کہ فرشتے اس صندوق کو اٹھا کر لائے۔ یہ دلیل ہے کہ بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم اور ان کا اعزاز و احترام لازم الاعتقاد اور واجب العمل ہے اور یہ مومنین کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ان کی برکت سے دُعا نہیں مقبول، اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور مرادیں ملتی ہیں۔

الحاصل بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم و تکریم میں دین و دنیا کا فائدہ ہو۔ اور ان کی اہانت و بے ادبی میں دین و دنیا کا نقصان ہے۔ لہذا خبردار۔ ہرگز ہرگز کسی بزرگ کے کسی تبرک کی کبھی بے ادبی و بے حرمتی نہ کریں۔ بلکہ ہمیشہ محبت و عقیدت کے ساتھ بزرگوں کے تبرکات کو ایک نعمتِ خداوندی سمجھ کر اس کا اعزاز و احترام کرتے رہیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ برکاتِ داریں سے سرفراز ہوتے رہیں گے اور دین و ایمان کی سلامتی رہے گی۔

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے بادشاہ ہو گئے۔ اور قحط پڑا تو آپ کے بھائی ماجان برسوں کے بعد غلہ لینے کے لیے "کنعان" سے مصر گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال پوچھا تو بھائیوں نے بتایا کہ وہ نابینا ہو گئے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کو اس خبر سے بڑا گہرا سدھ پہنچا۔ اور آپ نے بھائیوں سے فرمایا کہ:

اِذْ هَبُوا بَقْمِيصِي هَذَا فَاَلْتَوَهُ  
عَلَى وَحْبِهِ اَجِبْ يَأْتِ  
بَصِيْرًا ۝

تم لوگ میرا یہ کرتالے جاؤ۔ اور میرے  
باپ کے منہ پر ڈالو گے تو ان کی آنکھیں  
کھل جائیں گی۔

(پٹا۔ یوسف آیت ۹۳)

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کا کرتالے کر کنعان گئے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر اس کو ڈال دیا۔ تو فوراً ان کی آنکھوں میں بصارت



آگئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کے لباسوں اور ان کے تبرکات میں شفا بھی ہے اور یہ شفاء قرآن مجید سے ثابت ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اس کا انکار قرآن کا انکار ہے جو یقیناً کفر ہے۔

پھر حال بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام رکھنا یہ قرآن کا فرمان ہے اور صالحین کا طریقہ بھی۔ اس لیے بزرگوں کے تبرکات کو ہمیشہ احترام کی نظر سے دیکھتے رہنا اور ان کا ادب و اعزاز و اکرام کرنا لازم ہے۔ خداوند کریم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔  
(آمین)

## (۴۸) بزرگوں کے قرب سے دعا قبول ہوتی ہے

بزرگوں کے قرب و جوار میں چونکہ رحمت خداوندی کا سایہ رہتا ہے۔ اس لیے وہ جگہ نمودار رحمت کا مقام ہوتا ہے۔ لہذا اُس جگہ بندوں کی دعاؤں کو ارحم الراحمین جلد قبول فرما لیتا ہے قرآن مجید میں ہے کہ حضرت زکریاؑ پر علیہ السلام بیت المقدس کے کونے کونے میں اولاد کی دُعا مانگ چکے تھے مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن جب حضرت زکریاؑ علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ بی بی مریم کی محراب میں گرمی کے پھل جاڑوں میں اور جاڑے کے پھل گرمیوں میں آتے رہتے ہیں۔ تو ان کو خیال ہوا کہ بی بی مریم کی محراب میں بے موسم کے پھل ملتے ہیں تو میں بھی اب بولھا ہوں۔ اور میرے اولاد ہونے کا موسم نہیں رہا ہے۔ مگر شاید محراب مریم میں مجھے بغیر موسم کے اولاد کا پھل مل جائے چنانچہ آپ نے خاص محراب مریم میں جہاں وہ عبادت میں مشغول تھیں ان کی دعا مانگی تو آپ کی دعا مقبول ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا۔ جن کا نام یحییٰ علیہ السلام ہے۔ یہ واقعہ قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ۔

(۱) هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ  
قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ  
ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ  
یہاں (محراب مریم میں) پکارا ذکر بانی نے  
اپنے رب کو۔ بولا۔ اے میرے رب! مجھے اپنے  
پاس سے ستھری اولاد دے۔ بے شک تو



الدُّعَاءِ فَنَادَتْهُ الْمَلَكَةُ  
وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ لَا  
أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بَيْحِي  
مَصَدِّقًا لِكَلِمَةٍ مِنْ  
اللَّهِ وَرَسُولًا مَوْجُودًا  
وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

ہی دعا کو سننے والا ہے۔ تو فرشتوں نے  
انہیں آواز دی۔ اور وہ نماز کی جگہ نماز پڑھ  
رہے تھے کھڑے ہو کر بے شک اللہ آپ کو خوشخبری  
دیتا ہے یہی کی جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ  
کی تصدیق کرے گا۔ اور سردار ہو گا اور  
عورتوں سے ہمیشہ کے لیے پھنے والا۔ اور  
نبی ہو گا اور ہمارے خاصوں میں ہو گا۔

رپ۔ ال عمران آیت ۳۹

اس قرآنی واقعہ سے ہمیں یہ روشنی ملتی ہے کہ بزرگوں کی عبادت گاہوں، ان کے  
مزاروں، ان کے خانقاہوں میں دعاء مانگنی چاہیے۔ کیونکہ ان مقامات پر دعائیں مقبول  
ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ اس کی بہت ہی روشن دلیل ہے۔  
(۳) وَتَوَلَّوهُمْ إِذْ ظَلَمُوا  
أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا  
اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ  
لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا  
تَرْحِيمًا ۝

اور وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں  
رگناہ کریں، تو اے محبوب! وہ آپ کے  
حضور حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں  
اور رسول اس کی شفاعت فرمادیں۔ تو  
یقیناً وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے

رپ۔ النساء آیت ۶۴

والا ہر بان پائیں گے۔  
اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہ معاف کرانے کی دعا روضہ اقدس پر ضرور قبول ہوتی  
ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ کی وفات اقدس کے بعد کا ایک واقعہ ہے کہ  
ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ اور قبر شریف کی خاک اپنے سر اور چہرے پر ملنے لگا۔  
اور یوں عرض کر کے لگا۔ یا رسول اللہ! جو آپ نے فرمایا ہم اس پر ایمان لائے۔ اور  
ہم قرآن پر بھی ایمان لائے۔ اُس قرآن میں یہ آیت بھی ہے وَتَوَلَّوهُمْ إِذْ ظَلَمُوا  
أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ۔ تو میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کر لیا ہے۔ اور میں آپ کے



حضور میں اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے کے لیے آیا ہوں۔ تو بارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے میرے گناہوں کی بخشش کرا دیجئے۔ وہ اعرابی یہی دعا مانگتا رہا۔ کہ قبر شریف سے یہ آواز آئی کہ تیری بخشش ہوگی۔ اس واقعہ سے چند مسائل واضح ہو کر سامنے آگئے۔

۱، اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو اس کے دربار میں اپنی حاجت روائی کے لیے وسیلہ بنانا کامیابی کا ذریعہ ہے جو شرعاً جائز ہے۔

(۲) بزرگوں کی قبروں پر اپنی حاجت برآری کے لیے جانا بھی جائز ہے۔ داخل اور خیر القرون کے مسلمانوں کا عمل رد چکا ہے۔

(۳) بزرگان دین کو وفات کے بعد بھی لفظ ”یا“ سے پکارنا جائز، اور خیر القرون کے مسلمانوں کا معمول ہے۔

(۴) مقبولانِ بارگاہِ الہی اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ اور ان کے وسیلہ سے لوگوں کی حاجت روائی ہوا کرتی ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان ۱۰۵ اور غیرہ)

(۴۹) خاصانِ خدا دور سے سنتے، دیکھتے اور مدد کرتے ہیں

حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرات اولیاء و شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے سننے، دیکھنے کو ہرگز ہرگز اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ ہم لوگ تو قریب ہی کی چیزوں کو دیکھ اور سن سکتے ہیں۔ بہت دور کی چیزوں کو نہ ہم لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ نہ بہت دور کی پکڑ سن سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص محبوبوں کو ایسی روحانی طاقت عطا فرمادیتا ہے کہ وہ بہت دور کی چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں اور بہت دور کی آوازوں کو اپنی روحانی طاقت سے سن لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یاد رکھئے جو ایک عالم اور ولی تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے



درباروں سے فرمایا کہ کون ایسا ہے۔ جو ملک سب سے بلقیس کے تخت کو بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے میرے دربار میں لادے۔ تو حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ

(۱) اَنَا اَتِيكَ بِدَابَّةٍ اَنْ  
يَرْتَدَّ اِلَيْكَ حَذْفُكَ۔  
میں اسے آپ کے ہلکے جھپکانے سے  
پہلے ہی لادوں گا۔

(رپ۔ النمل آیت ۲۰)

چنانچہ انہوں نے اپنی کرامت سے ایک سکیڈ میں تخت کو لاکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں لاکر حاضر کر دیا۔ جس کا واقعہ کرامت اولیا کے زیر عنوان مفصل ذکر چکا۔

غور کیجئے کہ بیت المقدس میں دربار کے اندر بیٹھے ہوئے سینکڑوں میل دور بلقیس کے تخت کو دیکھا نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ تو اُسے اُس کی جگہ سے لائے کیونکر؟ معلوم ہوا کہ انہوں نے پہلے اتنی دور سے تخت کو دیکھ لیا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر ہاتھ بڑھا کر زمین کے اندر ہی اندر اس کو کھینچ لائے۔ اس قرآنی واقعہ کا کون انکار کر سکتا ہے؟ یا کون ہے جو اس میں شک کر سکتا ہے؟ اگر کوئی انکار یا شک کرے گا۔ تو قرآن کا منکر اور کافر ہو جائے گا۔ (نور بالمش)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر پر کھرا کر آسمان وزمین اور جنت و دوزخ اور ساری کائنات کا مشاہدہ کرا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ:

(۲) وَكَذَلِكَ نُرِي اِبْرَاهِيْمَ  
مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَ  
الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ  
الْمُؤْتِنِيْنَ ۝  
اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں  
ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔  
اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں  
میں سے ہو جائے۔

(رپ۔ الانعام آیت ۷۵)



عز فرمائیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر آسمانوں اور زمین کی ساری بادشاہی کو دیکھ لیا۔ سب کی آوازوں کو سُن لیا۔ یہاں تک کہ جنت و دوزخ کے احوال کو بھی دیکھ لیا اور مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی اُن سے نہ چھپا۔ آپ کا یہ خداداد معجزہ تھا کیونکہ آپ نبی تھے۔ اسی طرح اولیاء اللہ دور کی چیزوں کو دیکھتے اور دور کی آوازوں کو سُن لیتے ہیں۔ یہ اولیا کی خداداد کرامت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## (۵) غیر اللہ سے مدد مانگنی جائز ہے

غیر اللہ یعنی حضرات انبیاء و اولیاء و شہداء وغیرہ سے مدد مانگنی۔ اگر ان حضرات کو خدا کی طرح متصرف بالذات، اور قدرت و اختیار والا سمجھ کر کوئی ان حضرات سے مدد مانگے جب تو یقیناً یہ شرک ہے۔ اور یہ عقیدہ رکھنے والا یقیناً مشرک ہے لیکن ان حضرات کو خدا کو بندہ مان کر یہ عقیدہ رکھتے ہوئے ان خاص بندوں سے مدد طلب کرنی کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اللہ کے اذن و حکم سے مدد کرتے ہیں ہرگز ہرگز اس میں شرک کا کوئی شائبہ ہی نہیں بلکہ بلاشبہ یقیناً جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات اس مسئلہ کی روشن دلیل ہیں۔

اے ایمان والو! دین خدا کے مددگار ہو جاؤ  
جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا  
تھا۔ کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری  
مدد کریں۔ تو حواری بولے کہ ہم ہیں جو دین  
خدا کے مددگار ہیں۔

۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا  
قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ  
مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ  
الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ -

(پ ۲۸ - الصف آیت ۱۲)

اس آیت میں صاف صاف تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے مدد طلب کی۔ اور حواریوں نے اُن سے مدد کرنے کا اعلان بھی کر دیا۔ یہ غیر اللہ سے مدد مانگنی ہے۔



(۲) وَتَعَاذَنُو عَلِيَّ السَّبْرَ  
التَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاذَنُو عَلِيَّ إِلَّا شِعْرًا  
وَالْعُدُوَّانِ مِ رِبِّ. المائدہ آیت ۱۱

اور نیکی و پریزگاری پر ایک دوسرے کی  
مدد کرو۔ اور گناہ اور ظلم پر باہم مدد نہ دو۔

اس آیت میں نیکی اور پریزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے اور ایک دوسرے  
سے مدد طلب کرنے کا نہایت ہی واضح طور پر فرمان خداوندی ہے۔

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا حَسْبُكَ اللَّهُ  
وَمَنْ آمَنَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اے نبی! اللہ آپ کو کافی ہے۔ اور یہ  
جتنے مسلمان آپ کے پیرو ہوئے۔ یہ بھی  
آپ کے مددگار ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کا مددگار ہے  
اور مسلمان بھی آپ کے مددگار ہیں۔

(۴) فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ  
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم رَدْمًا ۝

تم لوگ طاقت سے میری مدد کرو۔ میں تم  
میں اور ان میں ایک مضبوط اڑ بنا دوں۔

ر پ۔ الکہف آیت ۹۵

یہ حضرت ذوالقرنین کا مقولہ ہے۔ جب وہ مطلع الشمس کے سفر میں تشریف لے  
گئے۔ اور وہاں کے باشندوں نے یا جوج و ماجوج اور ان کی بلغار کی تسکایت کی تو آپ  
نے ان سے یہ فرمایا کہ تم لوگ اپنی طاقت کے ذریعہ میری مدد کرو تو میں تمہارے اور  
ان کے درمیان ایک دیوار بنا دوں کہ وہ نہ آسکیں۔ اس آیت میں ہے کہ حضرت  
ذوالقرنین نے اومیول سے مدد مانگی۔

واضح رہے کہ حضرت ذوالقرنین حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یہ  
ساری دنیا کے بادشاہ ہوئے۔ ان کا نام سکندر تھا۔ سکندر یہ شہر کو انہوں نے ہی آباد  
فرمایا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اور علم بردار تھے۔ حضرت ذوالقرنین کی  
نبوت میں اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے  
اور نہ فرشتہ بلکہ وہ اللہ سے محبت رکھنے والے ایک بندے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا



محبوب بنالیا۔ (خزائن العرفان ۳۶۲)

(۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا  
بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ  
اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو  
بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے  
اس آیت میں صبر اور نماز سے مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ  
صبر و نماز غیر اللہ ہیں۔

اس مضمون کی بہت سی آیتیں قرآن مجید میں ہیں۔ اور ان سب کا حاصل یہی ہے کہ  
غیر اللہ سے اس کو اللہ کا بندہ سمجھ کر یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت  
اور اسی کے اذن و حکم سے ہماری مدد کر سکتا ہے۔ مدد طلب کرنے اور مدد مانگتے ہیں ہرگز ہرگز  
کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان لوگوں سے مدد مانگا کرو۔  
یقین کیجئے کہ کوئی مسلمان بھی حضرات انبیاء و اولیاء سے ان لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی  
طرح متصرف بالذات سمجھ کر مدد نہیں طلب کرتا۔ بلکہ ہر مسلمان ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کا  
محبوب بندہ ہی سمجھ کر ان حضرات سے مدد مانگا کرتا ہے۔ لہذا خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک  
کہہ دینا۔ یہ بہت بڑا ظلم عظیم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## ۸۔ ارکان اسلام

### (۵۱) نماز

کلمہ اسلام کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن اعظم نماز ہے۔ یہ مسلمانوں پر فرض عین ہے  
کہ دو صورتوں کے سوا کسی حال میں بھی ساقط اور معاف نہیں ہو سکتا۔  
**اول:** جنون یا بے ہوشی مسلسل اتنی لمبی ہو جائے کہ چھ نمازوں کا وقت  
گزر جائے مگر ہوش نہ آئے تو ان نمازوں کی قضا لازم نہیں ہے۔ بلکہ یہ نمازیں معاف  
ہو جائیں گی۔



**دوم**۔ عورت کو حیض یا نفاس آجائے تو ایسی حالت میں نماز معاف ہو جاتی ہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کبھی بھی اور کسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہو سکتی۔ بیماری اگر چہ کئی ہی شدید ہو مگر نماز معاف نہیں ہو سکتی۔ اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر رکوع و سجدہ نہ کر سکتا ہو تو سر کے اشارہ سے رکوع و سجدہ کرے۔ اگر بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ اگر لیٹ کر سر سے اشارہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اس وقت بھی نماز معاف نہیں ہوگی۔ لیکن وہ نماز پر طعن موقوف کر دے گا۔ اور جب بھی تعدد دست ہوگا تو ان نمازوں کی قضا پڑھے گا۔ عین جنگ کی حالت میں بھی مجاہد نماز پڑھے گا۔ اگر گھوڑے پر سوار ہو اور اترنے کی بہلت نہ ہو تو گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اشارے سے نماز پڑھے گا۔ اسی طرح گھماؤ کی لڑائی میں بھی اشارہ سے رکوع و سجدہ کر کے نماز ادا کرے گا۔

قرآن مجید میں جس قدر نماز کے تاکید و احکام، اور نماز چھوڑنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اتنی تاکید اور وعید کسی دوسری عبادت کے لیے نہیں آئی ہے۔ قرآن مجید کے بکثرت آیات نماز کی ترغیب و تاکید میں نازل ہوئی ہیں جن میں طرح طرح سے نمازوں کی تاکید اور نماز چھوڑ دینے پر قسم قسم کے عذابوں کی تہدید و وعید وارد ہوتی ہیں۔

نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والا بلکہ اس کی فرضیت میں شک کرنے والا کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ اور ایک وقت کی بھی نماز چھوڑنے والا فاسق سخت گناہگار، قہر جبار و قہار و غضب جبار میں گرفتار، اور عذاب جہنم کا سزاوار ہے۔ سلطان اسلام پر لازم ہے کہ اس کو قید کر کے جیل خانہ میں بند کر دے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے۔ بلکہ حضرت امام مالک و حضرات امام شافعی و حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک سلطان اسلام کو اس کے قتل کر دینے کا حکم ہے۔ (کتب فقہ)

خداوند عالم کا فرمان ہے کہ :

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

كِتَابًا مَّوْقُوتًا ۝

بے شک نماز مسلمانوں پر وقت مقرر کیا ہوا فرض ہے۔

(پ۔ النساء آیت ۱۰۳)



ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں اس طرح فرمانِ ربانی ہے کہ :-  
 حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ  
 الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ  
 قَانِتِينَ ۝ (پ۔ البقرة۔ آیت ۲۳۸) سے۔

اسی طرح ایک جگہ قرآن مجید اس طرح فرمانِ ربانی ہے کہ :  
 فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ  
 صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝  
 (پ۔ الماعون آیت ۵)

بہر حال مسلمان اگر اس بارے میں مسائل پر دھیان رکھیں تو انہیں بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ شریعت میں بعض نادر صورتوں کے سوا کسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہوتی۔ آج کل بعض مسلمان جو نمازی کہلاتے ہیں ان کا یہ حال ہے کہ ڈرا انہیں بخمار یا درد سر ہوا تو نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ جب تک اشارے سے بھی نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ پڑھے تو وہ تارک الصلوٰۃ کی وعیدوں کی تہدید میں گرفتار اور عذاب جہنم کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نماز پڑھنے کی ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## (۵۲) جماعت کی فضیلت

جماعت واجب ہے۔ بلا عذر شرعی ایک وقت کی بھی جماعت چھوڑنے والا سخت گناہ گار اور فاسق ہے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :-

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ  
 وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝  
 (پ۔ البقرة۔ آیت ۴۳)

اس آیت میں نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت، اور جماعت کی ترغیب کا بیان ہے



رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔

## (۵۳) امام قرائت کرے تو مقتدی خاموش رہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ  
اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر سنو۔ اور خاموش رہو کہ تم پر رحم (پ۔ الاعراف آیت ۲۰۴) ہو۔

آیت مبارکہ کا یہی مطلب ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی، جس حال میں بھی قرآن مجید پڑھا جائے تو حاضرین پر فرض ہے کہ اس کو غور سے سنیں۔ اور بالکل خاموش رہیں اس سے چند مسائل ثابت ہو گئے جن کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔

(۱) نمازوں میں جب امام قرائت کرے تو مقتدیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ خاموش رہیں اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ وغیرہ کچھ بھی نہ پڑھیں۔

(۲) جمعہ وعیدین اور نکاح کے خطبوں۔ اور واعظ کی مجلسوں میں تلاوت قرآن مجید کو خاموش ہو کر سننا فرض ہے۔ ان وقتوں میں حاضرین کا کچھ پڑھنا یا باتیں کرنا حرام ہے۔

(۳) قرآن خوانی کی مجلسوں میں سب لوگوں کا بلند آواز سے ایک ساتھ قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ جب ایک آدمی بلند آواز سے قرآن پڑھے تو حاضرین پر واجب ہے کہ خاموش رہ کر اس کو بغور سنیں۔ اس لیے نتیجہ، چہلم وغیرہ قرآن خوانی کی مجلسوں میں ضروری ہے کہ سب لوگ آہستہ قرآن مجید پڑھیں تاکہ ایک کا قرات دوسرے کے کان میں نہ پڑے۔ اور سب لوگ قرآن پڑھنے رہیں۔



## (۵۴) کافر اور منافق کی نماز جنازہ حرام ہے۔

کافر و منافق اور مرتدوں کی نماز جنازہ پڑھنی اور ان لوگوں کے دفن میں شریک ہونا حرام و ناجائز اور سبت بڑا گناہ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-

وَلَا تَصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ  
مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ  
قَبْرِهِ ۗ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ  
وَرَسُولِهِ وَمَا تَوْأَمَّهُمْ  
فَلْيَسُقُوا ه

اور ان کافروں منافقوں میں سے کسی کی  
میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی  
قبر پر کھڑے ہونا۔ بے شک یہ لوگ  
اللہ اور رسول کے منکر ہوئے۔ اور فسق  
ہی میں مر گئے۔

(پ۔ ۱۰۔ التوبہ آیت ۸۴)

قادیانی، تبرانی رافعی، توہین رسالت کرنے والے دہابی و غیرہ سب کافرو  
مرتد ہیں۔ اور ان میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ اور ان لوگوں کے دفن میں شریک  
ہونا حرام سخت حرام ہے۔

## (۵۵) زکوٰۃ

نماز کے بعد سب سے اہم رکن عظیم زکوٰۃ ہے۔ نماز کی طرح زکوٰۃ کے بارے میں  
بھی بکثرت احکام اور اس کے تارک کے بارے میں وعید کی آیتیں قرآن مجید میں نازل  
ہوئی ہیں۔ زکوٰۃ کا منکر کافر، اور زکوٰۃ نہ دینے والا فاسق مردود الشہادۃ اور سخت گناہ گار اور  
عذاب نارا کا حق دار ہے، ارشاد خداوندی ہے کہ:-

نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔

اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کے بارے میں فرمان الہی ہے کہ:-

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ  
وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ فَاُولَٰئِكَ  
سَيُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِمَا  
كَانُوا يَكْنِزُونَ

اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کر رہے ہیں  
اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے



(زکوٰۃ نہیں دیتے) انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جس دن (قیامت کے دن) وہ آگ میں تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داعی جائیں گی ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں۔ (فرشتے کہیں گے) یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ تو اب چکو منہ اس خزانے کا۔

سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ هَ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنْتُمْ لَا نَفْسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كَنْتُمْ تَكْذِبُونَ ه

(پ۔ ۱۰۰۔ التوبة آیت ۲۳-۲۵)

سارے ہاون تولہ چاندی یا سات سات تولہ سونا سکوں، اینٹوں، برتنوں، زیوروں غرض کسی شکل و صورت میں ہوں۔ ہر سال ان کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ادا کرنا فرض ہے۔ اسی طرح کھیتی اور پھلوں کی پیداوار میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ مگر کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ فرض نہیں۔ بلکہ اگر کھیتی اور پھلوں کی پیداوار بارش یا چشمہ یا سیلاب کے پانی سے ہوئی ہو تو دسواں حصہ اور اگر ڈول یا پمپنگ یا نہروں اور نالوں سے پہنچ کر کھیتی اور پھل پیدا ہوئے ہوں تو بیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کرنا فرض ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-  
وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ - اور اس کا حق (زکوٰۃ) دو جس دن کھیت کٹے یا پھل توڑے جائیں۔

(پ۔ ۸۔ الانعام آیت ۱۱۴)

اسی طرح سال کے اکثر حصہ میں گھاس چر کر لبر کرنے والے جانوروں میں بھی زکوٰۃ ہے۔ اور جن جانوروں کو سال کے اکثر حصہ میں گھر سے چارہ کھلایا جاتا ہے۔ ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

ادنٹ کا نصاب یہ ہے کہ پانچ ادنٹ سے کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں۔ اور پانچ پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں مگر پچیس سے کم ہوں تو پانچ ادنٹ میں ایک بڑی زکوٰۃ



ادا کرنا ضروری ہے اور پورے پچیس اونٹ ہوں تو زکوٰۃ میں ایک سال کا اونٹ کا بچہ دینا پڑے گا۔ اس کے آگے دوسرا حساب ہے۔ مگر اس زمانے میں اونٹ بکثرت پلنے کا رواج ہی نہیں۔ اس لیے اس کی تفصیل بیان کرنے کی اجازت ہی نہیں۔

گائے۔ بھینس۔ اگر تیس سے کم ہوں تو اس کی کوئی زکوٰۃ ہی نہیں۔ اور جب تیس پوری ہوں تو سال بھر کا ایک بچھڑا یا بچھڑی زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اس سے زیادہ ہوں تو زکوٰۃ میں ایک سال سے بڑا جانور دیا جائے گا۔ جس کی تفصیل کی ان دنوں کوئی ضرورت نہیں۔

بکریوں اور بھیتوں میں اگر چالیس سے کم ہوں تو زکوٰۃ نہیں۔ اور اگر پوری چالیس ہوں تو ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اور یہی حکم ایک سو بیس تک ہے۔ یعنی ان میں ایک وہی بکری ہے۔ اور اگر ایک سو اکیس ہوں تو دو بکریاں۔ دو سو تک یہی دو بکریاں زکوٰۃ میں دی جائیں گی۔ اور دو سو ایک بکری ہوں تو تین بکریاں اور چار سو ہوں تو چار بکریاں زکوٰۃ میں دینی پڑیں گی۔ اس کے بعد اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو ہر سو بکری پر ایک بکری زکوٰۃ میں دینی واجب ہے۔ بکریوں اور بھیتوں کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نر زکوٰۃ میں دے یا مادہ مگر سال بھر سے کم کا نہ ہو۔

## (۵۶) روزہ

روزہ بھی ارکان اسلام میں سے ہے۔ قرآن مجید میں اس کے لیے تاکید فرمائی اور اس کے اجر و ثواب میں چند آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ روزے کی فرضیت کا منکر کافر، اور بلا عذر شرعی کے روزے کو چھوڑ دینے والا فاسق۔ سخت گناہ گار اور عذاب جہنم کا حق دار ہے۔ جو بد نصیب رمضان شریف میں بلا عذر شرعی علائقہ کھاتا پیتا ہو۔ اور اس طرح رمضان شریف کے احترام کو مجروح کرتا ہو۔ وہ اتنا بڑا مجرم ہے کہ سلطان اسلام اس کو قتل کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کی چند آیتوں میں روزہ کی فرضیت کا بیان ہے۔ مثلاً یہ آیت خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ  
عَلَيْكُمْ وَالصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ  
عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ  
تَتَّقُونَ .

اسے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے  
گئے۔ جیسے تم سے اگلے لوگوں پر فرض کئے  
گئے تھے تاکہ تم لوگ پرہیزگار بن جاؤ۔

(پ ۲ - البقرة آیت ۱۸۳)

روزے کی قسمیں :- شریعت میں روزے آٹھ قسموں کے ہیں (۱) فرض معین  
جیسے رمضان شریف کا روزہ (۲) فرض غیر معین جیسے رمضان

کے روزوں کی تضاور کفارہ کا روزہ کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے جب چاہے ان دونوں  
روزوں کو رکھے (۳) واجب معین جیسے نذر معین کا روزہ مثلاً اس طرح منت مانی کہ میرا فلاں  
کام ہو جائے تو میں یکم رجب کو روزہ رکھوں گا تو اس پر لازم ہے کہ یکم رجب ہی کو روزہ رکھے  
(۴) واجب غیر معین۔ جیسے نذر مطلق۔ مثالیوں منت مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں کسی  
دن بھی ایک روزہ رکھوں گا۔ تو اس روزہ کے لیے کوئی دن مقرر نہیں۔ جب چاہے ایک  
روزہ رکھے (۵) نفل منوں جیسے نویں دسویں محرم کو عاشورا کا روزہ (۶) نفل مستحب جیسے  
ہر مہینے کی تیرھویں چودھویں، پندرہویں تاریخوں کا روزہ، اور عید الفطر کے بعد چھ دنوں  
کا روزہ۔ (۷) مکروہ تنزیہی جیسے سینچر کا روزہ رکھنا کہ اس میں یہودیوں کی مشابہت ہے اس  
لیے یہ روزہ مکروہ تنزیہی ہے (۸) مکروہ تحریمی جیسے عید الفطر اور بقر عید کے دن اور بقر عید  
کی گیارہویں، تیرہویں، ان پانچوں دنوں میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔

تمام روزوں میں سے سب سے زیادہ اہم اور رکن اسلام رمضان شریف کا روزہ ہے۔

جو ہر سال ماہ رمضان میں فرض ہے۔ عورت کو حیض و نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں  
ہے وہ رمضان میں روزہ نہیں رکھے گی۔ مگر وہ رمضان شریف کے بعد ان روزوں کی تضاور رکھے  
گی اور مریض و مسافر کے لیے رحمت ہے کہ وہ رمضان میں روزہ نہ رکھیں۔ لیکن  
رمضان کے بعد ان روزوں کی تضاور فرض ہے۔ مریض و مسافر اگر رمضان میں  
روزہ رکھیں تو افضل ہے۔



## (۵۷) حج

حج بھی اسلام کا رکن ہے جو سلسلہ حج میں فرض ہوا۔ اس کی فرضیت یقینی ہے۔ جو قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اسکی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اور جو مسلمان حج فرض ہو جانے کے بعد حج نہ کرے یا بلا وجہ شرعی اس میں دیر لگائے تو وہ فاسق اور سخت گناہ گار ہے۔ حج عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-

اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض کرنا ہے۔ جو بیت اللہ تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہاں سے بے پروا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلٰى النَّاسِ حٰجُّ الْبَيْتِ  
مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا  
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ  
عَنِ الْعٰلَمِيْنَ

(پ۔ ۳۔ ال عمران آیت۔ ۹۷)

دوسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ:-

وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ  
اور حج و عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔  
(پ۔ ۲۔ البقرہ آیت ۱۹۶)

**حج فرض ہونے کی شرطیں** | حج فرض ہونے کی شرطیں ہیں۔ جب تک یہ سب

کافرین پر حج فرض نہیں ہے۔ (۲) دارالاسلام میں ہونا۔ اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں ہو اور اس کو علم ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج بھی فرض فرمایا ہے تو اس مسلمان پر بھی حج فرض نہیں (۳) بالغ ہونا۔ نابالغ پر حج فرض نہیں ہے۔ (۴) صاحب عقل ہونا۔ مجنون یا گول پر حج فرض نہیں (۵) آزاد ہونا۔ غلام اور باندی پر حج فرض نہیں (۶) تندرست ہونا کہ حج کو جاسکے۔ اندھے اپاہج۔ فالج والے اور پاؤں کے کٹے ہوئے اور اتنے بوڑھے پر کہ سواری پر نہ بیٹھ سکے حج فرض نہیں (۷) سفر خروج کا مالک ہونا اور سواری پر قادر ہونا۔ بھیک مانگ



کر اور پیدل حج کرنا فرض نہیں (۸)۔ حج کا وقت ہونا یعنی حج کے مہینوں، شوال، ذیقعدہ، ذوالحجہ میں تمام شرائط پائے جائیں یہ آٹھ شرطیں تو وہ ہیں کہ جب تک یہ سب نہ پائی جائیں، حج فرض ہی نہیں ہوتا۔ ان کے علاوہ وجوب ادا کی تین شرطیں ہیں کہ وہ سب پائی جائیں تو خود حج کو جانا فرض ہے۔ اور اگر وہ سب نہ پائی جائیں تو خود حج کو جانا فرض نہیں ہے۔ بلکہ کسی دوسرے سے اپنا حج بدل کر اسکتا ہے یا وصیت کر سکتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال سے میرا حج بدل کر دیا جائے۔

وجوب ادا کی تین شرطیں یہ ہیں (۱) راستہ میں امن و امان ہونا۔ اگر جان و مال کی سلامتی کا غالب گمان ہو تو حج کو جانا فرض اور ضروری ہے اور اگر ہلاکت کا گمان غالب ہو تو حج کو جانا ضروری نہیں ہے۔ (۲) عورت کو مکہ مکرمہ تک جانے میں تین دن یا اس سے زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ اس کے شوہر یا اسکے کسی محرم کا ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ عورت بڑھیا ہو یا جوان اور اگر تین دن سے کم کا راستہ ہو تو عورت بغیر شوہر یا محرم کے بھی حج کو جا سکتی ہے۔ محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اس عورت کا نکاح حرام ہے۔ جیسے باپ یا بیٹا، حقیقی یا رضاعی بھائی، خسر، شوہر کا بیٹا، بشرطیکہ یہ لوگ بائیں ہوں اور فاسق نہ ہوں

(۳) تہ میں نہ ہو۔ اور عورت حج کو جانے کے زمانے میں عدت کے اندر نہ ہو۔

## (۵۸) کعبہ معظمہ کا طواف

کعبہ معظمہ کے طواف کی بہت بڑی فضیلت، اور اس کا اجر و ثواب بہت بڑا ہے اور یہی وہ عبادت ہے جو مکہ مکرمہ کے سوا دوسری کسی پر ادا نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران نفل طواف بکثرت کرنا چاہیے۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں طواف کعبہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:-

اور لوگوں کو لازم ہے کہ اس آزاد گھر (کعبہ) کا طواف کریں۔

وَيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ

الْعَتِيقِ ۝



حاجی کو خصوصیت کے ساتھ تین طواف کرنے ہوں گے  
 طوافِ قدوم۔ مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد حج کی نیت سے جو سب سے پہلا طواف  
 کیا جاتا ہے اس کا نام طوافِ قدوم ہے۔ اور یہ طواف سنت ہے۔  
 طوافِ زیارت۔ یہ طواف فرض اور حج کا رکن ہے۔ دسویں ذوالحجہ سے  
 بارہویں ذوالحجہ غروب آفتاب سے پہلے تک اس کا وقت ہے۔  
 طوافِ وداع۔ مکہ مکرمہ سے وطن روانہ ہونے کے وقت یہ طواف ہر پردیسی  
 کے لیے واجب ہے۔

عمرہ۔ یہ ہے کہ حد و حرم کے باہر مثلاً ”مسجد عائشہ“ یا ”جحرانہ“ وغیرہ سے عمرہ  
 کا احرام باندھ کر آئے۔ اور سات چکر خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ اور سات پھیرے صفا و  
 مروہ کی سعی کرے۔ پھر حجامت بنوا کر احرام اتار دے۔ یہ ایک عمرہ ہو گیا۔

مکہ مکرمہ کے قیام کے درمیان جس قدر ہو سکے نقلی طواف اور عمرہ بکثرت کرتا  
 رہے۔ کیونکہ مکہ مکرمہ سے باہر یہ دونوں عبادتیں میسر نہیں ہو سکتیں۔ اور ان دونوں کا  
 اجر و ثواب بہت عظیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان تمام  
 گناہوں کا کفارہ ہے جو ان دونوں عمروں  
 کے درمیان ہوئے۔ اور حج مقبول کی توجہ  
 کے سوا کوئی اجر ہی نہیں ہے۔

الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ  
 كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَ الْحَجُّ  
 الْمُبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ  
 إِلَّا الْجَنَّةُ۔

(بخاری ج ۲۳۸)

## (۵۹) روضہ منورہ کی حاضری

مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اعظم کی حاضری اور  
 روضہ مقدسہ کی زیارت قریب بواجب ہے۔ لہذا خالص زیارت اقدس کی نیت سے  
 حاضری دے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔



اور اگر حیب لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں۔ گناہ  
کر لیں) تو اسے محبوب! وہ تمہارے حضور  
حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں  
اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں۔ تو ضرور  
اللہ کو بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا  
اور بہر بان پائیں گے۔

وَلَوْ أَنفُسُهُمْ إِذْ ظَلَمُوا  
أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ  
فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَ  
اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ  
لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا  
بَرَّ حَيْمًا

(پ. ۵۰ النسا آیت ۶۴)

اگر حج فرض ادا کرنے کے لیے گیا ہے۔ تو چاہیے کہ پہلے حج کر کے مدینہ طیبہ  
حاضری دے اور حج نفل کے لیے گیا ہے۔ تو اختیار ہے کہ حج سے پاک صاف ہو کر محبوب  
کے دربار میں حاضری دے۔ یا پہلے سرکار اعظم میں حاضری دے کر حج کی مقبولیت و وزارت  
کے لیے اس کو وسیلہ بنائے۔ اور اگر مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ جاتے ہوئے راستہ میں آتا ہو تو  
حج فرض اور حج نفل دونوں صورتوں میں بغیر وضو منورہ پر حاضری دے ہوئے حج کو  
چلے جانا سخت محرومی بد نصیبی ہے۔ لہذا لازم ہے کہ پہلے سرکار اعظم میں حاضری دے  
کر حج کے لیے آگے بڑھے اور اس حاضری کو حج کی مقبولیت کے لیے وسیلہ بنائے۔

## (۶۰) سفر حج کے دوران تجارت

حج و زیارت کے سفر میں اگر کچھ خرید و فروخت کر لیں۔ اور تجارت کر کے کچھ نفع کما  
لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور حج و زیارت کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی  
بشرطیکہ حج و زیارت کے آداب و مستجاب میں کوئی خلل نہ پڑے۔ اس زمانے میں بعض  
لوگ اس تجارت کو بہت برا سمجھ کر حاجیوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے بارے

میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا  
نَضْلًا مِّنْ رَبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل  
تلاش کرو (تجارت سے نفع اٹھاؤ) تو



جب عرفات سے پہلے تو اللہ کو یاد کرو و مشعر  
حرام کے پاس۔ اور اس کا ذکر کرو۔ جیسے  
اس نے تمہیں بتا دیا۔ اور یقیناً اس  
سے پہلے تم لوگ بہکے ہوئے تھے۔  
(پ۔ ۲۔ البقرة آیت۔ ۱۹۸)

مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ  
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا  
هَدَاكُمْ جَدَّانِ كُنْتُمْ مِنْ  
قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ .

اور قرآن مجید کی دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ:-

اور لوگوں میں حج کا اعلان عام کر دو۔ وہ  
تمہارے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر  
دبلی اونٹنی پر کہ وہ ہر دور کی راہ سے آتی  
ہیں۔ تاکہ لوگ اپنا فائدہ اٹھائیں۔ اور اللہ عزوجل  
کا نام لیں معین دونوں میں اس پر کہ انہیں  
روزی دے بے زبان جو پائے۔  
(پ۔ ۱۷۔ الحج آیت ۲۸)

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ  
رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ  
مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۗ لِيَشْهَدُوا  
مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ  
فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ  
مِّنْ بَعِيدٍ ۗ أَلَا تَعْلَمُونَ .

اس آیت پر منافع سے مراد دینی و دنیوی دونوں فائدے ہیں۔ جو اس عبارت  
کے ساتھ خاص ہیں۔ دوسری عبارت میں نہیں پائے جاتے۔

(تفسیر خزائن العرفان ص ۳۹۹)

اس لیے حاجی اگر سفر حج کے دوران خرید و فروخت کر کے کچھ نفع اٹھا  
لے۔ تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہاں البتہ یہ دھیان رکھے کہ تجارت کو اس  
مبارک سفر کا مقصد اصلی نہ بنائے۔ بلکہ حج و زیارت ہی کی نیت سے یہ مقدس  
سفر کرے۔ اور تجارت میں مشغول رہ کر حج و زیارت کا کوئی رکن و واجب فوت  
نہ ہونے دے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔



## (۹) جہاد کا بیان

کافروں سے جہاد کرنا، اور اس راہ میں مال و سامان سے مدد کرنا بہترین اور بہت ہی بلند مرتبہ عبادت ہے۔ لیکن جہاد کے کچھ شرائط ہیں جو اس وقت نہیں پائی جاتیں اس لیے اس وقت جہاد کا سلسلہ بند ہے۔ مگر اب بھی اگر کفار مسلمانوں کی بستیوں پر حملہ کریں تو مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ ان سے جنگ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانْتَهُم بُلْيَانًا مَّرْصُوضًا

یقیناً اللہ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ رانگ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

(پ۔ ۲۸۔ الصف آیت ۴)

## (۱۱) جہاد سے فرار حرام ہے

خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيْتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا رَحِمًا فَلَا تُوْهُمُوا وَلَا تَوَدُّوْهُمْ وَلَا يُؤَلِّمُوْكُمْ يَوْمَئِذٍ دُبُّوا إِلَى مَتَحَرِّ فَا لِقَاتٍ أَوْ مُتَحَرِّزًا إِلَى فِتْنَةٍ نَّقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا أَرْوَاهُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

اے ایمان والو! جب کافروں کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو۔ اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے۔ مگر لڑائی کا ہنر کرنے۔ یا اپنی جماعت میں جانے کو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کو ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

(پ۔ ۹۔ الانفال آیت ۱۶)



اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا  
مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کی یاد  
بہت کرو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔

(پ۔ ۱۰۔ الانفال آیت ۴۵)

دونوں آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب کفار کی فوجوں سے مسلمانوں کا مقابلہ  
ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ثابت قدم رہ کر جنگ کریں۔ اور سوائے دو صورتوں کے پیٹھ  
پھیرنا مسلمانوں کے لیے حرام ہے۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ پنیتر ابدلنے کے لیے منہ پھیریں  
دوسری صورت یہ ہے کہ اسلامی لشکر پیچھے رہ گیا ہے اور خود آگے بڑھ گئے ہیں تو پیٹھ  
پھیر کر ان سے جاننے کی اجازت ہے، باقی جنگ سے بھاگنے کے لیے پیٹھ پھیرنا تو قطعاً  
حرام ہی ہے۔ ہاں اگر کفار کا لشکر تعداد میں مجاہدین کے دوگنا سے بھی زیادہ ہو جائے  
تو اس وقت مسلمان مجاہدین کو پیچھے ہٹ جانے کی رخصت ہے مگر جب تک کفار مجاہدین  
سے دوگنا ہیں اس وقت تک مسلمانوں کو لڑتے رہنا فرض ہے اور بھاگنا حرام ہے۔

## ۶۲۔ دوران جنگ فوجی خدمت فرض ہے

ارشاد خداوندی ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا  
قِيلَ لَكُمْ لِقَا فِرْعَوْنَ سَبَّحْتُمْ  
لِلَّهِ إِنَّا قُلْنَا إِنِّي الْآخِرُ  
الرَّضِيَّتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ  
الْآخِرَةِ جَاءَهَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ  
وَلَا تَنْفِرُوا يَعْذِبُكُمْ عَذَابًا  
أَلِيمًا وَيَسْتَبَدِلُ قَوْمًا خَيْرَ كُمْ

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا کہ جب تم سے  
کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو۔ تو  
تم بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو  
کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے  
پسند کر لی؟ اور جتنی دنیا کا سامان تو  
آخرت کے سامنے بہت ہی تھوڑا ہے  
اگر تم کوچ نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں سخت  
سزا دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگوں کو لائے گا۔



وَلَا تَقْرُدُوا شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى  
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اور اللہ  
سب کچھ کر سکتا ہے۔

(پ۔ ۱۰۔ التوبہ آیت ۳۸، ۳۹)

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب امیر المومنین تم مسلمانوں کو جہاد میں چلنے کا حکم  
دیں تو مسلمانوں کو لازم و فرض ہے کہ جہاد کے لیے چل پڑو۔ اور جو مسلمان بشرطیکہ جہاد کا اہل  
ہو اگر جہاد کے لیے نہ جائے گا تو وہ جہنم کے سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔

## (۶۳) جنگ دفع فتنہ کے لیے ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ  
وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ  
انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ  
وَإِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ

اور ان (کافروں) سے لڑو۔ یہاں تک کہ کوئی  
فتنہ نہ رہے۔ اور ایک اللہ کی عبادت ہو۔  
پھر اگر وہ باز آجائیں تو زیادتی نہیں مگر  
ظالموں پر۔

(پ۔ ۲۔ البقرة آیت ۱۹۳)

مطلب یہ ہے کہ اسلامی جہاد اور جنگ صرف اسی لیے ہے کہ خدا کی زمین سے فتنہ  
و فساد ختم ہو جائے۔ اگر کفار اپنے فتنہ و فساد سے باز آجائیں اور صرف ایک خدا کی ہر جگہ  
عبادت ہونے لگے تو جہاد کی ضرورت ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## (۶۴) جہاد کی تیاری

اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ:-

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا  
اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ  
وَمِنْ رِبَاطٍ وَالْخَيْلِ  
اور ان (کفار) کے لیے تیار رکھو جو قوت بھی  
تہیں بن پڑے۔ اور جتنے گھوڑے تم  
باندھو کر ان کے دلوں میں ڈھاک بٹھاؤ



تَرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَ  
عَدُوَّكُمْ -  
جو اللہ کے اور تمہارے دشمن ہے۔  
(پ۔ ۱۰۔ الانفال آیت ۶۰)

مطلب یہ کہ مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لیے غافل و کاہل نہیں بنے رہنا چاہیے۔ بلکہ نشانہ بازی اور تیز اندازی، اور گھوڑوں کی سواری وغیرہ سامان جنگ کی تیاری کرتے رہنا چاہیے تاکہ دشمنوں کے دلوں میں دھماک بیٹھی رہے اور وہ تم پر حملہ آور ہونے کی ہمت ہی نہ کر سکیں۔ پہلے کے مسلمانوں کا قرآن کی اس آیت پر عمل تھا کہ وہ اس کو اپنی تمام ضروریات زندگی پر مقدم رکھتے ہیں۔ لہذا وہ کفار کے حملوں سے محفوظ رہتے تھے۔ مگر افسوس کہ آج کل کے مسلمان عیش و عشرت اور عیاشی و فحاشی اور طرح طرح کے لہو و لعب میں پانی کی طرح اپنی دولت اور صحت و طاقت کو برباد کر رہے ہیں اور اپنی حفاظت اور اپنے دماغ سے بالکل ہی غافل و کاہل بن بیٹھے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہلاکت و بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور ان کو اچھے اچھے کاموں کی توفیق بخشے۔ (آمین)

## (۶۵) نابینا وغیرہ پر جہاد فرض نہیں

اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں اپنا یہ فرمان نازل فرمایا کہ:-  
لَيْسَ عَلَيَّ الْأَعْمَىٰ حَرْجٌ وَلَا  
عَلَى الْأَعْدَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى  
الْمَرِيضِ حَرْجٌ -  
اندھے میں (جہاد کے معاملہ میں) کوئی تنگی  
نہیں ہے۔ نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ ہے  
نہ بیمار پر کوئی مواخذہ ہے۔

(پ۔ ۲۶۔ الفتح آیت ۱۷)

یعنی معذوروں پر جہاد میں نہ جانے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں۔ اور ان لوگوں کے لیے جہاد میں حاضر نہ ہونا جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی معذوریاں مانع ہیں۔ نہ یہ لوگ دشمن پر حملہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ نہ ان کے حملوں سے بچنے اور بھاگنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہر مسلمان جو معذور ہیں، مثلاً بہت ضعیف، بوڑھا، کھانسی اور دمہ کا مریض، ٹی، بی



کامریض، اپنا بیچ یا وہ شخص جو کسی وجہ سے چل پھرنے سکتا ہو۔ یا اس کے لیے چلنا بھرناد شوار ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ عذر جہاد سے روکنے والے ہیں ان کے علاوہ اور بھی عذر ہیں۔ جیسے انتہائی غریبی و مفلسی جس سے سفر کے ضروری حوائج پر قدرت نہ رکھنا۔ یا ایسے ضروری اشغال جو سفر سے مانع ہوں۔ جیسے کسی ایسے مریمین کی خدمت جس کی خدمت اس پر لازم ہو۔ اور اس کے سوا دوسرا کوئی اس کو انجام دینے والا نہیں۔ تو ان سب معذروں پر جہاد فرض نہیں، اگر یہ لوگ جہاد میں نہ جائیں تو ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## ۱۰۔ احکام مساجد

### (۶۶) صرف مسلمان ہی مسجد تعمیر کریں

مسجدوں کو تعمیر کرنا صرف مسلمانوں کا کام ہے۔ کافر کی بنائی ہوئی مسجد ہرگز بہرگز مسجد نہیں ہے۔ بعض سیاست زدہ مسلمان ہندؤں کو خوش کرنے کے لیے مسجد کی تعمیر میں کفار کا چندہ لے کر مسجد میں لگا دیا کرتے ہیں۔ یہ بالکل حرام و ناجائز ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا صاف صاف فرمان ہے کہ:

مشرکوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔ خود اپنے کفر کی گواہی دیتے ہوئے ان کا تو سب کیا دھرا اکارت ہے وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے اللہ کی مسجدیں تو صرف وہ لوگ آباد کریں گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے۔ اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ تو قریب

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَيْهِ أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَ فِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ . إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ  
وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَى



أُولَئِكَ أَنْ يَكُوْدُوا مِنْ  
الْمُهْتَدِينَ ه

ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں سے ہوں  
(پا۔ ۱۰۔ التوبہ آیت ۱۷-۱۸)

اسی طرح مشرکین کے علاوہ تمام غیر مسلموں، یہودیوں، نصرانیوں، اور تمام مرتدین  
قادیانیوں، تیرائی شیعوں، اور توہین نبوت کرنے والے عوامیوں وغیرہ کی بنوائی ہوئی مسجدیں  
بھی درحقیقت مساجد نہیں ہیں۔ اور ان لوگوں کی رقمیں بھی مساجد کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں  
ہے۔ یہ دینی و ایمانی مسائل ہیں۔ لہذا مسلمانان اہل سنت کو خاص طور سے اس کا دھیان  
رکھنا ضروری ہے۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس دور میں مدینہ منورہ کے منافقوں  
نے مدینہ منورہ میں ایک مسجد بنائی تھی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی آیت اتری  
کہ اے محبوب! آپ اس مسجد میں ہرگز نہ کھڑے ہوں۔ اور قرآن نے اس مسجد کو ”مسجد ضرار“  
کہا۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے صحابہ کرام کو بھیج کر اس مسجد کو منہدم کر لیا۔  
جلاڈالا۔ کیونکہ کافروں اور منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد درحقیقت مسجد ہی نہیں ہے۔ اس  
لیے اس کا کوئی احترام نہیں کیا گیا۔

اس دور میں ہم کو یہ طاقت و قدرت تو نہیں ہے کہ بد مذہبوں کی بنائی ہوئی مسجدوں  
کو ڈھاسکیں یا جلا سکیں۔ مگر یہ تو ہم کر ہی سکتے ہیں کہ مرتدین کی مسجدوں میں نماز نہ پڑھیں  
لہذا یہ ضرور اپنے لیے لازم سمجھیں۔ اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کرتے رہیں۔

## (۶۶) مسجدوں کو صاف و ستھری رکھیں

مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجدوں کی صفائی، ستھرائی کا خاص طور پر دھیان رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:-

وَعَهْدُنَا إِلَىٰ آبَائِهِمْ  
وَاسْمِعِيلَ أَنْ طَهَّرُوا بَيْتِي  
بِلطائفين و الطائفين و التركم

اور ہم نے ابراہیم و اسمعیل کو تاکید فرمائی کہ  
میرے گھر (کعبہ) کو خوب ستھرا کرو۔ طواف  
والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود



دالوں کے لیے۔

(پ۔ ا۔ البقرة آیت ۱۲۵)

مسجد میں کوئی نجاست یا کوڑا پورا ڈالنا۔ یا کوئی بدبو کرنے والی چیز لے کر مسجد میں جانا حرام ہے۔ مسجد کو ہر قسم کی گندگی اور خراب چیزوں سے بچانا ضروری ہے۔ مسجدوں میں سے کبتیوں، چڑھیوں اور بابلیوں کے گھونسلوں کو نکال کر بھینک دینا لازم ہے تاکہ مسجد میں ان کی بیٹوں سے گندی نہ ہونے پائیں۔ اور مسجد کے احترام کی وجہ سے مسجدوں میں جھاڑو دے کر اس کے کوڑے کو کسی گندی جگہ میں نہ پھینکیں۔ بلکہ کہیں صاف جگہ پر ڈالیں۔ یا دفن کر دیں۔

مسجدوں میں جھاڑو لگانا۔ اور صفائی ستھرائی کرنے کی فضیلت اور اس کا ثواب بہت بڑا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ۔

ایک حبشی مرد یا عورت مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی اس کا انتقال ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم نہیں ہوا۔ پھر آپ نے اس کو بلا فرمایا۔ اور لوگوں سے پوچھا کہ وہ آدمی کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا کہ وہ تو مر گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دی تو لوگوں نے کہا کہ اس کرات میں انتقال ہوا۔ اور لوگوں نے اس کو اہمیت نہیں دی۔ اور رات ہی میں اس کو دفن کر دیا۔ اس لیے آپ کو مطلع نہیں کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھے اس کی قبر تک میری رہنمائی کرو۔ پھر آپ اس کی قبر پر تشریف لائے۔ اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۸)

سبحان اللہ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں جھاڑو دینے والے کی رحمت عالم کی نظروں میں کتنی عزت و وقعت تھی کہ آپ نے اس کے دفن کی اطلاع نہ دینے والوں پر خفگی کا اظہار فرمایا۔ اور اس کی قبر پر تشریف لے جا کر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ ظاہر ہے کہ یہ مسجد میں جھاڑو دینے والے کی کتنی بڑی سعادت، اور کتنی عظیم فضیلت ہے۔



بعض مسلمان مسجد میں جھاڑو دینے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، اور بعض مسلمان مسجد میں جھاڑو دینے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ ان کی سخت نادانی اور محرومی ہے کہ ثواب کے کام کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور ثواب کا کام کرنے والوں کو حقیر جانتے ہیں۔ کاش وہ لوگ اور پر کی حدیث و آیت سے ہدایت کا نور حاصل کرتے۔ خداوند کریم سب کو ہدایت کا نور عطا فرمائے۔ (آمین)

## (۶۸) مقامات مقدسہ کا ادب

جن مقامات کو اللہ تعالیٰ یا اس کے محبوب بندوں سے کوئی نسبت و تعلق ہو وہ جگہیں بلاشبہ برکت و عظمت والی ہیں۔ مثلاً مسجدیں، بزرگوں کے مزارات، ان کی عبادت گاہیں ان کی پیدائش کی جگہیں، ان کے تبرکات، ان کے مکانات یہ سب مقامات قابل ادب و احترام ہیں۔ اور ان کے اعزاز و احترام اور عزت و احترام کا ثبوت قرآن مجید سے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقام طویٰ پر پہنچنے کے وقت یہ حکم فرمایا:-

«فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ  
إِنَّكَ بِأُثْوَادِ الْمُقَدَّسِ  
طَوًى» (اے موسیٰ) آپ اپنے جوتے اتار  
دیجئے کیونکہ آپ ایک پاک جنگل طویٰ  
میں ہیں۔

(پ - ۱۶ - طہ آیت ۱۲)

طویٰ وہ مقدس جگہ ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی اور ان پر پہلی وحی اتری۔ آپ اپنی بیوی صاحبہ کے ہمراہ اپنی والدہ سے ملاقات کرنے کے لیے ”شہر مدین“ سے مہر تشریف لے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے ”کوہ طور“ کے مغربی جانب پہنچے اس وقت بی بی صاحبہ کو دو روزہ سردی ہو رہی تھی۔ برف پڑ رہی تھی۔ سردی شدید تھی۔ آپ کو درد سے ایک آگ نظر آئی۔ آپ آگ لینے گئے۔ تو وہاں پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو پکار کر نبوت کا اعزاز عطا فرما دیا۔

(خزائن العرفان ص ۳۴۳)



بہر حال جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی طوری میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس جگہ کے ادب و احترام کے لیے جو تے اتارنے کا حکم فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مقامات مقدسہ کے ادب و احترام کا اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔

(۲) اسی طرح جب بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مقام تیرہ سے بیت المقدس جانے کا حکم دیا تو بحکم خداوندی آپ نے بنی اسرائیل کو یہ ہدایت دی کہ:-

وَادْخُلُوا الْبَابَ مُسَجِّدًا  
وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ  
خَطِيئَتِكُمْ وَ سَنَزِيدُ  
الْمُحْسِنِينَ

اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہوا اور  
کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں۔ تو ہم تمہاری  
خطائیں بخش دیں گے۔ اور قریب ہے کہ ہم  
نیکو کاروں کو اور زیادہ دیں۔

(پ۔ ۱۔ البقرہ آیت ۵۸)

بیت المقدس کے پھانگ پر سجدہ کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں داخل ہونے کا حکم بیت المقدس کی تعظیم اور اسکے ادب و احترام کے لیے تھا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقامات متبرکہ جو رحمت الہی کے نزول کی خاص جگہیں ہیں۔ وہاں تو یہ کرنا اور عبادتیں کرنا بہت جلد مقبولیت کا سبب ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ ہدایت دی کہ بیت المقدس کے دروازہ پر سجدہ کرتے ہوئے وہ اپنے گناہوں کی معافی کی دعا مانگیں تاکہ ان کی دعائیں مقبول ہو جائیں۔

(۳) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون، کوہ طور و مکہ مکرمہ کو ان میں اپنی قدرت اور رحمت کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کی عزت و عظمت کا اعلان کرنے کے لیے ان چاروں قسم کی یاد فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ:-

وَالزَّيْتُونِ وَالتَّيْنِ وَطُورِ  
سِينِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ

انجیر کی قسم اور زیتون اور طور سینا اور  
اس امان والے شہر کی قسم۔

(پ۔ ۳۰۔ التین آیت (۲، ۳))



الحاصل اس قسم کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مقامات مقدسہ ادب و احترام کرنا عظمت اسلام کا نشان و موذن کی پہچان اور اللہ و رسول کا فرمان ہے اور مقامات مقدسہ کی بے ادبی اور توہین، گمراہی اور شیطان کی سرکشی و طغیان اور برکتوں سے محرومی اور دونوں جہاں میں حرمان و خسران کا سامان ہے۔ اسی ادب دے ادبی کو دیکھ کر مسلمانوں کو مان لینا چاہیے کہ کون خوش نصیب اور صاحب ایمان ہے۔ اور کون بد نصیب پیر و شیطان ہے کیونکہ یہ صاحبان ایمان اور اخوان الشیطان کا بست ہی کھلا ہوا نشان ہے۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا کہ۔

از خدا خواہیم تو نیک ادب

بے ادب محروم گشت از فضل رب

یعنی ہم تو خدا سے ادب کی تو نیک مانگتے ہیں، کیونکہ ہر بے ادب خدا کے فضل

سے محروم ہی رہتا ہے۔ سبحان اللہ! کتنی سچی ہے بزرگوں کی بات کہ۔

با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب

## ۱۱) نکاح کا بیان

### (۶۹) نکاح سنتِ انبیاء ہے

اگر نکاح کے حقوق ادا کرنے کی قدرت ہو تو نکاح کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ اور اس میں اجر و ثواب ہے۔ جو لوگ حقوق نکاح ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے نکاح نہیں کرتے اور ننگوٹ بند لنگوں اور سادھوؤں کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی سنت کے تارک اور اس کے اجر و ثواب سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:-

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ

اور بے شک (اے محبوب) ہم نے



آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو بھیجا  
اور ان کے لیے بیبیاں اور بچے بنائے

(پ ۲۳۔ الرعد آیت ۳۸)

یہ آیت اعلان کر رہی ہے کہ بیبیوں اور بچوں والا ہونا اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی  
مقدس سنت ہے۔

## (۷۰) ازدواجی زندگی کی اصل روح

نکاح کرنے اور بیوی رکھنے کی اصل روح یہ ہے کہ زندگی کا سکون میسر ہو۔ اور  
میاں بیوی کی باہمی مشفقانہ محبت و پیار سے انسانوں کی دنیاوی زندگی سکون قلب و  
اطمینان روح کی جنت بن جائے۔ نکاح کا اصل مقصد شہوت پوری کرنا نہیں ہے اور  
نہ عورتوں سے لوندیوں کی طرح خدمت لینا مقصود ہے۔ کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ  
جانوروں جیسا سلوک کرے۔ نہ ازدواجی زندگی کا یہ مقصد ہے کہ شوہر محنت و مشقت کر  
کے کمائے۔ اور بیوی شوہر کی کمائی اور دولت کو بے دردی کے ساتھ مفول خرچیوں میں  
برباد کرتی رہے۔ اور جب شوہر تمھکا ماندہ ہو کر باہر سے گھر میں آئے تو بیوی اپنے نفعوں  
اور کوسنوں سے شوہر کا دل زخمی کرتی رہے۔ اور خود دن رات پلنگ پر بیٹھی گال بجاتی اور  
پان چباتی رہے۔ اور شوہر کی کوئی خدمت اور دل داری نہ کرے۔ نہ گھر بیو کاموں میں کوئی  
حصہ لے۔ بلکہ نکاح کا مقصد اعلیٰ اور ازدواجی زندگی کی روح کو بیان کرتے ہوئے  
قرآن مجید نے فرمایا کہ:-

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ  
مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا  
أَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً  
وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ  
لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ه

اور (خدا) کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے  
کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے  
پیدا فرمادے کہ تم ان سے سکون پاؤ اور  
تمہارے درمیان آپس میں محبت و رحمت  
رکھی بے شک اس میں نشانیاں ہیں۔



دھیان کرنے والوں کے لیے۔

(پ ۲۱۔ الروم آیتہ ۲۱)

ہر حال اسلام میں ازدواجی زندگی کا جو اعلیٰ تصور ہے وہ بلاشبہ اقوام عالم کے لیے سرچشمہ ہدایت اور خیر و برکت کے ساتھ سکون و راحت کی جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ صبح کو اسلام کے قوانین رحمت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## (۱۱) چار عورتوں سے نکاح کب؟

جو شخص چار عورتوں کے حقوق نکاح یعنی کھانا، کپڑا، رہنے کے لیے مکان، جماع کی قدرت و طاقت رکھتا ہو اور سب عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں عدل اور برابری قائم پر بھی قادر ہو تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ چاروں عورتوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ اور کوئی شخص ان شرائط پر پورا نہ اترتا ہو تو اس کے لیے چار عورتوں کو ایک ساتھ رکھنا حرام و ناجائز اور گناہ ہے۔ اگر کوئی ایک ہی عورت کے حقوق ادا کرنے کی قدرت و طاقت رکھتا ہو تو وہ صرف ایک ہی عورت نکاح میں رکھ سکتا ہے، جو طہرین اور مغرب زدہ مرد اور عورتیں اسلام میں چار عورتوں کے رکھنے پر طعن و تشنیع اور اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ انہیں قرآن کریم کی اس آیت کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ ان کی نگاہوں سے جمالت کے پرے اٹھ جائیں اور اسلام کے قوانین رحمت کا سورج انہیں نظر آنے لگے، قرآن مجید میں صاف صاف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم بچوں میں انصاف نہ کرو گے، تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں پسند آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔ یا کنیزیں رکھو جن کے تم مالک ہو۔

وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ تَفْسِدُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّنِّي وَثَلَاثَ وَرَبْعَةٍ فَإِنْ خِفْتُمْ آلاَءَ تَعْدُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط ذَلِكَ



آدنی الا تعولوا ہ  
یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

(پ۔ ۴۰۔ النساء آیت ۳)

غور کیجئے کہ ایک عورت سے زیادہ رکھنے کے لیے خداوند عالم نے کتنی شرطیں رکھیں ہیں کہ عورتوں کے تمام حقوق ادا ہوں۔ اور سب بیبیوں کو برابر ہی کے ساتھ ان کے حقوق دیتا رہے۔ اور اگر یہ سب شرطیں پوری نہ کر سکتا ہو تو اس کیلئے صرف ایک ہی عورت سے نکاح کی اجازت ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایک بیوی کے حقوق بھی ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کیلئے نکاح کرنا ہی حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ۔  
وَلَيْسَتَّعْفِيفَاتٍ لِّلَّذِينَ لَا  
يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ  
اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔  
اور چاہیے کہ بچے رہیں۔ وہ جو نکاح کا مقدر نہیں رکھتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مقدر والا کر دے۔

(پ۔ ۱۸۰۔ النور آیت ۳۳)

کتنا واضح اور صاف صاف ارشاد ہے کہ جس شخص کو حقوق نکاح ادا کرنے کا مقدر ہی نہ ہو وہ اس وقت تک نکاح نہ کرے جب تک مقدر والا نہ ہو جائے۔ بہر حال اعتراض کرنے والے بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اسلام میں ہر شخص کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ حاشا حاشا یہ بالکل ہی غلط ہے۔ آپ قرآن کا فرمان سن چکے کہ ایک ساتھ چار بیویاں رکھنے کے لیے خداوند عالم نے بہت سی شرطیں رکھی ہیں۔ یہاں تک کہ ایک بیوی رکھنے کے لیے بھی کچھ شرائط ہیں کہ اگر وہ نہ پوری ہو سکیں تو ایک عورت سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ وہ مہر کرے یا کینز پر اکتفا کرے۔

**تعدد ازواج کی حکمت**  
اللہ تعالیٰ نے خاص خاص صورتوں میں چند شرائط کے ساتھ ایک شخص کو چند بیویاں رکھنے کی جو رخصت و اجازت دی ہے۔ یہ بہت ہی حکیمانہ فیصلہ ہے جو عورتوں کے حق میں رحمتوں کی جنت ہے کیونکہ بعض اوقات جنگوں یا دوسرے اسباب کی بنا پر مردوں کی تعداد کم، اور عورتوں کی تعداد



زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو اگر مردوں کو ایک عورت سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہ ہوتی تو بہت سی عورتیں بلا شوہر کے رہ جاتیں۔ جس سے بے شمار معاشی اور سماجی مسائل کا سامنا ہو جاتا۔ جن کو دنیا کے بڑے بڑے عقلا اور دانشور حل نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے اسلام نے یہ قانون رحمت عطا فرمائے۔ کہ بعض صورتوں، اور بعض حالات میں چند نثر اٹھ کے ساتھ ایک مرد چند عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔ تاکہ کوئی عورت بلا شوہر کی نہ رہ جائے مگر افسوس کہ کچھ لوگوں نے اس رحمتوں کی جنت کو اپنی کم عقلی یا غلط فہمی سے رحمتوں کا جہنم سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور ہدایت کی سیدھی شاہراہ پر چلائے۔ (آمین)

## (۷۲) کسی عورت پر جبر جائز نہیں

کسی عورت سے زبردستی نکاح کرنا جائز نہیں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ کسی عورت کو مالدار دیکھ کر زبردستی اس کو بیوی بنا لیتے تھے تاکہ اس عورت کا مال انکے ہاتھ لگ جائے۔ اسلام نے اس ظالمانہ دستور کو حرام قرار دے کر عورتوں پر احسان فرمایا کہ بے غیر عورت کی رضا مندی کے بغیر ہرگز ہرگز جبراً کوئی مرد کسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا چنانچہ قرآن میں خداوند قدوس کا فرمان ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَجِدُ  
لَكُمْ أَنْ تَرْتُوا النِّسَاءَ كَرْهًا

اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی۔

(پ۔ ۴۰۔ النسا آیت ۱۹)

## (۷۳) عورت کو بعض ناپسندیدہ خصلتوں سے درگزر کرو

تقریباً ہر عورت میں کچھ اچھی خصلتیں اور کچھ بری عادتیں ہوا کرتی ہیں۔ کبھی کوئی عورت شوہر کو پسند ہوتی ہے۔ اور کبھی عورت کی کوئی ادا شوہر کو پسند نہیں ہوتی ہے۔ تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ عورت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اگر عورت کی کوئی



خصلت اور کوئی ادا تمہیں ناپسند ہو تو اس سے درگزر کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ نے اس عورت میں تمہارے لیے بہت زیادہ خیر اور بھلائی رکھی ہو۔ جس کو تم نہیں جان سکتے ہو چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:-

وَعَا شِرُّوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ نَانَ  
كِرْهُمُوْهُنَّ نَعْسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا  
شَيْئًا وَّيَجْعَلَنَّ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا  
كَثِيْرًا ۝

اور عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت زیادہ بھلائی رکھے ہوئے ہو۔

(پ۔ ۴۔ النساء آیت ۱۹)

چنانچہ اس فقیر کا تجربہ شاہد ہے کہ ایک صاحب کی بیوی بڑی خدمت گزار اور نیک مزاج تھی مگر وہ ذرا سادہ تھی۔ اس لیے شوہر کو وہ بیوی پسند نہیں تھی۔ مگر خدا کی رضا کہ اس عورت کے شکم سے اللہ تعالیٰ نے اس کے شوہر کو دو فرزند عطا فرمائے اور اس عورت کی خوش نصیبی سے شوہر کی محنت و دولت میں بھی بہت خیر و برکت رہی۔ پھر اس بیوی کا انتقال ہو گیا۔ تو شوہر صاحب نے دوسری عورت سے نکاح کیا۔ یہ عورت چونکہ بہت گوری اور نہایت حسین تھی اس لیے شوہر صاحب اس پر لٹو ہو گئے۔ اور دن رات اجاب سے اس کی خوبیوں کی کہانیاں سناتے رہے۔ مگر خدا کی شان کہ یہ بانجھ نکلی، پھر اس کے شکم سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور یہ عورت اس قدر فضول خرچ اور بدنصیب ثابت ہوئی کہ شوہر کی سرکاری نوکری بھی چھوٹ گئی اور مالی کوفت اور دن رات کی گھٹن سے شوہر کی محنت بھی برباد ہو گئی۔ اس وقت انھیں بار بار قرآن کریم کا ارشاد یاد آتا تھا کہ:-

اگر تمہاری بیوی تمہیں پسند نہ آئے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں پسند نہ ہو۔ مگر اس میں اللہ بہت زیادہ بھلائی رکھے ہوئے ہو۔

اس لیے ہر شوہر کو لازم ہے اگر بیوی کی کوئی ادا اس کو پسند نہ ہو تو ہرگز ہرگز اس کو طلاق دینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ صبر کرے اور سمجھے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے اس بیوی میں میرے لیے کوئی خیر کثیر اور بہت بڑی بھلائی رکھی ہو جو دوسری عورت میں مجھے



نہ ملے گی۔ اگر قرآن مجید کے اس سہرے مشورہ پر عمل کرے گا تو نہ طلاق جیسے ناپسندیدہ کام کی نوبت آئے گی نہ کوئی ذہنی کوفت، اور قلبی گھٹن رہے گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بہت جلد خیر کثیر کا جلوہ بھی دیکھ لے گا۔

## (۷۴) اگر عورت نافرمان ہو تو شوہر کیا کرے

اگر خدا نخواستہ کسی کی بیوی نافرمان اور شریر ہو تو شوہر کو چاہیے کہ پہلے اس کو نصیحت کرے۔ پھر بھی اگر اس کی نافرمانی ختم نہ ہو تو شوہر کو چاہیے کہ اس کے ساتھ سونا چھوڑ دے، اگر یہ ترکیب بھی کارگر نہ ہو تو شوہر کو اجازت ہے کہ ہلکی مار سے عورت کو سزا دے سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَالَّتِي تَخَافُ مِنُّنْشُورِ هُنَّ  
فَعِظُوهُنَّ وَاجْهَرُوهُنَّ فِي  
الْمُصَاجِعِ وَاصْرَبُوهُنَّ فَإِن  
أَطَعْنَكَ فَلَ تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ  
سَبِيلًا ط

اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ  
ہو تو انہیں نصیحت کرو اور ان سے الگ  
سوؤ۔ اور انہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہارے  
حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی  
راہ نہ چاہو۔

(پ ۵۔ النسا آیت ۳۴)

مطلب یہ ہے کہ عورت کی نافرمانی دیکھ کر فوراً ہی اس کو طلاق دے کر الگ نہ  
کردے۔ بلکہ شوہر پر لازم ہے کہ مذکورہ بلا طریقوں سے عورت کو راہ راست پر لانے کی  
کوشش کرے۔ جب کسی طرح عورت راہ راست پر نہ آئے۔ تو ایک پنچ شوہر کی طرف  
سنا اور ایک پنچ عورت کی طرف سے مقرر کیا جائے۔ اور یہ دونوں میاں بیوی میں صلح  
کرانے کی کوشش کریں۔ اگر ان دونوں پنچوں میں صلح کرانے کا جذبہ ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ ان  
دونوں میں میل جول کرادے گا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا  
فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِو

اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا  
خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے



حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۖ إِن  
يُرِيدَ إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ  
اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ  
عَلِيمًا خَبِيرًا ۗ

بھیجو اور ایک پنچ صورت والوں کی طرف سے  
دونوں پنچ اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان  
میں میل جول کرا دے گا۔ بے شک اللہ جاننے  
والا خبردار ہے۔

(پ۔ ۵۔ النساء آیت ۳۵)

جب کسی طرح سے میاں بیوی میں صلح و صفائی نہ ہو سکے تو یا اور نباہ کی کوئی صورت  
ہی باقی نہ رہ جائے تو اس وقت شوہر کو اجازت ہے کہ وہ عورت کو طلاق دے کر اس کا  
راستہ خالی کر دے، مگر خوب سمجھ لو کہ اگرچہ بعض صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کو  
حلال و مباح قرار دیا ہے، مگر بعض صورتوں میں طلاق کو مستحب قرار دیا ہے مثلاً جب  
کہ عورت شوہر کو یا اس کے اعزہ و اقارب کو ایذا دیتی ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو۔ اور بعض  
صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے۔ مثلاً شوہر نامرد ہیجڑا ہے کہ جماع کرنے پر قادر  
ہی نہیں ہے۔ اور اس کے علاج کی بھی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں  
طلاق نہ دینا عورت کو سخت تکلیف دینا ہے۔ مگر پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان  
ہے کہ تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۲۔ ص ۲۸۴ بحوالہ البرادوی)

## (۷۵) لواطت حرام ہے

اپنی بیوی یا کسی دوسرے، مرد یا عورت کے ساتھ لواطت یعنی اسکے پیچھے  
مقام میں جماع کرنا حرام و گناہ اور جہنم میں جانے کا کام ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے  
یہ گناہ دھندا حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے شروع کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے  
ان کو نصیحت کر کے اس بد فعلی سے بہت روکا مگر جب ان کی قوم اس گناہ سے باز نہ آئی  
تو ان لوگوں پر خدا کا عذاب اتر پڑا۔ پہلے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ پھر فرشتوں نے  
ان کی بستیوں کو زمین سے اٹھا کر اسٹ پلٹ کر دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ۔



اور لوط (علیہ السلام) کو بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہ کی۔ تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو۔ عورتیں چھوڑ کر۔ بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے ہیں۔ اور ان کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا۔ مگر یہی کہنا کہ ان کو بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔ تو ہم نے ان کو اور ان کے گھروالوں کو نجات دی۔ مگر ان کی عورت کہ وہ رہ جانے والوں میں سے ہوئی اور ہم نے ان پر پتھروں کا ایک سینہ برسایا۔ تو دیکھ لو کہ کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔

(۱) وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَأَأْتُونَ  
الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ  
أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ه أَنْكُرْنَا تُونَ  
الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النَّبَا  
بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ه  
وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ  
إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ  
مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ  
يُنَظَّهُرُونَ ه فَأَنْجَيْنَاهُ وَ  
أَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ  
مِنَ الْغَابِرِينَ ه وَأَمْطَرْنَا  
عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانظُرْ كَيْفَ  
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ه

(پ ۸۔ الاعراف آیت ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴)

مذکورہ بالا آیات سے اس فعلِ بد کی شناعیت و قباحت اور اس کی حرمت و ہمانت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے صحبت کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

(۲) نِسَاءُ كَمْ حَرَّتْ لَكُمْ فَأَنو  
حَرَّتْكُمْ أَنِّي شِئْتُمْ۔  
(پ ۲۔ البقرہ آیت ۲۲۳)

جس طرح کھیتوں سے اناج کی پیداوار ہوتی ہے۔ اسی طرح عورت اگلے مقام سے اولاد کی پیداوار ہوتی ہے۔ لہذا تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاؤ اور یعنی عورت کے اگلے مقام میں جس طرح چاہو صحبت کرو۔ عورت کا اگلا مقام ہی حرث (کھیتی) ہے۔ پچھلا مقام



تو "حرث" (کھیتی) نہیں بلکہ وہ تو "فرث" (گندگی کی جگہ) ہے لہذا اس میں صحبت کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔ اس لیے وہ حرام و گناہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حیض کی حالت میں عورتوں سے صحبت کرنے کے بارے میں فرمایا۔

اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں، حیض کا حکم تو آپ فرما دیجئے کہ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں میں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک وہ پاک نہ ہوئیں

(۳) وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ آذَىٰ فَاَعْتَرِزُوا لِلنِّسَاءِ فِي الْمَحِيضِ لَا دَلَّ تَقَرُّبُوهِنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ ۗ

(پ۔ ۲۰۔ البقرہ آیت ۲۲۲)

عورتوں سے حالت حیض میں صحبت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اسی بنا پر حرام فرمایا کہ حیض ناپاکی اور گندگی ہے۔ تو پچھلا مقام بھی ناپاکی اور گندگی کی جگہ ہے۔ لہذا لواطت بھی حرام ہی رہے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ لواطت کی حرمت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور بکثرت حدیثیں بھی اس کی حرمت اور ممانعت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ دو حدیثیں یہاں درج کی جاتی ہیں جن سے اس فعل بد پر شدید وعید واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ حدیثیں یہ ہیں کہ۔

حضرت عبدالشہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جو کسی مرد یا عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرے۔ (مشکوٰۃ ج ۲۔ ص ۲۶۶ بحوالہ ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو اپنی بیوی کے پچھلے مقام میں جماع کرے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۶۶ بحوالہ ابوداؤد)

ایک دوسری آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأُفْوٰجِهِمْ حٰفِظُونَ ۗ اِلَّا عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ

وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے



ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں  
تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد  
سے بڑھنے والے ہیں۔

أَيُّهَا نَهَوْنَا تَهُمُ غَيْرُ مَلُومِينَ  
فَمَنْ أَيْتَغَىٰ وَرَأَىٰ ذٰلِكَ نَاوَلِيكَ  
هُدًى الْعَادُونَ ۝

(پ۔ ۱۸۔ المؤمنون۔ آیت ۵-۶-۷)

اس آیت نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ بیوی اور شرعی باندری ان دو کے سوا  
کہیں بھی اور کسی طریقے سے بھی اپنی شہوت کو پوری کرنا حرام ہے، اس میں زنا لواطت جانوروں  
سے جماعت سب داخل ہیں اور بعض علما کا قول ہے کہ اس میں جلق بھی داخل ہے اور  
وہ بھی ناجائز ہے۔

## زنا جرم عظیم ہے

زنا اتنا قبیح فعل اور ایسا گناہ و تاجرم ہے کہ دنیا کے کسی دین و مذہب میں اس کو جائز  
نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ ہر دین اور انسانوں کی ہر مذہب و سوسائٹی میں یہ فعل بد سماجی، اخلاقی  
قانونی اور مذہبی نہایت ہی بدترین عیب اور جرم ہی قرار دیا گیا ہے۔ اور دین و اسلام  
نے تو اس کو جرم عظیم قرار دے کر اس پر نہایت ہی خوفناک و عبرت خیز سزا مقرر کی ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ اِنَّهُ كَانَ  
فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْدًا  
اور زنا کے پاس نہ جاؤ یقیناً وہ بے حیائی  
اور بہت بری راہ ہے۔

(پ۔ ۱۵۔ نبی اسرائیل آیت ۳۲)

اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ:

وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ  
اِنَّهَا مَاءٌ  
اور جو یہ کام (زنا) کرے گا وہ سزا پائے  
گا۔ (پ۔ ۱۹۔ الفرقان آیت ۶۸)

زنا کار اگر مخلص ہو یعنی نکاح صحیح کر کے ساتھ ایک مرتبہ بھی اپنی بیوی سے صحبت  
کر چکا ہو تو اس کو جمع عام میں سنگسار کر کے مار ڈالا جائے گا۔ جس کا ثبوت رجم کی



آیت سے ہے جو منسوخ التلاوة ہے۔ مگر اس کا حکم باقی ہے۔

اور زنا کار اگر غیر محض یعنی غیر شادی شدہ کنوارا ہو تو اس کو ایک سو کوڑوں کی مجع عام میں سزا دی جائے گی۔ چنانچہ قرآن کا فرمان ہے کہ۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ  
وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ سَوًّا  
تَأْخُذُكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ  
اللَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ تَوَّابِينَ يَا لَللَّهِ  
الْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَشْهَدُ عَدَايَهُمَا  
طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ه

جو عورت زنا کار ہو اور جو مرد تو ان میں  
ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اور تمہیں ان  
پر ترس نہ آئے۔ اللہ کے دین میں مگر تم  
ایمان لاتے ہو اللہ اور قیامت پر۔ اور  
چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا  
ایک گروہ حاضر ہو۔

(پہ۔ ۱۸۔ النور آیت ۲)

زنا کار کو کوڑے یا پتھر اور کرنے کی سزا مسلمانوں کے مجع عام میں اس لیے دی  
جائے گی۔ تاکہ لوگوں کو خوف اور عبرت حاصل ہو۔ اور لوگ اس جرم سے بچیں  
واللہ تعالیٰ اعلم

## (۷۷) اپنی اولاد کو قتل مت کرو

زمانہ جاہلیت میں کفار اپنی بڑکیوں کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے اور اس کے کئی سبب  
تھے۔ کچھ لوگ تو عمار کے خیال سے ایسا کرتے تھے کہ ہم کو کسی کا سالیا یا سر بننا پڑے گا اور  
کچھ اس لیے اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے کہ ان کو کھلانا پڑے گا تو ہم ان کی روزی کا انتظام  
کیسے اور کہاں سے کریں گے۔ جیسے اس زمانہ میں بعض حکومتوں نے خاندانی منصوبہ بندی  
اور ضبط ولادت کے نام سے اسی بنیاد پر کہ رزق کی کمی ہے نس بندی اور اسقاط حمل کی اسکیمیں  
چلائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار جاہلیت کے اس نظریہ کا رد فرماتے ہوئے ارشاد

فرمایا ہے کہ۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً

اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو رزق کی کمی کے



اِمْلَاقٍ طَحْنٌ نَزَقْتَهُمْ وَاَيَّاكُمْ  
اِنَّ تَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً  
كَبِيْرًا ۝

ڈر سے۔ ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور  
تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل بہت بڑی  
خطا ہے۔

(پ۔ ۱۵۔ بنی اسرائیل آیت ۳۱)

ایک دوسری آیت میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:-

وَكَذٰلِكَ نَمُنُّ بَيْنَ يَكْتِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ  
تَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءَهُمْ  
لِيُرُوْهُمْ وَيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ  
دِيْنَهُمْ -

اور یوں ہی بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں  
ان کے شریکوں نے اولاد کے قتل کو خوبصورت  
کر کے دکھایا ہے کہ انہیں ہلاک کر دیں۔ اور  
ان کا دین پر مشتبہ کر دیں۔

(پ۔ ۸۔ الانعام آیت ۱۳۷)

مذکورہ بالا آیت میں شرکاء سے مراد شیاطین ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ روزی کی تنگی  
کے ڈر سے اولاد کا قتل کرنا یہ شیطان کا پیش کیا ہوا نافرمانی ہے جو لوگوں کی نگاہوں میں خوبصورت  
معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس نظریہ کی جڑ ہی کاٹ دی کہ روزی نہ حکومت دیتی  
ہے۔ نہ ماں باپ دیتے ہیں۔ بلکہ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی تمام مخلوقات  
کو روزی دیتا ہے۔ وہی اللہ تمہارے بچوں کو اور تم کو بھی روزی دے گا۔ اس  
لیے روزی کی کمی کے ڈر سے تم اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔

## (۷۸) اسقاطِ حمل بھی قتل ہے!

دواؤں یا آپریشن کے ذریعے حمل کو گرانا بھی منع ہے۔ خواہ بچہ کی صورت بنی ہو یا  
نہ بنی ہو۔ ہاں اگر عورت یا عورت کی گود میں شیر خوار بچہ کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس عذر سے  
حمل کو گرانا جائز ہے۔ بشرطیکہ حمل میں بچے کے اعضا نہ بن چکے ہوں۔ اور اس کی مدت  
ایک سو بیس دن ہے (بہار شریعت بحوالہ رد المحتار) اور اگر حمل ایک سو بیس دن کا ہو چکا ہو  
اور حمل میں بچے کے اعضا بن چکے ہوں۔ تو اس حمل کو گرانا ایک جان کو ناحق قتل کرنا ہے۔



جو بہت ہی خوفناک گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ۔  
 وَرَآءَ تَقَاتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ  
 اللہُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔  
 اور کوئی جان جس کو حرمت اللہ نے رکھی  
 ہے ناحق نہ قتل کرو۔

(پ۔ ۱۵۔ بنی اسرائیل آیت ۳۳)

## (۱۲) معاشی مسائل کا بیان

### (۷۹) مرد اور عورت دونوں کما سکتے ہیں

جس طرح مرد کما کر اپنی کماٹی اپنی ضروریات، اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔  
 اس طرح عورتیں بھی جائز طریقوں سے کما کر اپنی کماٹی اپنی ضرورتوں، اور نیک کاموں میں  
 خرچ کر سکتی ہیں۔ خداوند قدوس کا فرمان ہے کہ۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا  
 وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبْنَ  
 وَسَأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ  
 كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا  
 مردوں کے لیے ان کی کماٹی سے حصہ ہے  
 اور عورتوں کے لیے ان کی کماٹی سے حصہ  
 ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ وہ  
 سب کچھ جانتا ہے۔

(پ۔ ۵۔ النور آیت ۳۲)

### (۸۰) حلال کماٹی ہی کھاؤ

کماٹی میں یہ دھیان رکھنا ضروری ہے کہ حلال طریقوں سے کمائے۔ جنر دار کبھی  
 ہرگز ہرگز حرام طریقوں سے کماٹی نہ کرے اور حرام طریقوں سے کماٹی ہوئی دولت کو ہرگز ہرگز  
 کبھی بھی اپنے استعمال میں نہ لائے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ۔  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن  
 اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ان



طَيِّبَاتٍ مَّا رَزَقْنَاكُمْ -  
میں سے حلال چیزوں کو کھاؤ۔  
(پ۔ ۲۔ البقرہ آیت ۱۷۲)

دوسری آیت میں فرمان خداوندی ہے کہ:-  
رَكُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلٰلًا  
طَيِّبًا مِّنْ وَّاَتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي  
اَنْتُمْ بِهٖ مُّؤْمِنُوْنَ .  
اور کھاؤ جو کچھ اللہ نے تمہیں روزی ری  
حلال۔ پاکیزہ۔ اور ڈرو اللہ سے جس پر  
تمہارا ایمان ہے۔  
(پ۔ ۷۰۔ المائدہ آیت ۸۸)

## (۸۱) ناحق طریقوں پر مال کھانا جائز نہیں

ناحق اہباطل طریقوں سے کمایا ہوا مال کھانا اور استعمال کرنا جائز نہیں۔ اللہ

تعالیٰ کا قرآن میں فرمان ہے کہ:-  
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا  
اَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبٰطِلِ اِلَّا  
اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ  
مِّنْكُمْ وَتَف  
اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے  
کے مال ناحق نہ کھاؤ۔ مگر یہ کہ کوئی سودا  
تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو۔ (یعنی) بذریعہ  
تجارت کمایا ہوا مال کھاؤ۔  
(پ۔ ۵۔ النساء آیت ۲۹)

## (۸۲) رشوت حرام ہے!

ناجائز کام کرنے اور کرانے کے لیے جو مال دیا جاتا ہے وہ رشوت ہے اللہ

تعالیٰ نے رشوت کو حرام فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:-  
وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ  
بِالْبٰطِلِ وَتُدْخُوْا بِهَا اِلَى  
اَحْشٰمٍ مَّرِيْتًا كَلُوْا فَرِيْعًا مِّنْ  
آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔  
اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس  
لیے پہنچاؤ۔ کہ لوگوں کا مال ناجائز طور پر



اموال الناس بالاشرف وانتم تعلمون  
کھالو۔ جان بوجھ کر  
(پ ۲۔ البقرہ آیت ۱۸۸)

### (۸۳) سود حرام ہے!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سود حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ لہذا اس سے بچو۔ قرآن میں ہے کہ:-

وَاحْلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ  
الرِّبَا ط  
اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

(پ ۳۔ البقرہ آیت ۲۷۵)

اس آیت نے سود کو حرام ٹھہرا کر مسلمانوں کو سود سے بچنے کا حکم دیا۔

### (۸۴) سود خوروں سے اللہ کی جنگ ہے

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام و گناہ کبیرہ قرار دیتے ہوئے یہ بھی اعلان فرمایا کہ:-  
يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُدْبِرُ  
الصَّدَقَاتِ ط  
اللہ سود کو بلاک فرماتا ہے ماور خیرات کو بڑھاتا ہے۔

(پ ۳۔ البقرہ۔ ۲۷۶)

اس کے بعد وید شدید فرماتے ہوئے یہ خوفناک اعلان بھی فرمایا کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ  
وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن  
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِن كُمْ تَفَعَّلُوا  
فَأذُنُوا جَهَنَّمَ وَمِنَ اللَّهِ فَذُرُّوا  
لَهُ ائِمَّانُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
جو باقی رہ گیا ہے سود۔ اگر تم لوگ مسلمان ہو  
پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو۔ اللہ اور اس  
کے رسول سے جنگ کا۔

(پ ۳۔ البقرہ۔ ۲۷۸-۲۷۹)



## (۸۵) تجارت اللہ کا فضل ہے!

تجارت رزقِ ملال حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تجارت کرنے والا اگر سچائی اور امانت کے ساتھ تجارت کرے۔ تو وہ (قیامت کے دن) نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ رہے گا، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تجارت اللہ کا فضل ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

جب نماز ہو چکے تو زمیں میں پھیل جاؤ  
اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔  
(یعنی تجارت کر کے روزی کماؤ)

(۱) فَإِذَا أَقْبَضْتِ الصَّلَاةَ فَأَنْتَشِرُوا  
فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ  
اللَّهِ -

(پ - ۲۸ الجمعہ آیت ۱۰)  
تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل بھی  
تلاش کرو۔ (پ - ۲ البقرہ آیت ۱۹۸)  
تمہارا رب وہی ہے کہ تمہارے لیے دریا میں  
کشتی رواں کرتا ہے کہ تم اس کا فضل تلاش  
کرو۔ (پ - ۱۵ - بنی اسرائیل آیت ۲۶)  
اور اللہ نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے  
رات اور دن بنائے۔ کہ رات میں آرام کرو۔  
اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس  
لیے کہ تم شکر ادا کرو۔

(۲) لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا  
فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ -  
(۳) رَبُّكُمْ الَّذِي يُرِيكُمْ  
الْمُلُوكَ فِي الْبَحْرِ لِيَبْتَغُوا مِنْ  
فَضْلِهِ  
(۴) وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ  
وَالنَّهَارَ تَسْكِنُوا فِيهِ وَ  
لِيَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ لَعَلَّكُمْ  
تَشْكُرُونَ -

(پ - ۲ - القصص آیت ۷۳)  
اسی طرح اور بھی دوسری آیتیں ہیں جن میں تجارت کو "اللہ کا فضل" فرمایا گیا۔



## (۸۶) تجارت کے لیے بڑی و بھری سفر!

یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی اپنے وطن اور اپنے مکان ہی پر رہ کر تجارت کرے بلکہ خاص تجارت کی نیت سے دور و نزدیک اور خشکی و سمندر کا سفر کرنا بھی جائز ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:-

اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل (تجارت) طلب کرنے کو۔  
(پ۔ ۲۹۔ المنزل آیت ۲۰)

(۱) وَآخِرُونَ يَصْرِفُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ:-

اور تم (دریا میں) کشتیوں کو دیکھو گے کہ وہ پانی چیرتی ہیں۔ تاکہ تم اللہ کا فضل (تجارت) تلاش کرو۔ اور کسی طرح حق مانو۔  
(پ۔ ۲۲۔ فاطر آیت ۱۲)

(۲) وَقَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَازِرُ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَكَعَلَكُمْ تَشْكُرُونَ

پہلی آیت میں خشکی کے سفر اور دوسری آیت میں دریائی سفر کا بیان ہے۔

## (۸۷) تجارت میں صحیح ناپ تول ضروری ہے

تجارت اسی وقت قابل تعریف اور عمل ثواب ہو سکتی ہے۔ اور تجارت اسی صورت میں اللہ کا فضل کہلانے کی مستحق ہوگی جب کہ تجارت میں صداقت کے ساتھ امانت دیانت بھی ہو۔ اسی لیے ناپ تول کا صحیح رکھنا۔ اور انصاف کی بات کہنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرض فرمادیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:-

اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کی طاقت بھرا اور جب بات کہو تو انصاف

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا وِزْرًا وَلَا سَعْمًا مِمَّا إِذَا قُلْتُمْ فَأَعْدُوا وَلَا تُو



کی بات کہو۔ اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ  
ہو۔ اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ یہ تمہیں تاکید  
فرمائی تاکہ تم نصیحت مانو۔  
(پ۔ ۸۔ الانعام۔ آیت ۱۵۲)

كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ج. وَبِعَهْدِ  
اللَّهِ اَوْ فُؤَادٍ ذَلِكُمْ وَصَلُّوْ  
بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

## (۸۸) مال جمع کرنا جائز ہے!

اگر مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ تو کروڑوں بلکہ اربوں کی دولت جمع کرنے میں شرعاً  
کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مال کو "خیر" (بہترین چیز) فرماتا  
ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَ  
الْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ لَا فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ  
أَلِيمٍ ۝

اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے  
ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے  
(زکوٰۃ نہیں دیتے) تو انہیں دردناک عذاب  
کی خوشخبری سنا دو۔

(پ۔ ۱۰۰۔ التوبہ۔ آیت ۳۴)

غور کیجئے کہ سونا چاندی جمع کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کی زکوٰۃ نہ  
ادا کرنے پر عذاب کی دھمکی ہے۔ اور زکوٰۃ ادا کر دینے پر اگر کروڑوں اور اربوں کی دولت  
جمع کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے۔

دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ:-

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ  
يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ  
كَاتِبٌ بَعِيدٌ خَبِيرٌ  
بَصِيرٌ ۝

بے شک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ  
دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے تنگ دستی دیتا  
ہے۔ وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا اور  
دیکھتا ہے۔

(پ۔ ۱۵۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۱۲۰)



مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کو مالدار بناتا ہے اور کچھ کو تنگ دست رکھتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں کو خوب جانتا اور دیکھتا ہے کہ کون مالدار سی کے لائق ہے اور کس کے لیے تنگ دستی مناسب ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مال جمع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کیونکہ اگر مال جمع کرنے کی اجازت ہی نہ ہوتی تو پھر کوئی مالدار اور کوئی مسکین کیوں کر ہوتا۔

## (۸۹) کیونکہ اسلام کے خلاف ہے

کیونکہ نظام معاشی نظام اسلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس معاشی نظام میں شخصی اور نجی سرمایہ داری، اور کسی کو مال جمع کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے اور اسلام کے نظام معیشت میں شخصی اور نجی سرمایہ داری موجود ہے۔ اور خداوند عالم نے اپنے بندوں میں امیری و غریبی کا فرق رکھا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

کیا تمہارے رب کی رحمت کو وہ جانتے ہیں  
ہم نے ان کی زلیست کا سامان دنیا کی  
زندگی میں بانٹا ہے۔ اور ان میں ایک کو  
دوسرے پر درجوں بلندی دی۔ کہاں میں  
ایک دوسرے کو مزدور بنائے۔

أَمْ هُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ  
نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ  
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ  
فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ  
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَخِرِيًّا

(پ ۲۵، از خرف آیت ۳۲)

یہ آیت اعلان کر رہی ہے کہ دنیا میں مالدار سی کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی حاصل ہے۔ کوئی بہت زیادہ مالدار ہے کوئی اس سے کم اور کچھ ایسے ہیں کہ مالدار سی کے یہاں نوکری اور مزدوری کریں۔

غور کیجئے کہ اسلام کے اس معاشی نظام میں کیونکہ کیوں گنہگار ہے۔ پھر یہ بھی سوچئے کہ اگر اسلام میں نجی اور شخصی مالدار سی کا وجود نہ ہوتا تو زکوٰۃ اور حج کیوں کر فرض ہوتا۔ اور میراث و وصیت کے احکام کس بنیاد پر نازل ہوتے۔



اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے کی اجازت دیتے ہوئے یہ بھی حکم دیا ہے کہ زکوٰۃ و خیرت اور وقف و رفاہ عام کے طور پر زیادہ سے زیادہ مال خرچ کرتے رہنا چاہیے کہ دنیا میں اس سے اور زیادہ دولت بڑھتی ہے اور آخرت میں اس پر اجر عظیم اور سبت زیادہ اور بڑا ثواب ملے گا۔

لیکن ہر حال اصل سوال بنیادی اصولوں کا ہے۔ لہذا ہر حال یہ کہنا بالکل ہی غلط ہے کہ اسلام کا معاشی نظام کمیونزم جیسا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## (۹۰) مزدور کو مزدوری دی جائے

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے ہجرت کر کے ”مدین“ تشریف لے گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے ادنیٰوں کو پانی پلایا تو حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ۔

میرے باپ آپ کو بلاتے ہیں کہ وہ آپ کو مزدوری دیں۔ اس کام کی جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔

إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ  
أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا

(پ۔ ۲۔ القصص آیت ۲۵)

اس سے ثابت ہوا کہ مزدور کو اس کے کام پر مزدوری دینی چاہیے۔ اور مزدور کو مزدوری لینی جائز ہے۔ اور مزدوری کی اجرت کو ذریعہ معاش بنانا بھی جائز ہے۔

## (۹۱) ملازمت جائز ہے

ایسی ملازمت جس میں اللہ تعالیٰ کے فرائض ترک نہ ہوں۔ اور کوئی حرام کام نہ کرنا پڑے جائز ہے اور اس کو ذریعہ رزق بنانا بھی درست و جائز ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ۔

أَنْ تَأْجُرَنِي تَمَنِي حَجْرٌ فَا ن تَمَّ أَثْمَ بَرَسِ مِيرِي مَلَا زِمَتٌ كَرُوْهُ پھرا گپورے



اَمَّمْتُ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ؟ دس برس کر لو تو تمہاری طرف سے ہے۔

(پ۔ ۲۰۔ القصص آیت ۲۷)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کی ملازمت کی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ:-

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ  
پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت ملازمت  
الْأَجَلَ - پوری کر لی۔

(پ۔ ۲۰۔ القصص۔ آیت ۲۹)

حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں خدا کے پیغمبر ہیں ایک پیغمبر نے ملازم رکھا۔ اور ایک پیغمبر نے ملازمت کی۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ ملازم رکھنا اور ملازم رہنا یہ دونوں باتیں جائز اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں۔

## (۹۲) صنعت و حرفت

صنعت و حرمت کو روزی کمانے کا ذریعہ بنانا بھی جائز ہے حضرت داؤد علیہ السلام  
زندہ بنایا کرتے تھے۔ اور آپ اپنی اسی کاریگری کی کماٹی کو اپنی روزی کا ذریعہ بنائے  
ہوئے تھے۔ قرآن مجید میں خداوند قدوس نے فرمایا کہ:-

وَالنَّالِكُ الْاِحْدِيْدِ هَ اِنِ  
اور ہم نے ان (داؤد علیہ السلام) کے لیے  
اعْمَلُ سَبِيْعَتٍ وَّقَدِرْ  
لو ہانرم کیا۔ کہ چوڑی چوڑی زرہیں بنائیے  
اور تبا نے میں اندازے کا لحاظ رکھیے۔  
فِي السَّرْدِ۔

(پ۔ ۲۲۰۔ الباء آیت ۱۱)

اس سے ثابت ہوا کہ صنعت و حرفت یعنی دستکاری اور کاریگری کا  
پیشہ کرنا بھی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ اور اپنی دستکاری کو روزی حاصل  
کرنے کا ذریعہ بنانا بھی جائز و درست اور پیغمبروں کا مقدس طریقہ ہے۔



## (۹۳) فیکٹریاں اور ملیں

فیکٹریاں اور ملیں قائم کر کے مزدوروں سے کام کرانا بھی جائز اور درست ہے۔ خدا کے پیغمبر سلیمان علیہ السلام نے ایک کارخانہ بنایا تھا۔ جس میں تعمیرات اور مجسمہ سازی اور برتن بنانے کا کام ہوتا تھا۔ اور جنوں کی جماعت اس کارخانہ میں بحیثیت مزدوروں کے کام کرتی تھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ:-

اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو ان (سلیمان علیہ السلام) کے سامنے کام کرتے تھے ان کے رب کے حکم سے اور ان میں جو ہمارے حکم سے پھیریں ہم ان کو سبھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے وہ (جن) ان (سلیمان علیہ السلام) کے لیے بناتے تھے وہ جو چاہتے۔ اونپے اونپے محل اور مجسمے اور بڑے بڑے حوضوں کے بلا برنگن اور نگر دار دیگیں۔

وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ  
بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَن يَزِغُ  
مِنْهُمُ عَنَّ آمِرًا نَّذِقُوهُ مِن  
عَذَابِ السَّعِيرِ يَعْمَلُونَ  
لَهُ مَا يَشَاءُونَ مِن تَحَاتُّبٍ  
وَتَنَافُثٍ وَجَفَافٍ  
كَالتُّجَارِ وَأَسْوَءِ  
ذُرِّيَّةٍ ط

(پ۔ ۲۲۰۔ الباق۔ آیت ۱۲۔ ۱۳)

اس سے ثابت ہوا کہ فیکٹریاں اور کارخانے قائم کر کے اس میں مزدوروں سے کام کرانا یہ بھی جائز اور ایک نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی سنت ہے۔

## (۹۴) کھیتی کرنا اور باغ لگانا

کھیتی کرنا اور اس کو ذریعہ معاش بنانا بھی شریعت میں جائز ہے۔ اور کھیتی کی پیداوار کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ:-

وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ  
اور اس کا حق دو جس دن کٹے۔

(پ۔ ۸۔ الانعام آیت ۱۴۱)



اسی طرح باغ لگانا اور اس سے روزی حاصل کرنا بھی جائز ہے واللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ:-

وَكُوْرًا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ  
قُلْتَ مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ  
اِلَّا بِاللّٰهِ ج

اور کیوں نہ ہو کہ جب تو اپنے باغ میں گیا  
تو یہ کہنا کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے  
اللہ کی مدد کے بغیر ہماری کوئی طاقت نہیں۔

(پ . ۱۵۰ . الکہف آیت ۳۹)

ایک کافر کا ہرا بھرا اور پھولا پھلا باغ اس کے کفر و غرور کے سبب عذاب الہی سے  
ہر باد ہو گیا، تو ایک مسلمان صالح نے اس کافر کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ جب تو نے اپنے  
باغ میں قدم رکھا، تو مغرور ہو کر خدا کو کیوں سبھول گیا۔ اور کیوں تو نے مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ  
اِلَّا بِاللّٰهِ نہیں کہا۔ یعنی ہمیں جو نعمت بھی ملی ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہی کے چاہنے سے ملی ہے  
اور اسی کا عطیہ ہے۔ اس کی مدد کے بغیر ہماری کوئی طاقت و قوت نہیں ہے کہ ہم کوئی نعمت  
حاصل کر سکیں، مسلمان صالح کے اس قول کو خداوند قدوس نے اپنے کلام مقدس قرآن مجید  
میں ذکر فرمایا ہے۔

بہر حال اس آیت مبارکہ سے دو باتیں ثابت ہوئیں (۱) باغ لگانا اور اس کو ذریعہ معاش  
بنانا جائز ہے (۲) مسلمان کو لازم ہے کہ جب اپنے پھولے پھلے باغ میں قدم رکھے تو ہرگز اترا  
کر اپنی طاقت و دولت پر مغرور نہ ہو جائے۔ مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہہ کر اپنی عاجزی  
کا اقرار، اور خداوند قدوس کی قدرت کا اعلان کرے۔

فائل ۱۰۸۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کوئی  
نعمت دے اور وہ اس کو دیکھ کر مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہتا رہے تو وہ نعمت سولے  
موت کے اور سب آفتوں سے محفوظ رہتی ہے۔

(اعمال قرآنی - بحوالہ از کلام امام نووی)



## (۱۳) اسلامی معاشرہ کے احکام

### (۹۵) مسلمان عورتوں کا پردہ

مسلمان حرہ بالغہ عورتوں پر فرض ہے کہ وہ غیر محرم مردوں سے پردہ کریں اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا کہ:-

اے نبی اپنی بلیبوں اور صاحبزادیوں اور  
مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ وہ اپنی  
چادروں کا ایک حصہ منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ  
اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو  
تو وہ ستائی نہ جائیں۔ اور اللہ بخشنے والا  
بہر بان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قَدْ أَوْحَيْنَا لَكَ  
وَبِنْتِكَ وَبِنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ  
يَدَ نِيٍّ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَدِّهِنَّ  
ذِيكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ  
فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ  
عَفُورًا رَحِيمًا

(پ ۲۲۰- الاحزاب آیت ۵۹)

منافقین کی عادت تھی کہ وہ ہانڈیوں کو راستوں میں چھپا کرتے تھے۔ اس لیے  
مسلمان حرہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ چادر سے ڈھک کر سر اور منہ کو چھپا کر ہانڈیوں سے اپنی  
وضع کو ممتاز کر لیں۔ تاکہ وہ پہچان لی جائیں کہ وہ مسلمان حرہ عورتیں ہیں تو کوئی منافق ان کو  
چھپڑنے کی ہمت و جرات نہ کر سکے گا۔ اس طرح مسلمان عورتوں کا وقار اور ان کی عزت  
دائرو محفوظ رہے گی۔

### (۹۶) جوان لڑکیوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ممنوع ہے

جوان لڑکیوں اور لڑکیوں کی اسکولوں میں مخلوط تعلیم ممنوع ہے۔ اس طرح ان دونوں  
کا سیاسی یا مذہبی جلسوں، یا مسیروں یا عرسوں، یا منازروں اور عرسوں کے میلوں میں



اجتماع حرام و ناجائز ہے۔ ایک دوسرے سے الگ رہنا اور پردہ کرنا فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

(۱) وَقَرْنَ رَفِيٰ بِيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ط  
اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہا کرو۔ جیسی اگلی جاہلیت کی بے پردگی تھی  
(پ۔ ۲۲۔ الاحزاب آیت ۳۳)

اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں عورتیں اترا تے ہوئی بے پردہ باہر نکلتی تھیں۔ اور اپنی زینت و محاسن کا اظہار کرتی پھرتی تھیں تاکہ مرد انہیں دیکھ کر ان سے عشق بازی کریں۔ اور وہ لباس ایسے پہنتی تھیں جس سے جسم کے اعضا اچھی طرح نہ ڈھکیں۔ تاکہ مرد ان کے اعضا کی بناوٹ کا نظارہ کر سکیں۔

اور پچھلی جاہلیت سے مراد آخری زمانہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال و افعال پہلوں کے مثل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کہ اس زمانے میں عورتوں نے ہی حرکتیں شروع کر دی ہیں جو اسلام سے پہلے جاہل عورتوں کے کرتوت تھے۔

(۲) وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُوهُنَّ مِمَّا مَلَائِيكَةٌ  
اور جب تم نبی کی بیبیوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

(پ۔ ۲۲۔ الاحزاب آیت ۵۳)

(۳) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ جَاءَكَ  
وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ  
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَدٍ يَنْسِفُ  
اور اے نبی! اپنی بیبیوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالیں۔

(پ۔ ۲۲۔ الاحزاب آیت ۵۹)

ان تینوں آیتوں سے صاف صاف ظاہر ہے کہ کسی مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ چہرہ کھولے ہوئے کسی نامحرم مرد کے سامنے آئے۔ اب ظاہر ہے کہ آج کل بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم جیسا کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہو رہی ہے۔ یا مذہبی و سیاسی جلسوں اور جلسوں کے میلوں یا سینما گھروں اور کلبوں میں جس طرح عورتیں بے پردہ مردوں



کے سامنے ہوا کرتی ہیں یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ خوب سمجھ لو کہ یہ قرآن اور دین اسلام کے بالکل خلاف ہے جو مسلمان ایسا کرتے اور کراتے ہیں وہ یقیناً بلاشبہ قرآن کے مخالف اور دین اسلام کے باغی ہیں۔ علماء اسلام اور پیران عظام کو اعلانیہ اس عمل کی مخالفت کرتے رہنا چاہیے۔ اور مسلمانوں میں اسلامی مسائل کی تبلیغ کرتے رہنا چاہیے۔ ورنہ قیامت کے دن وہ خداوند قہار و جبار کی شدید گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

## (۹۶) عورتیں اور مرد اپنی نگاہیں نیچی رکھیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:-

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَخْشَوْنَ  
اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْنَ اَفْوَاجَهُمْ  
ذٰلِكَ اَزْكَى لَّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ  
بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ  
يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ  
وَيَحْفَظْنَ اَفْوَاجَهُنَّ -

مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستمرا ہے۔ بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

(پ۔ ۱۸۔ النور آیت ۳۰ - ۳۱)

مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں۔ عورتیں اپنے شوہر اور محرموں کے سوا دوسرے مردوں کو نہ دیکھیں۔ اور مرد اپنی بیویوں اور جن کے وہ محرم ہیں ان کے سوا دوسری عورتوں پر نظر نہ ڈالیں۔

اگر مسلمان اپنے معاشرہ میں اس فرمان خداوندی کی پابندی کر لیں، تو بے حیائی اور بدکاری کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔ کیونکہ آنکھیں دلوں کے جھروکے ہیں۔ آنکھیں دیکھتی ہیں تو دلوں میں برے خیالات اور وسوسے پیدا ہوتے ہیں، اور ان وسوسوں سے شرمگاہوں کا بیجان پیدا ہوتا ہے۔ پھر بے حیائی اور بدکاری کا طوفان برپا ہو جاتا ہے۔



## (۹۸) عورتوں کا کن لوگوں سے پردہ نہیں؟

عورتوں کو اپنے خاص خاص رشتہ داروں کے سامنے آنے کی اجازت ہے۔ ان لوگوں سے منہ پھپھانے اور پردہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید نے ان رشتہ داروں میں سے چند کی فہرست بیان کر دی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

وَلِيَصْرِبْنَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ عَلَىٰ جُيُوبِهِمْ  
وَلَا يَبْدِينَ مِنْ بَيْنَتِهِمْ الْأَعْيُنَ  
أَوْ آبَاءَهُمْ أَوْ آبَاءَهُمْ  
أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ  
أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِمْ  
أَوْ بَنِي إِخْوَاتِهِمْ أَوْ نِسَاءَهُمْ  
أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوَاتَّابِعِينَ  
غَيْرَ أُولِي الْأَرْبَابِ مِنَ الرِّجَالِ  
أَوْ الْوَالِدِ الَّذِينَ كَفَرُوا  
عَلَىٰ عَوْرَتِ الْمَنَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ  
بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ  
مِنْ زِينَتِهِنَّ

اور (مسلمان عورتیں) اپنے درپٹے اپنے  
گرہبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر  
نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ  
یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں  
کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا  
اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی  
کنزوں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر  
بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں۔ یا وہ  
بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر  
نہیں اور عورتیں زمیں پر پاؤں زور سے  
نہ رکھیں کہ ان کا چھپا ہوا سنگار جان لیا  
جائے۔ (پ۔ ۱۸۔ النور آیت ۳۱)

عورت کے مذکورہ بالا رشتہ داروں سے عورت کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۱ شوہر اور محرم کے سوا کسی کے لیے عورت کے کسی عضو کے کسی  
**چند مسائل** حصہ کا دیکھنا بے ضرورت جائز نہیں۔ اور دوا علاج کی ضرورت سے

بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔ (تفسیر احمدی)

(۲) مسلمان عورت کو کافر عورت کے سامنے اپنا بدن کھولنا جائز نہیں۔

(خزائن العرفان)



(۳) خفی اور نامرد آدمی سے بھی پردہ کرتا فرض ہے۔ (۴) اسی طرح مخفی اور نابینا آدمی سے بھی پردہ لازم ہے۔ کہ عورتیں نہ ان لوگوں کے سامنے آئیں۔ نہ ان لوگوں کو دیکھیں (۵) گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں عورتیں اس قدر اہمیت رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سنی جائے (۶) عورتیں باہرے دار جھانجھن نہ پہنیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا نہیں قبول فرماتا ہے۔ جن کی عورتیں جھانجھن پہنتی ہیں۔ اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ جب زیور کی آواز عدم قبول دعا کا سبب ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کی بے پردگی کیسی موجب غضبِ الہی ہوگی؟۔

واضح رہے کہ پردے کی طرف سے بے پردائی مسلمانوں کی تباہی کا سبب ہے  
**اللہ کی پناہ** (خزائن العرفان ص ۲۲ بحوالہ تفسیر احمدی)

## (۹۹) بلا اجازت کسی کے مکان میں داخل نہ ہوں

بلا اجازت لیے ہوئے کسی کے مکان میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ مکان کے باہر دروازے پر پہنچ کر مکان والے سے اجازت طلب کریں۔ اگر صاحب خانہ اجازت دے تو داخل ہوں۔ اور اگر وہ واپس لوٹا رہے تو واپس لوٹ جائیں اور اگر مکان میں کوئی موجود نہ ہو جب بھی اندر داخل نہ ہوں۔ اجازت لینے کا سنون طریقہ یہ ہے کہ دروازے کے باہر کھڑے ہو کر صاحب خانہ کو بلند آواز سے سلام کرے اور صاحب خانہ سلام کا جواب دے کر داخل ہونے کی اجازت دے یا لوٹا دے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور  
 گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے  
 لو اور ان کے باشندوں پر سلام نہ کرو۔ یہ  
 تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو پھر  
 ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بغیر مالکوں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا  
 بُيُوتًا غَيْرَ بِيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا  
 وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ط ذَلِكُمْ خَيْرٌ  
 لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ه  
 فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا



کی اجازت کے ان گھروں میں داخل نہ ہو۔  
اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس جاؤ تو تم  
لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہت ستر ہے  
اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

(پ ۱۸۰۔ النور آیت ۲۴-۲۸)

فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی يُؤْذَنَ لَكُمْ  
وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمْ اَرْجِعُوْا فَاَرْجِعُوْا  
هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ  
عَلِيْمٌ

(۱۰۰) تین اوقات میں بچے بھی بلا اجازت اپنے گھروں میں نہ جائیں

تین وقتوں میں بچہ اور اپنے لونڈی غلام بھی بلا اجازت اپنے گھروں میں نہ داخل  
ہوا کریں۔ نماز فجر سے پہلے اور دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد قرآن میں باری تعالیٰ کا فرمان  
ہے کہ۔

اے ایمان والو! چاہیے کہ تم سے اجازت  
لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور باندی  
اور جو بھی جوانی کو نہ پہنچے۔ تین وقتوں میں  
نماز فجر سے پہلے، اور جب تم کپڑے اتار  
رکتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد  
یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں۔ (پ ۱۸۰ النور)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيْتَاذِنَكُمْ  
الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ  
لَوْ يُلْفَعُوْا لِحُلُمٍ مِنْكُمْ ثَلَاثَ  
مَرَّاتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ  
تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظُّهْرِ وَمِنْ اٰخِرِ  
صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ

ان تین وقتوں کے علاوہ دوسرے وقتوں میں لونڈی اور غلام اور نابالغ بچوں  
کو مکان میں داخل ہونے پر اجازت لینے کی ضرورت نہیں سوہ اپنے گھروں میں بلا اجازت  
آتے جاتے رہیں گے۔

(۱۰۱) ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک

اسلامی معاشرہ میں اس بات کی بار بار تاکید آئی ہے کہ ماں باپ اور تمام رشتہ داروں  
دور و نزدیک کے پڑوسیوں اور رفیق سہرا اور مسافروں اور اپنے لونڈی غلاموں،



سب کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرنا لازم ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں سے مندرجہ ذیل آیت خاص طور پر ذہن نشین کر لیں۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ  
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ  
ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ  
بِالْجُنُبِ وَالْبَنِي السَّبِيلِ وَمَا  
مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور  
رشتہ داروں اور یتیموں۔ اور محتاجوں اور  
پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے  
اور کردٹ کے ساتھی۔ اور راہ گیر اور اپنے  
لونڈی غلام۔ (ہر ایک کے ساتھ نیک سلوک  
کرد) (پ۔ ۵۔ الن آیت ۳۶)

اس آیت میں (کردٹ کے ساتھی) سے مراد بیوی ہے یا رفیق سفر یا درس  
کے ساتھی (کلاس فیلو) یا مجلس یا مسجد میں ساتھ بیٹھنے والے۔ بہر حال اسلامی معاشرہ میں  
ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک اور نیک برتاؤ کرنا لازم ہے۔ ان میں سے کسی  
کو ایذا دینا۔ یا ان میں سے کسی کے ساتھ بد اخلاقی و بد سلوکی کرنا حرام و گناہ ہے۔ دنیا کا کوئی  
مذہب اسلامی معاشرہ کی خوبیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کاش تمام مسلمان اپنے اسلامی  
معاشرہ پر پوری طرح کار بند ہو کر غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت اور اسکی  
خوبیوں کا چراغ روشن کرتے۔ تو آج سماج کی کچلی اور روندی ہوئی غیر مسلم اقوام اسلام  
کے رامن میں آکر امن و سکون کی جنت پا کر سر بلند ہو جائیں۔

## (۱۰۲) بوڑھے ماں باپ کے ساتھ کیا برتاؤ کریں؟

بوڑھے ماں باپ جب کہ کام دھندے سے مجبور اور خدمت کے محتاج ہو چکے  
ہوں۔ اور پیرائے سالی سے ان کی عقلیں بھی کم ہو چکی ہوں۔ اور ان کے مزاج میں چڑھ چڑھاپن  
اور بھلاہٹ بھی پیدا ہو چکی ہو۔ ایسے ماں باپ کے ساتھ کیا برتاؤ اور کیسا سلوک  
بیٹوں اور بیٹیوں کو کرنا چاہیے۔ اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن مجید  
نے ارشاد فرمایا کہ:



وَبَاوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِنَّمَا يُبَلِّغُنَّ  
عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا  
فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آيَاتٍ وَلَا تَنْمُرْهُمَا  
وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۚ وَخَفِضْ  
لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ  
وَقُلْ سَرِّبْهُمَا  
كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا ۝

اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو  
اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک  
یادوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے  
اُف نہ کہتا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان  
سے تعظیم کی بات کہنا۔ اور ان کے لیے  
عاجزی کا بازو بچھائے رہو نرم دلی  
سے اور عرض کرتے رہو کہ اے میرے  
رب تو ان دونوں پر رحم فرما۔ جیسا کہ  
ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

(پ۔ ۱۵۔ بنی اسرائیل آیت ۲۳-۲۴)

مسلمانوں اپنے رب کے فرمان کو بخور پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ خداوند قدوس  
نے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ مندرجہ ذیل برتاؤ کا حکم فرمایا ہے۔

(۱) کھلانے پلانے، پنانے، اور جیب خرچ دینے۔ اور ان کی خدمتوں میں عمدہ  
سلوک اور اچھا برتاؤ کرو، تاکہ انہیں کسی طرح کی کبھی روحانی یا جسمانی کوئی کوفت و تکلیف  
نہ پہنچے۔

(۲) اگر وہ کوئی بے عقلی کی بات بھی کہیں۔ یا کوئی نامناسب فرمائش کر بیٹھیں جب  
بھی تم ان کی بات پر جھلا کر اٹ۔ یا ادنبہ۔ یا ہوں نہ کہو۔

(۳) ہمیشہ ان کے سامنے ادب و تعظیم کے ساتھ بات کرو۔ اور کبھی ہرگز ان کی  
بے ادبی و بے تعظیمی نہ کرو۔

(۴) انہیں کبھی کسی معاملہ یا کسی بات پر بھی نہ ڈانٹو نہ جھڑکو۔

(۵) ہمیشہ ان کے حضور نرم دلی کے ساتھ عاجزی اور تواضع کا اظہار کرتے رہو۔

(۶) اور ان کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتے رہو کہ اے میرے رب! تو

ان دونوں پر رحم فرما جس طرح کہ رحم و مہربانی کے ساتھ ان دونوں نے مجھے



## (۱۰۳) ماں باپ اور رشتہ داروں کو مال دوا

ماں باپ اور رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک، خوش اخلاقی، غم خواری دلداری، ملنساری کے ساتھ ساتھ ان کی مالی مدد بھی کرتے رہنا چاہیے اور ان لوگوں پر مال خرچ کرنے میں بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:-

مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ  
وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ  
وَالسَّبِيلِ ۖ وَمَا تَفْعَلُوا  
مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ  
عَلِيمٌ ۝

جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو، تو وہ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے اور جو بھی بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔

(پ۔ ۲۔ البقرہ آیت ۲۱۵)

## (۱۰۴) میاں بیوی کس طرح رہیں؟

بیوی اپنے شوہر کو اپنا حاکم مان کر اس کے حکموں کی اطاعت کرے اور دل و جان سے اس کی خدمت کرے اس کو خوش رکھے۔ اور اس کے مال و سامان اور مکان کی نگہبانی کرتی رہے۔ اور پیار ساٹی و پاکدامنی کے ساتھ رہے۔ اور شوہر اپنی بیوی کے کھانے، پینے، پہننے اور رہنے کا حسب حیثیت انتظام کرے اور بستر کا حق بھی ادا کرتا رہے اور دونوں باہم مل جل کر رہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی اور پیار و محبت کا برتاؤ رکھیں۔ اور ایک دوسرے کا دل جوئی دلداری اور ملنساری و غم خواری کو لازم العمل سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں قرآن مجید کی بہت سی آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ لیکن ان دو آیتوں میں نہایت اختصار کے ساتھ مگر نہایت جامع طریقے پر میاں بیوی کی خوشحالی اور ان دونوں کی خوشگوار زندگی کے بنیادی اصولوں



کو بیان فرمادیا ہے۔ خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا کہ:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ  
مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔

(پ۔ ۵۔ النسا آیت ۳۴)

عورت ہر جگہ اور ہر حال میں اور ہمیشہ اس تصویر کو پیش نظر رکھے کہ میرا شوہر میرا حاکم اور افسر ہے۔ میں اس کی محکوم اور تابعہ رہوں۔ لہذا مجھ کو شوہر کے ساتھ وہی برتاؤ رکھنا چاہیے جو ایک محکوم اپنے حاکم کے ساتھ رکھتا ہے۔

اور خداوند عالم نے مردوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر جگہ اور ہر موقع پر اپنا اور ہر حال میں اس فرمان خداوندی کا لحاظ کرتے رہیں۔

وَعَاشِرُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ  
اور عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(پ۔ ۴۔ النسا آیت ۱۹)

غور کیجئے کہ اگر عورت و مرد دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس رکھیں۔ تو ہر قسم کے اختلاف اور نفاق و شقاق کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا اور کبھی میاں بیوی میں کوئی جھگڑا اور فساد رونما نہیں ہو سکتا۔ خداوند کریم تمام مسلمانوں کو اس اسلامی معاشرہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

## (۱۰۵) اولاد کے لیے اچھی دعائیں کرو!

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ بہت سے پیغمبروں نے صالح اولاد کے لیے خدا سے دعائیں مانگی ہیں۔ اور اپنی اولاد کے لیے اچھی دعائیں کی ہیں۔ لہذا ماں باپ کو لازم ہے کہ اپنی اولاد کے لیے ہمیشہ خداوند تعالیٰ سے اچھی دعائیں مانگتے ہیں۔

چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے کبھی یہ دعا مانگی کہ:-

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً

اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے  
سختی اولاد دے، بیشک تو ہی دعائے سننے والا ہے



(پ۔ ۳۔ ال عمران آیت ۳۸)

اور کبھی اس طرح دعا مانگی کہ۔  
 نَهَبُ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا  
 يَرِيثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِي  
 يَعْفُو بِي وَاجْعَلْهُ رَبِّي  
 رَضِيًّا  
 (اے میرے رب) تو مجھاپنے پاس سے  
 ایسا بیٹا دے جو میرا کام اٹھالے، وہ میرا  
 جانشین ہو۔ اور اولاد لے یعقوب کا وارث ہو۔  
 اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ آدمی  
 بنا دے۔ (پ۔ ۱۲۔ مریم آیت ۶)

## (۱۰۶) رشتہ داروں کا لحاظ رکھو

رشتہ داروں کا لحاظ رکھنا اور ان کی شادی و غمی میں شریک رہنا۔ اور ان کی مدد  
 کرتے رہنا چاہیے۔ اس خصوص میں اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں بہت سی آیتوں کو نازل  
 فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ:۔  
 وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ  
 بِهِ وَالرُّعْصَاءَ ط إِنَّ اللَّهَ  
 كَانَ عَلَيْكُمْ مَرَقِيبًا  
 اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ جس کے نام پر تم  
 ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ اور رشتوں کا  
 لحاظ رکھو۔ بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا

ہے۔ (پ۔ ۳۰۔ النسا آیت ۱)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال و افعال بلکہ تمہارے دلوں کے پوشیدہ  
 ارادوں اور نیتوں کو دیکھ رہا ہے۔ کہ تم کس قدر اور کس طرح اس کے حکموں کی پابندی  
 کرتے ہو۔ لہذا خبردار۔ خبردار کبھی ہرگز ہرگز نہ اس کی نافرمانی کرو۔ نہ اس کی فرماں برداری  
 میں کبھی غفلت اور سستی کرو۔

## (۱۰۷) رشتوں کو کاٹنے والا ملعون ہے

اپنے رشتہ داروں سے ناراض ہو کر بیزار ہو جانا۔ اور ان سے قطع تعلق کر کے



رشتوں کو کاٹ ڈالنا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی اور بیت سخت وعید فرمائی ہے۔ چنانچہ رب العزت جل جلالہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ:-

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ  
تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتَقَطُّوْا  
اَرْحَامَكُمْ هَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ  
لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّ وَاَعَمَّ  
اَبْصَارَهُمْ ه

کیا تمہارے یہ آثار نظر آتے ہیں کما کر تمہیں  
حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور  
اپنے رشتوں کو کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ جن پر  
اللہ کی لعنت سے۔ اور انہیں حق سے برا  
کر دیا۔ اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

(پ ۲۶۔ محمد آیت ۲۲-۲۳)

اس آیت مبارکہ سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہیے۔ جو ذرا سی باتوں پر ناراض ہو کر اپنی بہنوں اور بھائیوں سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں آنح سے تیرا بھائی نہیں ہوں، اور تو میری بہن نہیں ہے۔ میں نے بین بھائی کا رشتہ ہی کاٹ دیا (معاذ اللہ) ایسا کرنا حرام اور موجب لعنت ہے۔ لیکن اگر اپنے رشتہ دار خدا نخواستہ بدرین و بد مذہب ہو گئے ہوں یا کسی شرعی گناہ میں منہمک ہو گئے ہوں۔ اور تمہاری تفہیم و نصیحت کے بعد بھی راہ راست پر نہ آتے ہوں۔ تو پھر ضرور ایسے لوگوں سے قطع تعلق کر لینا واجب ہے۔ کیونکہ دین بہر حال رشتوں کی محبت پر مقدم ہے۔

## (۱۰۸) مسلمانوں کے حقوق!

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ کس طرح زندگی بسر کرے۔ اور کیسا سلوک اور برتاؤ کرے۔ اس کے بارے میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ:-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

مسلمان مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(پ ۲۶۔ الحجرات آیت ۱۰)

ایک مسلمان خواہ وہ کسی رنگ و نسل کا ہو۔ اور کسی ملک کا بھی باشندہ ہو۔ دوسرے



مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کے ساتھ اپنے بھائی جیسا سلوک اور برتاؤ کریں۔ کیونکہ وہ تمام مسلمانوں کا دینی و ایمانی بھائی ہے۔

## (۱۰۹) کافر رشتہ داروں سے قطع تعلق کرو

مسلمان کا جو رشتہ دار کافر یا مرتد ہو تو اس مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے کافر و مرتد رشتہ دار سے قطع تعلق کر کے اپنے رشتہ کو کاٹ دے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے

اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست مت سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں، اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

(پ۔ ۱۰۔ التوبہ آیت ۲۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا  
آبَاءَكُمْ وَأَخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ  
إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ  
وَمَنْ يَتَّخِذْهُم مِّنكُمْ فَأُولَئِكَ  
هُمُ الظَّالِمُونَ

## (۱۱۰) بغیر ایمان کے رشتہ داری قیامت میں کام نہ آئے گی!

کافر و مرتد کتنے ہی قریبی رشتہ دار ہوں۔ مگر بغیر ایمان کے ان کی رشتہ داری اور خاندان قیامت میں کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہوگا۔ خداوند قدوس کا کھلا ہوا اعلان اور فرمان

ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد، قیامت کے دن تمہیں ان سے الگ کر دے گا۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

(پ ۲۸۔ المتحنہ آیت ۳)

لَنْ تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُهُمْ وَلَا  
أَوْلَادُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
يَقْضَىٰ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا  
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اس سے معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں کے خاندان والے، یا سادات کرام کی نسل



سے جو گمراہ و بددین ہو کر کافر و مرتد ہو گئے۔ ان کو بزرگوں کی رشتہ داری اور خاندانی سیادت سے دنیا میں کوئی عزت مل سکتی ہے۔ نہ آخرت میں کوئی فائدہ ہو سکتا ہے اور جن لوگوں کو ایمان اور عمل صالح پر استقامت نصیب ہوئی ہے۔ وہ اپنے خاندانی شرف کی وجہ سے دنیا میں بھی قابل عزت و لائق احترام ہیں اور آخرت میں بھی انہیں ان کے خاندانی فضل و شرف کے باعث ترقی درجات میں بلندی حاصل ہوگی۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

### (۱۱۱) اللہ و رسول کے دشمنوں کا بائیکاٹ

اللہ و رسول کے دشمنوں یعنی کافروں، مشرکوں اور مرتدین سے دوستی اور ان لوگوں سے میل ملاپ حرام و گناہ ہے۔ بلکہ ان لوگوں سے بالکل قطع تعلق کر کے ان لوگوں کا بائیکاٹ کر دینا فرض ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا  
عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ -  
اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں  
کو دوست نہ بناؤ۔

(پ ۲۸۰۔ الممتحنہ۔ آیت ۱)

دوسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا  
قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ -  
اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی  
نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔

(پ ۲۸۰۔ الممتحنہ۔ آیت ۱۳)

افسوس کہ آج کل مسلمانوں میں یہ اسلامی جذبہ ختم ہو رہا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو کفر و الحاد سے نفرت کا جو مزاج دیا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی دنیاوی اغراض کے لیے اس مقدس جذبہ کی خلق پر چھری چلا دی۔ چند سکوں، چند ٹہدوں کے لالچ میں مسلمان جس طرح اسلامی معاشرہ کا علیہ بگاڑ رہے۔ اور اسلام کے سفینہ نجات کو الحاد و بے دینی کے سمند میں جس طرح تار بید و مار کر غرق کر رہے ہیں۔ وہ سب مسلمانوں کی نظروں کے



سامنے ہے، افسوس کہ ہم جیسے غریب مسلمان اس پساؤنسو بہانے اور دعائے خیر کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو دین سے محبت اور کفر الحاد سے نفرت کا جذبہ عطا فرمائے۔ (آمین)

## (۱۱۲) مرتدین کے دفن و جنازہ کا بائیکاٹ

اسلامی معاشرہ کا یہ بھی ایک اہم پہلو ہے کہ کافر و منافق اور مرتد کی نماز جنازہ اور ان کے دفن میں شریک کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم نازل فرمایا کہ۔

اور (اے پیغمبر) ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا۔ اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک یہ لوگ اللہ و رسول کے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّا تَأْتِيهِمْ  
أَبْدًا وَلَا تَقُومُوا عَلَىٰ قَبْرِهِمْ إِنَّهُمْ  
كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا  
وَهُمْ فَاسِقُونَ ۝

(پ۔ ۱۰۔ التوبہ۔ آیت ۸۴)

آج کل مسلمانوں میں گمراہی کا یہ مرض بھی پیدا ہو گیا ہے کہ مشرکوں اور رافضیوں قادیانیوں، کے جنازوں اور ان لوگوں کے کفن و دفن میں محض چند لوگوں کو خوشنودی اور اپنی نیک نامی کے لیے شریک ہو کر اسلامی معاشرہ کو ذبح کر رہے ہیں۔ سنی مسلمانوں کو ان ناجائز حرکتوں سے بالکل پرہیز کرنا فرض لازم ہے۔

## (۱۱۳) بددینیوں کے جلسوں کا بائیکاٹ

جن جلسوں میں اسلام کے خلاف بکواس ہو رہی ہو۔ یا اسلام پر حملہ کیا جا رہا ہو۔ ان جلسوں میں مسلمانوں کو شریک ہونا حرام، حرام سخت حرام اور بت بڑا گناہ ہے۔ فرمان الہی ہے کہ۔

وَإِذْ آتَيْنَا الَّذِينَ يَحْتَضِرُونَ

اور اسے سننے والے جب تو انہیں دیکھے



جو ہماری آیتوں میں بکواس کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ دوسری بات میں پڑیں۔ اور جو کبھی شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۗ وَإِمَّا يُنسِتُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

(پ ۷۔ الانعام آیت ۶۸)

یہ آیت دیسی ہے کہ گمراہوں، بے دینیوں کے جلسوں میں ہرگز ہرگز شریک ہونا جائز نہیں ہے خواہ وہ کافروں، مشرکوں کا جلسہ ہو یا بے دینیوں اور بے دینیوں کی مجلس ہو کیونکہ ان کے جلسہ میں ان کی اسلام کے خلاف بکواس پھر اگر تم کچھ اعتراض کرو گے تو فتنہ و فساد ہو گا اور اگر سب کچھ اسلام کے خلاف سن کر خاموش بیٹھے ہو گے تو گونگے شیطان بنو گے کیونکہ حق بات بولنے سے خاموش رہنے والے کو حدیث شریف میں گونگا شیطان کہا گیا ہے۔ لہذا خیریت اسی میں ہے کہ ایسے جلسوں کا باایکٹ ہی کر دیا جائے۔

## (۱۱۴) ظالموں سے میل ملاپ منع ہے!

ہر قسم کا ظلم حرام اور گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں پر لعنت فرمائی اور ان لوگوں سے میل ملاپ، اور محبت و الفت کو منع فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَمْسِكُوا النَّارَ وَرَمَا لَكُمْ مِنَ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ

اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں جہنم چھوئے گی۔ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں۔ پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ (پ۔ ۱۴۔ ہود آیت ۱۱۳)

ظالموں کے ظلم سے اظہار بیزاری اور نفرت لازم الایمان ہے۔ لہذا ہرگز ہرگز کسی ظالم کی حمایت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ ظالم کی طرف مائل ہونے پر خداوند تبارک و جبار نے دو وعیدیں فرمائی ہیں۔ ایک جہنم کا عذاب۔ دوسرے خدا کی مدد سے محرومی۔



## ۱۱۵ بدکاروں سے محبت نہ رکھو!

چور، ڈاکو، قاتل، شرابی، زنا کار، غرض ہر بدکار سے بیزاری اور نفرت اسلامی معاشرہ کے ضروریات میں سے ہے۔ اور ان بدکاروں کو سزا دلانے کی کوشش ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اور ان کی سزاؤں پر کوئی رحم اور ترس کھانا جائز نہیں ہے۔ خداوند قدوس کا فرمان ہے کہ:-

الذَّانِبَةُ وَالْمُنَافِقُ كَأَنَّ  
وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةٌ جَدِيدَةٌ  
وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمْ آفَةٌ  
فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ

جو عورت زنا کار ہو اور جو مرد تو ان میں سے  
ہر ایک کو تنہا کوڑے لگاؤ (اگر یہ لوگ کوارے ہوں)  
اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین  
میں۔ اگر تم ایمان لاتے ہو۔ اللہ اور قیامت  
پر۔ (پ۔ ۱۸۔ النور آیت ۲)

مجرموں پر رحم اور ترس کھا کر ان لوگوں کو سزاؤں سے بچانا، درحقیقت انسانوں پر ایک بہت بڑا ظلم عظیم ہے کہ اس سے مجرموں کو شہ ملے گی۔ اور جرائم کی واردات بڑھتی رہیں گی۔ اور جب بدکاروں کو ان کے جرموں کی سزا ملتی رہے گی۔ تو یقیناً مجرموں کو عبرت حاصل ہوگی اور لوگ ڈر کر جرائم چھوڑ دیں گے۔ جس سے زمین کا نساد ختم ہو کر ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہو جائے گا۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بادشاہوں کو نصیحت کرتے ہوئے کئی عمدہ حکمت کی بات فرمائی ہے۔ جو درحقیقت ملک کے امن و امان کے لیے بہترین ملکی سیاست ہے کہ:-

ترحم بر پنگ تینزدان  
ستمگاری بود بر گوسفندان

یعنی تیزدانت والے چیتے پر رحم کرنا، بکریوں پر ظلم ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ شر پسند مجرموں پر رحم کھانا پر امن شہریوں پر ظلم و ستم ہوگا۔



## (۱۱۶) جھوٹ بولنے والے ظالم ہیں

اسلامی معاشرہ میں جھوٹ بہت بڑا عیب اور بدترین گناہ کبیرہ ہے۔ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جھوٹ بولنے والے ہمیشہ ذلت کا شکار رہتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی یہ لوگ جہنم میں ذلت کے عذابِ ناریں گرفتار ہوں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کو "ظالم" فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:

فَمِنَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ  
بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ  
تو اس کے بعد اللہ پر جھوٹ باندھے تو  
وہی ظالم ہیں۔ (پ ۲۔ آل عمران آیت ۹)

## (۱۱۷) غیبت مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے

غیبت بھی معاشرہ میں نفاق و شقاق پیدا کرنے والی بدترین فعلت ہے۔ اور یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اور حرام ہے۔ یہ تو معاشرہ کا ایسا گھناؤنا اور گندہ عیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قبیح بتایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا اِيْمًا  
اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ  
مَيِّتًا فَكْرِهُوْهُ ط  
اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے کیسا  
تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے بھائی  
ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ تو یہ تمہیں  
گوارا نہ ہوگا۔

(پ ۲۶۔ الحجرات آیت ۱۲)

اللہ اکبر! اپنے مرے ہوئے بھائی کی لاش کو نوح نوح کر اس کا  
گوشت کھانا۔ جھلا سوچئے تو سہی کہ یہ کتنا گھناؤنا اور کس قدر گندہ دھند ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کی غیبت کرنے کو اتنا ہی گھناؤنا اور گندہ کام بتایا  
ہے (نعوذ باللہ منه)



## (۱۱۸) کسی کو گالی مت دو!

بذریبانی اور گالی بکنا۔ یہ بڑائی جھگڑے اور خون ریزی کی ہری جھنڈی اور فتنہ و فساد کا گنجل ہے۔ اس سے معاشرہ میں بہت زیادہ تباہی پھیلتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام اور گناہ قرار دیا ہے اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:-

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ  
مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ  
عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ

اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا  
پوجتے ہیں۔ کہ وہ اللہ کو گالی دیں گے زیادتی  
اور جہالت سے۔

(پ۔ ۷۰۔ الانعام آیت ۱۰۸)

## (۱۱۹) کسی کا بُرا نام نہ رکھو!

کسی کو توہین آمیز نام سے پکارنا، اور برالقب دے کر اس کو چڑھانا بھی معاشرہ میں خرابی پیدا کرنے والا، اور فتنہ خیز طریقہ ہے۔ اس لیے خداوند تعالیٰ نے اس کو بھی حرام و گناہ کا نام بتایا ہے، اور ارشاد فرمایا ہے کہ:-

وَلَا تَنْبَذُوا بِالَّذِينَ نُقِبُوا بِسْمِ  
الْوَسْمِ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ  
وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ  
الظَّالِمُونَ ۗ

اور ایک دوسرے کے بے نام نہ رکھو۔  
کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا  
اور جو توہین نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

(پ۔ ۲۶۔ الحجرات آیت ۱۱)

## (۱۲۰) کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، اور طعنہ نہ مارو!

کسی مسلمان کا مذاق نہ اڑاؤ۔ نہ کسی کو طعنہ مارو۔ کیونکہ مذاق اڑانا اور طعنہ زنی ایک مومن کی دل شکنی، اور ایزد سانی ہے۔ جو معاشرہ میں جھگڑے بڑائی کا پیش خمیہ بنتا ہے۔ اس لیے خداوند قدوس نے ان جاہلانہ حرکتوں سے بھی مسلمانوں کو منع



فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ۔

اے ایمان والو! نہ مرد مردوں کی ہنسی اور لڑائیں  
عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر  
ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے ہنسی کریں  
ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر  
ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ  
نہ مارو۔ (پ ۲۶۔ الحجرات آیت ۱۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُوا  
قَوْمًا مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا  
خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن  
نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا  
مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ

### (۱۲۱) بدگمانی اور جاسوسی منع ہے!

بلاوجہ مسلمانوں سے بدگمانی رکھنا۔ اور مسلمانوں کے چھپے ہوئے عیوب کو جاسوس  
بن کر ڈھونڈتے رہنا۔ چونکہ یہ بھی معاشرہ میں نفاق و شقاق اور بغض و عناد کا سبب  
ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان حرکتوں سے منع فرماتے ہوئے قرآن کریم میں  
ارشاد فرمایا کہ۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے  
بچو۔ بے شک گوئی گمان گناہ ہوتا ہے  
اور لوگوں کے عیبوں کی جاسوسی مت  
کو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا  
كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ  
الظَّنِّ أَشَرُّ لَكُمْ وَلَا تَجَسَّسُوا

(پ ۲۶۔ الحجرات آیت ۱۲)

### (۱۲۲) تکبر حرام ہے!

اپنے کو بڑا اور بہتر سمجھ کر دوسروں کو حقیر اور کم تر سمجھنا اس بری خصلت کا نام  
تکبر ہے۔ سب سے پہلے جو شخص تکبر کر کے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرنے  
سے منکر ہوا۔ اور اسی تکبر نے اس کو کفر تک پہنچا دیا۔ اور ہمیشہ کے لیے اس کے گلے



میں لعنت کا طوق پڑ گیا۔ اور وہ راندہ درگاہ الہی ہو گیا۔ وہ شخص ابلیس تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:-

الْبِئْسَ مَا كَانَتْ  
اَلْبِئْسَ مَا كَانَتْ  
اَلْبِئْسَ مَا كَانَتْ

(ابلیس) نے سجدہ سے انکار کیا۔ اور  
تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

(پ۔ ۱۔ البقرہ آیت ۳۴)

اللہ تعالیٰ نے تکبر کو حرام فرما دیا۔ یہاں تک کہ تکبر کی چال یعنی انرا کر چلنے کو  
بھی حرام و ممنوع قرار دے دیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:-

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا  
إِنَّكَ لَكُنَّ تُخْرِبُ الْأَرْضَ وَلَكِن  
تَبْلُغُ الْجِبَالَ طُولًا

اور زمین پر اترتا ہوا مت چلو بیشک  
تو سرگن زمین نہ چیر ڈالے گا۔ اور سرگن  
بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔

(پ۔ ۱۵۔ بنی اسرائیل آیت ۳۴)

تکبر اسلامی معاشرہ کو خراب کرنے والا ایسا غیر اسلامی عمل ہے کہ اس کے  
نتائج و عواقب بے حد خوف ناک ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب تکبر کرنے والا دوسروں کو حقیر  
اور کمتر سمجھے گا۔ تو اس کا رد عمل یہ ہو گا کہ دوسرے اس تکبر آدمی سے نفرت کریں گے۔  
اس طرح مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے سے تباہ و تباہی کا جذبہ پیدا ہو گا  
جس سے مسلمانوں کی باہمی محبت اور ان کے اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اور ہر طرف  
لڑائی جھگڑے کا بازار گرم ہو جائے گا۔

### (۱۲۳) حسد ممنوع ہے

حسد، اسلامی معاشرہ کے حق میں زہر قاتل ہے۔ کیونکہ جب حسد کرنے والا  
دوسرے کو ملی ہوئی نعمت پر جل جھن کر اس کی نعمت کے زوال کی تمنا کرے گا یا اس  
نعمت کو اس سے چھین کر خود اس پر قبضہ کرنے کی آرزو رکھے گا۔ تو کھلی ہوئی بات  
ہے کہ اس سے مسلمانوں میں باہمی تناؤ اور چپقلش پیدا ہوگی۔ اور اس طرح نفاق و



شفاق کی ایک جہاں سوز آتشی فضا پیدا ہو جائے گی۔ کہ ایک دوسرے کو فنا کے گھاٹ اتار دینے کی کوشش میں لگ جائے گا۔ اذتیل و غارت اور مار دھاڑ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس موذی روحانی بیماری سے خدا کی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ:

مِنْ خَدَاكِي پناہ مانگتا ہوں حسد کرنے والے  
کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

(پ۔ ۳۰۔ الفلق آیت ۵)

اور اس کو حرام و ممنوع قرار دیتے ہوئے تمام مسلمانوں کو اس سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

وَرَدَّ تَتَمَّنُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ  
بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ

اور اس کی تمنا مت کرو جس سے اللہ نے  
تم میں ایک دوسرے پر بڑائی دی ہے۔

(پ۔ ۵۰۔ النسا آیت ۳۲)

بلکہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ کسی مسلمان کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ سوچ کر  
خدا پر راضی رہے۔ کہ خدا کے نزدیک وہ اس نعمت کے قابل تھا اس لیے  
خدا نے اس کو یہ نعمت دی۔ اور میں اس کا اہل نہیں تھا، اس لیے خدا نے مجھ  
کو وہ نعمت نہیں دی وہ

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر

تجھ سے کیا ضد تھی؟ اگر تو کسی قابل ہوتا



## (۱۳) اسلامی تہذیب و ثقافت

### (۱۲۲) سلام کرنے کا حکم

ایک مسلمان جب کسی مسلمان سے ملاقات کرے۔ یا کسی کے گھر چلے یا خود اپنے گھر میں داخل ہو تو چاہیے کہ سلام کرے۔ سلام اسلام کا تہذیبی نشان ہے۔ سلام کرنا سنت اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:-

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَيِّبًا

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو۔ یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر حسب لینے والا ہے۔

(پ۔ ۵۰۔ الن۔ آیت ۸۶)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو "السلام علیکم" کہہ کر سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ جواب دو۔ یعنی ایک لفظ بڑھا کر "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" کہو یا تم بھی عالی "وعلیکم السلام" ہی کہہ دو۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ۔ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔

(پ ۱۸۔ النور۔ آیت ۲۷)

دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ:-

فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ

پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنیوں کو سلام کرو۔ ملنے دقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے



مَبْرُكَةٌ كَيْبَةٌ ط ر پ ۱۸ - النور آیت ۶۱) مبارک پاکیزہ۔

مطلب یہ ہے کہ اپنے گھر میں جاؤ یا کسی دوسرے کے گھر میں جاؤ۔ دونوں صورتوں میں گھر والوں پر سلام کرو۔ سلام کیا ہے؟ یہ ایک اچھی اور مبارک و پاکیزہ دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں تعلیم کی گئی ہے۔ لہذا ملاقات کے وقت اس اچھی دعا کو کام میں لاؤ اور سلام کر لیا کرو۔

**سلام کے الفاظ** | سلام کہے یا سلاما کہے یا سلاماً علیکم کہے یا السلام علیکم  
 کہے۔ ان چاروں لفظوں کے ساتھ سلام کی سنت ادا ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں ان چاروں لفظوں کے ساتھ سلام کا ذکر ہے۔  
 لیکن بہتر یہی ہے کہ ”السلام علیکم“ کے لفظ سے سلام کرے کیونکہ سنی مسلمانوں میں اسی لفظ کے ساتھ سلام کرنا مشہور و معروف اور رائج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### (۱۲۵) ایمان والوں ہی کو سلام کرنا چاہیے

سلام صرف مسلمانوں ہی کو کرنا چاہیے۔ غیر مسلموں اور مرتدین کے لیے ”سلام“ کا لفظ نہ بولے بلکہ بوقت ضرورت ہاتھ اٹھا دے یا ”آداب“ کہہ دے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ۔  
 اے پیغمبر! جب آپ کے حضور وہ لوگ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو

(ب ۱۰۱ انعام آیت ۵۴) ان سے فرماؤ تم پر سلام ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صرف ایمان والوں ہی کو سلام کرنا چاہیے۔

### (۱۲۶) غلط سلام کرنا منع ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:-

وَإِذَا جَاءُوكُمْ فَقُولُوا سَلَامٌ۔  
 اور جب کفار اے پیغمبر آپ کے پاس حاضر



لَوْ يَخْتَلِفُ بِهِ اللَّهُ...  
 (پ ۲۸ المجادلہ - آیت ۸)  
 ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے آپ کو سلام کرتے ہیں  
 جو لفظ اللہ نے آپ کے اعزاز میں نہ کہے۔  
 مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں کا سلام مثلاً منستے "یا پڑھاؤں لگتا ہوں" یا بے جے  
 ان لفظوں کے ساتھ مسلمان کسی کو سلام نہ کریں کہ یہ سلام ہی خلاف اسلام اور غلط ہے۔

## (۱۲۶) لباس پہننا اسلامی تہذیب ہے

اتلباس کہ ستر عورت ہو جائے فرض ہے۔ مرد کو ناف سے گھٹنے کے نیچے تک  
 لباس سے چھپانا۔ اور عورت کو دونوں ہتھیلیوں اور دونوں تدموں اور چہرے کے سوا تمام  
 بدن کو لباس سے چھپانا فرض ہے۔ اس کے علاوہ زینت کے لیے یا جاڑے گرمی  
 سے بچنے کے لیے زیادہ کپڑوں کو پہننا جائز ہے اور یہ اسلام کا تہذیبی نشان ہے۔

بالکل ننگے بدن رہنا یا صرف لنگوٹی یا دھوتی پہننا کہ ران وغیرہ کھلی رہے۔ یہ کفار و  
 مشرکین کا مذہبی نشان ہے۔ لہذا یہ مسلمانوں کے لیے حرام و ناجائز ہے کہ بالکل ننگے بدن نہیں  
 یا صرف لنگوٹی یا دھوتی پہنیں۔ خداوند قدوس کا فرمان ہے کہ:-

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ زِينَتَكَ  
 عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَشَرَبُوْا  
 وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ  
 قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي  
 اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖۙ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ  
 الرِّزْقِ

اے آدم کی اولاد! اپنی زینت (لباس) لو  
 جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور حد  
 سے نہ بڑھو۔ بے شک حد سے بڑھنے والے  
 اسے پسند نہیں (اے پیغمبر! آپ فرمادیجئے کس  
 نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے  
 بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔

(پ ۸ الاعراف آیت ۳۱-۳۲)

## (۱۲۸) کرتا اسلامی لباس ہے

کرتا اسلامی لباس اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی پوشاک ہے۔ قرآن مجید میں



حق جل مجدہ کا ارشاد ہے کہ جب کنعان سے مصر آ کر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ خبر دی کہ ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نابینا ہو گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ:-

اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَانقُوهُ  
عَلَى وَجْهِ اِبْنِي يَا تِ بِصِيْرًا - ج

میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے  
منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

(پ ۱۳ ایضاً آیت - ۹۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کرتا زیب تن فرماتے تھے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کرتا پہنا ہے۔

## (۱۲۹) کبیل اور ہناسنت ہے

اکثر حضرات انبیاء علیہم السلام کبیل پوش رہا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت کبیل اور ہنا پہنا ہے اور آپ کی کالی کبلی بہت مشہور ہے۔ یہاں تک کہ خداوند قدوس نے آپ کو قرآن مجید میں اس طرح خطاب فرمایا کہ:-

يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ (۲۹۶- المزل آیت ۱) اے کبیل اور ہننے والے

## (۱۳۰) جوتا پہننا سنت انبیاء ہے

جوتا پہننا اسلامی تہذیب اور خدا کے مقدس نبیوں اور رسولوں کا طریقہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کر دم چمڑے کا جوتا استعمال فرماتے تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام "طوی" کے مقدس مقام میں پہنچے تو آپ پر وحی نازل ہوئی کہ:-

فاخْلَعْ نَعْلَيْكَ جِ اِنَّكَ بِاَلْوَادِ  
الْمُقَدَّسِيْنَ طَوِيْ .

(اے موسیٰ) اپنے جوتے اتار ڈالیے بیشک  
آپ پاک جنگل "طوی" میں ہیں۔

(پ ۱۶ - لفظ آیت ۱۲)



اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو تاپہنے ہوئے تشریف لے گئے تھے۔

## (۱۳۱) عصا ہاتھ میں رکھنا مسنون ہے

عصا ہاتھ میں لے کر چلنا اسلامی تہذیب، علماء و مشائخ کا عمل اور حضرات انبیاء علیہم السلام کا مقدس طریقہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہہ کر پکارا کہ:-

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ۚ  
قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا  
وَأَهْتَشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنِيٍّ وَرِيكٍ  
فِيهَا مَا رَبِّ الْمَغْرِبِ ۗ

آپ کے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ اے  
موسیٰ۔ عرض کی یہ میرا عصا ہے۔ میں اس پر تکیہ  
لگاتا ہوں۔ اور اس سے اپنی بکریوں کیلئے پتے  
بھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام بھی

ہیں۔ (پ ۱۶-۱۷۔ طہ۔ آیت ۱۷-۱۸)

اس کے علاوہ ثابت ہے کہ دوسرے انبیاء کرام اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہاتھ میں عصا رکھتے تھے۔

## (۱۳۲) مجلسوں کے آداب

مجلسوں کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے مثلاً بھری  
مجلس میں اگر کوئی مسلمان آئے اور جگہ مانگے تو حاضرین سمٹ سمٹ کر ادر کھسک کھسک  
کر اس کو جگہ دے دیں۔ اور اگر اہل مجلس سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو سب کو کھڑے  
ہو جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے آداب مجلس سکھاتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ  
لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا  
لِغُصَّةِ اللَّهِ لَكُمْ جَاءَ إِذَا قِيلَ

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ  
مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دے دو۔ اللہ  
تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ



کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

انْمُرُوا فَاَنْشُرُوا۔

(پ ۲۸۔ المجادلہ آیت ۱۱)

### (۱۳۳) منہ ٹیڑھا کر کے بات نہ کرو

کسی سے بات کرتے وقت رخسار کج کر کے تکبر سے بات نہ کرو۔ یہ اسلامی تہذیب

سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ۔

اور کسی سے بات کرنے میں منہ بگاڑ کر بات

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ۔

نہ کرو۔

(پ ۲۱۔ لقمان آیت ۱۸)

یہ اسلامی تہذیب کا بہت اعلیٰ نشان ہے کہ بات کرتے وقت رخسار کج کر کے اور منہ بگاڑ کر کسی سے بات نہ کریں۔ کیونکہ یہ گھنڈوں اور متکبروں کا منحوس طریقہ ہے جو اسلامی تہذیب کے لیے قابل برداشت نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمادی۔

### (۱۳۴) اترتے ہوئے مت چلو

زمین پر اترتے ادا اترتے ہوئے چلنا بھی اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ چال گھنڈوں اور متکبروں کی مفروراتہ چال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔

اور زمین پر اترتے ہوئے مت چلو۔ بیشک اللہ کو کوئی اترانے والا فخر کرنے والا

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا  
إِنَّ اللَّهَ لَا يَحِبُّ الْمَكْتَبِرِينَ

پسند نہیں۔

(پ ۲۱۔ لقمان آیت ۱۸)

### (۱۳۵) بیخ چلا کر بات نہ کرو

اسلامی تہذیب کی تعلیم دیتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا کہ۔



وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْظُمْنَ  
مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَمْوَآتِ  
لَصَوْتُ الْحَمِيرِ

اور درمیانی چال چلو اور اپنی آواز کچھ نرم اور  
پست رکھو۔ یقیناً سب آوازوں میں  
بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

(پ ۲۱۔ لقمان آیت ۱۹)

مطلب یہ ہے کہ نہ بیت تیز رفتاری سے چلو۔ نہ بہت سست چلو کہ یہ دونوں  
باتیں مذموم ہیں۔ ایک میں تکبر کا اظہار ہے اور ایک میں چھوڑا پن ہے اور یہ دونوں  
باتیں اسلامی تہذیب کے خلاف ہیں۔ اور بیت پیچ چلا کر گفتگو نہ کرو۔ بلکہ نرم گفتاری و  
شیریں کلامی کو اپنا طرز گفتگو بناؤ۔

## (۱۳۷) جاہلوں کی بکواس کا جواب نہ دو

اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی مخصوص پہچان اور ان کے خاص نشان کا بیان  
کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ:-

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ  
قَالُوا سَلَامًا

اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو  
وہ کہتے ہیں کہ بس جی سلام

(پ ۱۹۔ الفرقان۔ آیت ۶۳)

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ:-

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا

پ ۱۹۔ الفرقان۔ آیت ۲۷

اور جب جاہلوں کی ہیودگی پر وہ گزرتے ہیں  
تو اپنی عزت سنبھالے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے خاص بندوں کا یہ بھی ایک مخصوص نشان ہے  
کہ وہ جاہلوں کی بکواس اور ان کی بے ہودہ ہل بوتگ پر کان نہیں دھرتے اور ان کو متہ نہیں  
لگاتے اور ان کی لغویات کا کوئی جواب نہیں دیا کرتے بلکہ ان کی بدگویی و بدزبانی پر خاموشی  
کے ساتھ صبر و برداشت کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ یہ خصلت بھی اسلامی تہذیب  
کا ایک خاص نشان ہے۔ لہذا تمام مسلمانوں خصوصاً علماء و مشائخ کو خاص طور پر



اس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

## (۱۳۷) سر کے بال مندوانا اور کتر وانا جائز ہے

مردوں کے لیے جائز ہے کہ چاہیں تو سر کے بال مندواریں اور چاہیں تو کتر والیں لیکن عورتوں کو سر کے بال مندوانا اور کتر وانا دونوں حرام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:-

مُحَلِّقِينَ رُءُوسَهُمْ وَمَقْصِرِينَ

اپنے سروں کے بال مندواریں یا کتر شواریں

(پ ۲۶ - الفج ۲۷)

بال مندوانا اور کتر شواریں ہی اسلامی تہذیب ہے۔

## (۱۳۸) داڑھی بڑھانا سنتِ انبیاء ہے

داڑھی بڑھانا خدا کے نبیوں اور رسولوں کی مقدس سنت اور اسلامی تہذیب کا اعلیٰ نشان ہے۔ داڑھی مندوانا یا کتر شوا کر چار انگل سے چھوٹی کرنا جرمِ دگناہ ہے اور ایسا شخص ناستقِ معن ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر سے توریت لیکر بنی اسرائیل کی بستی میں تشریف لائے اور یہ دیکھا کہ قوم بچھڑے کی عبادت کر رہی ہے تو ان کی قوم کی بت پرستی پر بہت غصہ آگیا اور اسی غضب و جلال میں انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لیے کہ تم نے قوم کو بت پرستی سے کیوں نہ روکا؟ تو اس وقت حضرت ہارون علیہ السلام نے عرض کیا کہ:-

يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذُ بَلِيَّتِي وَلَا

اے میری ماں کے بیٹے! نہ میری داڑھی

بِرَأْسِي لِي خَشِيبُ أَمْ تَقُولُ

پکڑو نہ میرے سر کے بال۔ مجھے یہ ڈر ہوا

فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں

وَلَوْ تَوَقَّبُ لِقَوْلِي

تفرقہ ڈال دیا اور تم میری بات کا انتظار نہ



کیا (پ ۱۶۔ طہ آیت ۹۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون پیغمبر علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال اتنے بڑے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ داڑھی بڑھانا اور سر کے بال رکھنا حضرت ہارون پیغمبر علیہ السلام اور دوسرے نبیوں اور رسولوں کی سنت ہے۔ خود حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی بڑی تھی۔ اور آپ کے سر کے بال کبھی کانوں تک تھے۔ کبھی کندھے تک تھے اور حجۃ الوداع میں اپنی حیات مبارکہ کے آخری دنوں میں آپ نے اترے سے سر کے بالوں کو اتروا دیا تھا۔ اس لیے سر پر بال رکھنا بھی سنت ہے اور مندر وانا بھی سنت ہے اور ان دونوں میں سے کسی کے خلاف نہیں۔ بلکہ دونوں ہی باتیں اسلامی تہذیب میں داخل ہیں۔

### (۱۳۹) الگ الگ اور مل کر کھانا دونوں جائز ہے

اگر بیت سے لوگ ہوں تو الگ الگ بھی کھا سکتے ہیں اور لوگ مل کر ایک ساتھ بھی کھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ۔

كَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا  
مِمَّا كَرِهْتُمْ اَوْ اَشْتَاتَا ط  
الگ۔ (پ ۱۸۔ النور۔ ۶۱)

بہر حال یہ دونوں ہی اسلامی تہذیب و دینی حصلت سے۔ اگرچہ مل کر کھانا بہتر اور باعث برکت ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ مسلمان برکت والی چیز کو خلاف تہذیب حرکت سمجھنے لگے۔ آج کل ایک بہتن میں چند آدمیوں کے مل کر کھانے کو کچھ لوگ محیوب سمجھنے لگے ہیں۔ جس کا سبب دین اسلام سے لوگوں کی ناواقفیت و جہالت ہے۔

### (۱۴۰) تخت اور کرسی پر بیٹھنا سنت انبیاء ہے

تخت اور کرسی پر بیٹھنا بھی اسلامی تہذیب ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام تخت پر بیٹھا کرتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کرسی پر بیٹھتے تھے۔ جب حضرت



یوسف علیہ السلام کے والد ماجد کنعان سے مصر میں تشریف لائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے محل میں رونق افروز ہوئے تو قرآن مجید میں ہے کہ:-  
 دَرَقَعَ أَبُو يٰسُفَ عَلَيْهِ عَلِيٌّ الْعَرَبِيْنَ۔  
 اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا

(پ ۱۳- یوسف ۱۰۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دن فرمایا کہ آج رات میں اپنی نوے بیویوں پر دورہ کروں گا۔ ہر ایک حاملہ ہوگی اور ہر ایک کے پیٹ سے راہ خدا میں جہاد کرنے والا پیدا ہوگا۔ لیکن یہ فرماتے وقت آپ نے انشاء اللہ تعالیٰ نہیں کہا تو کوئی عورت حاملہ نہیں ہوئی سوائے ایک عورت کے اور اس کے بھی ناقص الخلقیت پھر پیدا ہوا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر رکھ دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلِيَّ كُرْسِيَهُ جَسَدًا أَشْمًا أَنَا بَاهُ  
 اور بے شک ہم نے سلیمان کو جانچا اور اس کی کرسی پر ایک بے جان بدن ڈال دیا۔ پھر خدا کی طرف رجوع لائے۔  
 (پ ۲۳- ص ۳۲)

دونوں آیتوں سے اس بات کا ثبوت مل گیا کہ تخت اور کرسی پر بیٹھنا جائز اور دو پیچیدوں کی سنت ہے۔ اس لیے اسلامی تہذیب و تمدن میں تخت و کرسی پر بیٹھنا ایک اچھی اور باوقار نشست ہے اور یہ جائز بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت بھی ہے۔

## (۱۵) علاج کا بیان

### (۱۴) شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے

ہر بیماری کا علاج کرنا جائز ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

”اے اللہ کے بندو! تم لوگ علاج کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری



کے لیے شفا کا سامان رکھا ہے۔ سوائے ایک بیماری کے کہ وہ لاعلاج ہے اور وہ بڑھاپا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۸۸ بحوالہ ترمذی وغیرہ)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”ہر بیماری کی دوا ہے جب بیماری کو اس کی دوا پہنچ جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے شفا ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۸۸ بحوالہ مسلم)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ علاج کرنا جائز ہونے کے ساتھ ساتھ سنت بھی ہے اس لیے ہر بیماری کا علاج کرنا چاہیے مگر اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہر دم پیش رکھنا لازم ہے کہ ہر بیماری سے شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دوائیں شفا دینے والی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے دواؤں کو شفا کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ یہ دنیا عالم اسباب ہے جس طرح اس دنیا کا کوئی کام بغیر وسیلہ اور ذریعہ کے نہیں ہوتا۔ اسی طریقے سے شفا بھی دواؤں کے وسیلہ اور ذریعہ سے حاصل ہوتی ہیں بلکہ ہر کام کا کرنے والا اور شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے چنانچہ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ:

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِي .  
اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی (اللہ) مجھے شفا دیتا ہے۔ (پ ۱۹۰ - الشعراء - ۸۰)

## (۱۲۲) شہد میں شفاء ہے

اللہ تعالیٰ نے شہد کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس میں بیماریوں سے شفا ہے بعض بیماریوں کی تو تنہا شہد ہی دوا ہے۔ اور بعض بیماریوں میں دوسری دواؤں کے ساتھ مل کر یہ حکم الہی شفا دیتی ہے چنانچہ بکثرت خمیروں، معجونوں، جوارشوں میں شہد پڑتی ہے اور بارہا کا تجربہ ہے کہ اس سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يُخْرِجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابًا مُخْتَلَفًا  
شہد کی مکھی کے پیٹ سے ایک پینے کی  
أَوْانَةً فِيهِ شِفَاءٌ لِّنَّاسٍ  
چیز رنگ رنگ کی نکلتی ہے جس میں لوگوں



إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ  
 (پ ۱۲۰۔ النحل ۶۹)

کی تندرستی ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے غور و فکر کرنے والوں کے لیے۔

قائد ۱۵۔ میرے علم میں دنیا کی کوئی دوا ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا ہو کہ اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ صرف شہد ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ اس لیے اس پر ایمان لانا فرض ہے کہ شہد میں شفا ہے جو اس کا انکار کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ قرآن کا منکر ہے اس لیے بہر حال اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ شہد میں شفا ہے۔

### (۱۲۳) شہد پینا جائز ہے

چونکہ اللہ تعالیٰ نے شہد کے بارے میں یہ فرمایا کہ شَرَابٌ مُّخْتَلَفٌ أَلْوَانُهُ، یعنی شہد رنگ برنگ کی ایک پینے کی چیز ہے اس لیے شہد کو بطور سالن کے کھانا اور دوسری دواؤں میں ملا کر کھانا بھی جائز ہے اور خالی شہد کو پینا بھی جائز ہے۔

### (۱۲۴) شراب حرام ہے

شراب اور جس دوا میں شراب ملی ہوئی ہو اس کا ہر قطرہ نجس، اور اس کا پینا کھانا یا بدن میں لگانا اس سے علاج کرنا حرام ہے۔ اور اگر بدن یا کپڑے میں لگ جائے تو اس کو دھو کر پاک کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح پیشاب اور خون لگ جائے تو اس کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ۔

شراب اور جوا اور بت اور پلے ناپاک ہی

ہیں۔ شیطان کا کام۔ تو ان سے بچتے رہو تاکہ

تم نلاج پاؤ۔

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْمِرُ وَآلَا ذَٰلِكَ

كَآلَا ذَٰلِكَ رَجِسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ

فَابْجَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ

(پ، المائدہ ۹۰)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔



” اللہ نے بیماری اور دوا دونوں کو نازل فرمایا ہے لہذا تم لوگ دوا کرو۔ اور  
حرام چیزوں سے دوا نہ کرو۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۸۸ بحوالہ ابوداؤد)  
دوسری حدیث میں فرمایا کہ:-

” خبیث (حرام ونجس) دواؤں سے علاج کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے منع فرمایا۔“ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۸۸ بحوالہ ابوداؤد و ترمذی وغیرہ)  
دافع رہے کہ شراب کی حرمت قطعی و یقینی ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہے  
لہذا جو شراب کو حرام نہ مانے وہ کافر ہے اور جو شراب کو حرام مانتے ہوئے اس کو پینا  
ہے وہ سخت گناہ گار و ناستق ہے اور اس پر اس گناہ سے توبہ کرنا فرض ہے۔

## (۱۲۵) پانی سے علاج

حضرت ایوب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ نے امتحان لیا کہ ان کی تمام اولاد اور اونٹ  
دبیریاں، سونا چاندی وغیرہ تمام مال و اسباب ہلاک و برباد ہو گئے اور آپ کے تمام بدن  
پر آبلے اور چھوڑے نکل آئے آپ ان مصیبتوں پر صبر و شکر کرتے رہے اور امتحان  
الہی میں کامیاب ہو گئے پھر آپ نے یہ دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قدموں کی  
ٹھوکر سے زمین پر ایک چشمہ جاری فرما دیا اور حکم دیا کہ:-  
اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ  
بَارِدٌ وَ شَرَابٌ۔ (اے ایوب) زمین پر اپنا پاؤں مارو  
یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

(پ ۲۳- ص ۴۲)

چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس چشمہ میں غسل فرمایا اور اس کے  
پانی کو پی لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مرض سے مکمل شفا عطا فرمائی اور جتنا مال  
اولاد کی تباہی سے ان کا نقصان ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا دو گنا عطا فرما دیا۔  
اور اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر ان کی مدح فرمائی۔ اور ان کو ”ابواب“ (خدا کی طرف رجوع  
ہونے والا) کے جلیل القدر و با عظمت خطاب سے بھی سرفراز فرما دیا۔



اس سے معلوم ہوا کہ چشموں اور کنوڑوں اور بارش کے پانی میں بھی خدا کے حکم سے شفا ہو سکتی ہے چنانچہ بارہا کے تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ بعض چشموں اور بعض کنوڑوں اور بعض موسم کی بارشوں میں بھی شفا ہوتی ہے۔ اور ان پانیوں سے غسل کرنا اور ان کا پینا صحت بخش ہوتا ہے تو ان پانیوں سے علاج کرنا جائز ہے۔

## (۱۲۶) دودھ ایک خوشگوار پینے کی چیز ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و حکمت کی نشانیوں کو بیان فرماتے ہوئے قرآن مجید میں دودھ کا تذکرہ ان لفظوں میں بیان فرمایا کہ:-

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۗ  
 نُسُقِيَكُمْ مِنْهَا مِمَّا يَبْطُونُ مِنْ  
 بَيْنِ قَرْنَيْهَا وَذُرُّهَا كَالْبُنِّ خَالِصًا  
 سَائِغًا يَلْبَسُهُ الْبَنُّ - ہ

اور بے شک چوپالیوں میں تمہارے لیے  
 عبرت ہے۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے  
 جو ان کے بیٹھ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ  
 میں سے خالص دودھ جو پینے والوں کے  
 حلق سے بہ آسانی اتر جاتا ہے۔

پ ۱۲ - النحل ۶۶

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دودھ ایک خوشگوار پینے کی چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی لہذا دودھ کو دوا اور غذا کے طور پر پینا جائز ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کا آزمودہ تجربہ ہے کہ دودھ نہایت ہی صحت بخش غذا اور بہت سی بیماریوں کی نہایت ہی مفید دوا ہے۔ اور قرآن مجید کے اشارات بھی اسی حقیقت کی طرف ہدایت و راہنمائی کر رہے ہیں اور حدیثوں میں صراحتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کی مدح فرمائی ہے۔



## (۱۶) مہمان نوازی کا بیان

مہمان نوازی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:-

”جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ مہمان کی عزت افزائی کرے“ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۶۸ بحوالہ بخاری و مسلم دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ:-

”سنت طریقہ ہے کہ مہمان کو رخصت کرتے وقت دروازہ تک مہمان

کے ساتھ ساتھ چلے“ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۶۸ بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں یا بارہ فرشتے انسانی شکل و صورت میں مہمان بن کر تشریف لائے۔ تو آپ نے ان مہمانوں کی کس طرح مہمان نوازی فرمائی؟ اس کی منظر کشی کرتے ہوئے خداوند کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:-

مَنْ أَمَّاكَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ إِبْرَاهِيمَ  
 الْمَكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ  
 فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ  
 قَوْمٌ مُّشْكِرُونَ - قَرَأَ إِلَىٰ أَهْلِهِ  
 فَجَاءَ بِعِلَّةٍ يَمِينًا فَقَرَأَ بِهِ إِلَيْهِمْ  
 قَالَ آلَاتًا كَلُوفًا ۝

(پ ۲۶ - التذریت ۳ تا ۲۷)

اے محبوب! کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔ جب وہ ان کے پاس آکر بولے کہ ”سلام“ تو ابراہیم نے کہا کہ ”سلام“ ابراہیم نے دل میں کہا، کہ یہ تو ناشناس لوگ ہیں۔ پھر ابراہیم گھبریں گئے اور ایک فریب (بھنا ہوا) پھڑپھڑا لے آئے۔ پھر اسے (مہمانوں) کے پاس رکھا اور کہا کہ کیا تم لوگ کھاتے نہیں؟

کھاتے نہیں؟

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:-



(۱) فرشتے انسانی صورت میں مہمان بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے (۲) ان مہمانوں نے اگر سلام کیا۔ معلوم ہوا کہ مہمان گھر والے کو سلام کرے گا۔ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے سلام کا جواب دیا (۴) ان مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلے سے کوئی جان پہچان نہیں تھی۔ معلوم ہوا کہ مہمان کے لیے جان پہچان والا ہونا ضروری نہیں نا شناسا لوگ بھی مہمان ہو سکتے ہیں اور ان کی مہمان نوازی کی جائے۔ (۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر میں جا کر ایک بھنا ہوا گائے کا پھڑالاٹے جو خوب قرب تھلا اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے گھر آتے ہی صاحب خانہ کو چاہیے کہ مہمان کے کھانے کا انتظام کرے اور کھانا مہمان کے سامنے لائے (۶) یہ فرشتے جب کھانے سے رکے تو آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ آپ لوگ کھانا نہیں کھا رہے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کو چاہیے کہ مہمان کو امر کر کے کھانا کھلائے (۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان مہمانوں سے خطرہ یوں محسوس ہوا کہ اس دور کا یہ دستور تھا کہ دشمن کھانا نہیں کھاتا تھا تو جب فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تو آپ ڈر گئے کہ کہیں یہ مہمان دشمن نہ ہوں۔

ان مہمانوں سے جو فرشتے ہونے کی وجہ سے کھانا نہیں کھاتے تھے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم لوگ دو مقصد سے آپ کے گھر آئے ہیں ایک تو یہ کہ آپ کے گھر میں حضرت "سارہ" کے بیٹے سے ایک صاحب علم بڑھ کا پیدا ہوگا۔ ہم لوگ آپ کو یہ خوشخبری سنانے کے لیے آئے ہیں اور دوسرے ہمارا یہ کام ہے کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر آسمان سے اترے ہیں۔ چنانچہ ان فرشتوں نے پہلے تو لوط علیہ السلام کی قوم پر کنگر کے پتھروں کی بارش کی پھر پوری بستی کو الٹ پلٹ کر تھیس تھیس کر دیا۔



## (۱۷) عاریت کا بیان

عاریت یہ ہے کہ استعمال کی چیزیں مثلاً سوئی، کھماڑی، کدال، چاقو، مطالعہ کے لیے کتابیں، کھانے کے برتن دینا، اس قسم کی چیزیں کوئی استعمال کے لیے مانگے تو اس کو کچھ دیر کے لیے دینا اور پھر واپس لے لینا جس نے عاریت کے طور پر سامان لیا ہے وہ سامان اس کے پاس عاریت دینے والے کی امانت ہے، لہذا اس پر لازم ہے کہ کام نکل جانے کے بعد وہ اس سامان کو واپس لوٹا دے۔ اور اگر اس نے اس سامان کو ضائع کر دیا تو اس سے تاوان وصول کیا جائے گا۔

عاریت دینے پر بہت بڑا ثواب ملے گا۔ اور عاریت نہ دینے پر قرآن مجید میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کو عاریت کے طور پر برتنے کے لیے سامان دے دیا کریں کہ یہ مسلمانوں کی امانت ہے جو باعث ثواب ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ - الَّذِينَ هُمْ  
صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ - الَّذِينَ  
هُمْ بَرَاءُونَ - وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے  
بھولے بیٹھے ہیں، وہ جو دکھا داکرتے ہیں۔  
اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

(پ ۳۰ - الماعون ۷)

اللہ اکبر، کتنی سخت اور شدید وعید ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس  
وعید سے محفوظ رکھے۔ (آمین)



## (۱۸) امانت کا بیان

امانت رکھنا جائز ہے۔ اور جس کی امانت ہے، اس کو دسی جائے گی اور امانت میں خیانت حرام و گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَدُّوا  
الْأَمْنَةَ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۗ  
بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن  
کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

(پ ۵ - النساء ۵۸)

اس سے ثابت ہوا کہ امانت کو صاحب امانت تک بغیر کسی خیانت کے پہنچا دینا واجب ہے۔

## (۱۲۶) امانت میں خیانت حرام ہے

جس کی امانت ہے وہ امانت اس کو سپرد کی جائے گی۔ اگر امانت رکھنے والے نے اس امانت میں کوئی کمی کر کے یا اس میں کوئی نقصان پہنچا کر امانت کو واپس کیا تو یہ امانت میں خیانت ہوئی۔ امانت میں خیانت حرام و گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا  
اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَتِكُمْ  
وَإِنَّكُمْ تَعْلَمُونَ  
اے ایمان والو! اللہ ورسول کے ساتھ  
خیانت نہ کرو۔ اور اپنی امانتوں میں بھی  
جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔

(پ ۹ - الانفال - ۲۷)

فائدہ ۱۵۔ امانت صرف روپے پیسے اور مال و سامان ہی کی نہیں ہوتی بلکہ اس کے علاوہ دوسری بھی بہت سی امانتیں ہیں۔ مثلاً (۱) کسی نے اپنا سلام و پیغام کسی دوسرے تک پہنچانے کے لیے تمہیں اپنا امین بنا دیا۔ تو تم اس کے امین ہو گئے۔ اب تم پر لازم



ہے کہ وہ سلام و پیغام ہو بہو اس شخص تک پہنچا دو۔ اور اس میں تبدیلی اور کترہینوت نہ کرو ورنہ تم پر گناہ خیانت کا ہوگا۔ (۲) کسی نے اپنا راز تمہیں بتا دیا اور تم کو امین بنا دیا کہ اس راز کو کسی پر فاش نہ کرنا۔ تو تم اس آدمی کے امین ہو گئے۔ اگر اس راز کو فاش کر دو گے تو تم امانت میں خیانت کرنے کے مجرم ٹھہرو گے (۳) میاں بیوی جماع کے وقت جو حرکتیں کرتے ہیں میاں بیوی ایک دوسرے کے امین ہیں۔ اگر مرد اور عورت میں سے کسی نے ان حرکتوں کو دوسروں پر ظاہر کر دیا تو ان پر خیانت کرنے کا الزام عائد ہوگا۔ ان سب قسم کی امانتوں میں خیانت کرنی حرام و ناجائز ہے۔

## (۱۴۸) وعدہ خلافی

کسی سے کوئی وعدہ کر کے اس وعدہ کو پورا نہ کرنا بدترین جھوٹ اور ایک قسم کی امانت میں خیانت ہے جو بدترین گناہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافق کی خصلت بتایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد نبوی ہے کہ:-  
چار باتیں جس شخص میں ہوں گے وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان چار باتوں میں ایک بات ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی۔  
یہاں تک کہ اس بات کو چھوڑ دے۔ (۱) جب وہ امین بنایا جائے تو خیانت کرے (۲) اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) اور جب کوئی وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے اور جب کوئی بحث کرے تو گالی بکے اور بدزبانی کرے۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۱ بحوالہ بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا  
بِاَعْتٰدِكُمْ  
(پ ۶۰ المائدہ ۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے وعدوں کو ضرور پورا

کرنے اور ہرگز ہرگز وعدہ خلافی نہ کرے۔



## (۱۹) منت ماننے کا بیان

نذر و منت شریعت میں اس عبادت کے کام کو کہتے ہیں جو بندہ خود اپنے اوپر لازم کر لے مثلاً یہ کہا کہ اگر میرا فلاں مقصد پورا ہو گیا تو میں اتنی رکعتیں نفل پڑھوں گا یا اتنے روزے رکھوں گا یا اتنے مسکینوں کو خدا کی رضا کے لیے کھانا کھلاؤں گا یا کوئی بھی نیک کام کروں گا یہ یاد رکھیے کہ نذر و منت خاص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوتی ہے کسی مزار یا کسی بزرگ کے لیے منت نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ یہ کہے کہ یا اللہ! اگر میرا فلاں مقصد پورا ہو گیا تو میں نے نذر و منت مانی ہے کہ فلاں ولی کے مزار کے پاس آستانہ کے فقراء کو تیری رضا کے لیے کھانا کھلاؤں گا یا وہاں کے خدام کو روپیہ پیسہ دوں گا یا وہاں کی مسجد کے لیے تیل یا چٹائی وغیرہ دوں گا۔

(خزائن العرفان ص ۵۳ بحوالہ رد المحتار)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:-

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ  
مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهَا وَمَا  
لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْهَارٍ ۝

(پ ۳ - البقرہ - ۲۷۰)

## (۱۲۹) منت پوری کرنے کی تعریف

اپنی منت کو پوری کرنا قابل تعریف اور ثواب کا کام ہے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہو گئے تھے تو حضرت علی و حضرت بی بی فاطمہ اور ان کی لونڈی بی بی فہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تین روزوں کی منت مانی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب دونوں صاحبزادوں کو صحت دے دی تو ان صاحبوں نے منت کے تین روزے رکھے، اس کی تعریف خداوند قدوس نے قرآن مجید میں فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ:-



يُؤْمِنُونَ بِاللَّذِّرَةِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا  
كَانَ شُرَكَاءُ مُتَطِيفِينَ ۝  
رپ ۲۹- الدھر آیت ۱۰  
(اہل بیت) اپنی منت پوری کرتے رہیں اور  
اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی  
ہوئی ہے۔ (یعنی قیامت کے دن)

اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید اور حضرت حمزہ  
اور حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے منت مانی تھی کہ وہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ  
السلام کے جھنڈے تلے جماد کا موقع پائیں گے تو آخری دم تک ثابت قدم رہیں گے  
تو ان حضرات کی مدح و تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:-  
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا  
مَا عَاهَدُوا ۗ اَللّٰهُ عَلَيْهِمْ  
مِنْ قَضِيٍّ نَّخْبَةٍ وَمِنْهُمْ  
مَنْ يَتَّبِعُ مَا بَدَا تُوبًا بَدِيًّا ۝  
مسلمانوں میں کچھ مرد وہ ہیں جنہوں نے  
سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں  
کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ  
دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا بھی نہ بدے۔

رپ ۲۱- الاحزاب ۲۲

غلامہ کلام یہ ہے کہ جس چیز کی منت مانی۔ اس کو پوری کرنا لازم و ضروری ہے  
اور منت پوری کر لینے پر اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اجر و ثواب بھی عطا فرماتا ہے۔ اور  
اس کی مدح و تعریف بھی فرماتا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا دونوں قرآنی واقعات  
میں آپ نے پڑھ لیا۔

## (۲۰) صلح کا بیان

### (۱۵۰) صلح بہت اچھی چیز ہے

ہرزراع کو ختم کرنے اور ہر جھگڑے کو چکانے اور منٹانے کے لیے سب سے بہترین  
چیز صلح ہے۔ چنانچہ دورِ حاضر میں مشرق و مغرب کے تمام بڑے بڑے عقلا و دانشورا اس



حقیقت کا آواز بلند اعتراف کر رہے ہیں کہ دنیا کا کوئی نزاعی مسئلہ جنگ سے طے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر اختلافی مسائل کو طے کرنے کی بہترین صورت یہی ہے کہ میدان جنگ سے ہٹ کر بند کمرے میں ایک میز کے گرد صلح و صفائی کی گفتگو کی جائے۔ یہ سچی حقیقت ہے جس کا برسہا برس تجربہ کرنے کے بعد آج دنیا بھر کے دانشوران و مبصرین اعلان کر رہے ہیں۔ آج سے چودہ سو برس پہلے ہی قرآن مجید نے اعلان کر دیا ہے کہ:-

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ  
الْأَنفُسُ الشُّحْمَ ۗ

اور ”صلح“ سب سے بہترین چیز ہے اور  
لوگوں کے دل لالچ کے پھندے میں ہیں۔

(پ ۵۔ النساء ۱۲۸)

یعنی ہر ایک اپنا فائدہ اور راحت و آسائش چاہتا ہے۔ اور اپنے اوپر کچھ مشقت گوارا کر کے دوسروں کے فائدے اور آرام و راحت کو ترجیح نہیں دیتا ہے اور سب کتوں کی طرح بڑھ رہے ہیں اور کسی کو بھی امن و سکون اور آرام و آسائش نصیب نہیں ہوتی، حالانکہ سب کے لیے آرام و سکون کا واحد طریقہ ”امن“ ہے جو سب سے بہترین راستہ ہے۔

## (۱۵۱) مسلمانوں میں لڑائی ہو تو صلح کرادو!

مسلمانوں میں لڑائی کا ہونا، اور ان میں اختلاف و نزاع کا پیدا ہونا۔ بشریت کے لحاظ سے ایک فطری بات ہے۔ مگر اس اختلاف و نزاع کو ختم کرانے اور لڑائی بند کرانے کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ دونوں فریق میں صلح کرادی جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

وَأِنْ طَافَ لِقَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
اقتتلوا فاصْلِحوا بَيْنَهُمَا ۗ

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں  
لڑیں۔ تو ان میں صلح کرادو۔

(پ ۲۶۔ الحجرات ۹)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا

مسلمان مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔



بَيْنَ أَخْوَابِكُمْ وَ اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ .  
تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو۔ اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

(پ ۲۶ - الحجرات ۱۰) (پ ۲۶ - الحجرات ۱۰)

بہر حال مسلمانوں کے ہر اختلاف اور ٹرائی کی صورت میں مسلمانوں پر لازم ہے کہ خاموش تماشائی نہ بنے رہیں بلکہ چند بااثر و مخلص مسلمان آگے بڑھ کر مسلمانوں میں صلح کرادیں تاکہ ٹرائی جھگڑا ختم ہو جائے۔ اور مسلمان بھائی بھائی کی طرح مل جل کر امن و سکون کے ساتھ رہنے لگیں۔

## (۱۵۲) میاں بیوی میں مصالحت

کبھی کبھی میاں بیوی میں بھی اختلاف رونما ہو جایا کرتا ہے تو اس اختلاف و نزاع کو دور کرنے اور دونوں میں محبت و اتحاد پیدا ہونے کی بہترین صورت یہی ہے کہ عورت اور مرد میں مصالحت ہو جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

وَاِنْ امْرَاَةٌ خَاَنَتْ مِنْ بَعْلِهَا  
نَشْرًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا  
اَنْ يَّصْلِحَا بَيْنَهُمَا سَلَامًا .  
اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں۔

(پ ۵ - النساء ۱۲۸)

مطلب یہ ہے کہ کچھ اہل خیر باخلاص مسلمان بیٹھ کر میاں بیوی میں صلح کرادیں اور میاں بیوی کچھ کچھ دے کے اصول پر نرم و گرم معاملہ کو طے کر لیں۔ یہی سب سے بہترین صورت ہے۔ صلح کرادینا اور صلح کر لینا مسلمانوں اور میاں بیوی دونوں کا فرض منصبی ہے مگر افسوس کہ آج کل خود غرضی کا دور ہے کہ لوگ میاں بیوی اور مسلمانوں کے جھگڑوں کو خاموش تماشائی بن کر دیکھا کرتے ہیں اور کوئی آگے بڑھ کر صلح نہیں کراتا حالانکہ یہ ہر ایک مسلمان کا فرض منصبی ہے۔ کاش مسلمانوں کو اس فرض منصبی کی ادائیگی کی توفیق نصیب ہو جائے تو مسلم معاشرہ میں ایک بہت بڑی اصلاح ہو جاتی۔



## (۲۱) اسلامی حکومت

اسلامی حکومت کے تین بنیادی اصول ہیں جن کے بغیر کوئی سلطنت اسلامی حکومت نہیں کہلا سکتی (۱) حاکمیت صرف اللہ و رسول کی ہے (۲) مجلس شوریٰ (۳) عدل۔

### (۱۵۳) اللہ و رسول کی حاکمیت

اسلامی حکومت میں اللہ و رسول کے حکم کے سوا کسی دوسرے کا حکم نہیں چل سکتا۔ ہر جگہ ہر حال میں ہر صورت قوانین اسلام ہی امیر مملکت اور رعایا سب کے لیے واجب الایمان اور لازم العمل رہیں گے۔ قانون اسلام کے سوا کسی کو کسی حالت میں کوئی اختیار ہاتھی نہیں ہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:-

اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ و رسول کو حکم فرما دیں تو اپنے معاملہ کا کوئی اختیار رہے اور جو اللہ و رسول کا حکم نہ مانے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں بیگا۔

وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا الْمُؤْمِنَاتِ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونُوا لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا

(پ ۲۲- الاحزاب ۳۶)

دوسری آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا أَوْلِيَّ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَالْأَوْلِيَّاتِ كَالْعِصْمَةِ عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اسے ایمان والو! حکم مالواللہ کا اور حکم مالورسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور



رسول کے حضور رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور  
قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور  
اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

(پ ۵ - النساء ۵۹)

(پ ۵ - النساء ۵۹)

دفعہ ہے کہ قانون اسلام میں یہ جائز ہی نہیں ہے کہ امیر یا حکومت والے اللہ  
کے کسی حکم کی مخالفت کر سکیں۔ اس لیے امیر اور حکومت والے کا حکم (اللہ تعالیٰ) ہی کا حکم  
ہوگا۔ لہذا اسلامی حکومت میں حاکمیت صرف اللہ و رسول ہی کی ہوگی۔

## (۱۵۴) مجلس شوریٰ

اسلامی حکومت میں ایک مجلس شوریٰ بھی لازمی ہے جو ایماندار و صالحین و انشور  
پر مشتمل ہوگی۔ جو قوانین اسلام اور ان کی تشریحات کے بارے میں امیر ریاست کی راہنمائی  
کرتی رہے گی۔ خداوند قدوس نے اس کی ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ  
اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے

سے ہے۔

(پ ۲۵ - الشوریٰ ۳۸)

## (۱۵۵) عدل و انصاف

اسلامی سلطنت کے سلطنت کے لیے بنیادی طور پر لازم و ضروری ہے کہ ہر معاملہ  
میں ہر شخص کے ساتھ قوانین اسلام کے مطابق عدل و انصاف کیا جاتا رہے۔ اللہ عزوجل  
نے ارشاد فرمایا کہ:-

اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کتاب اللہ نے

اتاری۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں عدل

کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔

وَقَدْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ

كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ

اللَّهُ وَرَبَّنَا وَرَبُّكُمْ ط



## (۱۵۶) حاکموں کے اوصاف

اسلامی حکومت میں ایسے حاکموں کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے جو اپنی خواہشات نفسانیہ کے فرماں بردار ہوں۔ اور اللہ و رسول کے قوانین سے روگردانی کر کے قیامت کے دن اپنے اعمال کا حساب دینے کو بھول بیٹھے ہوں۔ بلکہ فرمانرواؤں اور حاکموں پر لازم ہے کہ وہ معاملہ میں وہی حکم دیں جو حق ہے۔ اور اللہ و رسول کے فرمانوں کے مطابق ہے اور ہرگز ہرگز کبھی اپنی خواہش نفس کی پیروی نہ کریں۔ اور ہر دم ہمیشہ اور ہر حال میں اس عقیدہ پر استقامت رکھیں کہ ہم آج جو کچھ بھی کر رہے ہیں قیامت کے دن ہم کو اپنے اعمال کے ذرے ذرے کا حساب دینا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت و فرمانروائی عطا فرماتے وقت ان پر جو پابندی عائد فرمائی تھی۔ اس کا تذکرہ خود قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا کہ:-

يٰۤاٰرۡطٰٓىۤا جَعَلْنَا خَلِيۡفَةً فِى الْاَرْضِ  
فَاٰمُرُكُمۡ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا  
تَتَّبِعِ الْهُۡوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيۡلِ  
اللّٰهِ ط اِنَّ الَّذِيۡنَ يَصۡضِلُوۡنَ عَنْ  
سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ  
كِيۡمَا نَسُوۡا يَوْمَ الْحِسَابِ ؕ

اسے داؤد بے شک ہم نے تمہیں زمین میں

اپنا نائب (بادشاہ) بنایا تو آپ لوگوں کو حق

بات کا حکم دیجیے۔ اور خواہش کی پیروی

نہ کریں کہ وہ آپ کو اللہ کے راستہ سے

بکاوے گی۔ بے شک جو اللہ کی راہ سے

بھکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے

اس پر کہ وہ حساب کے دن بھول بیٹھے۔

غور کیجیے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خصوصیت

کے ساتھ تین باتوں کا حکم فرمایا (۱) حق کا حکم ماننا (۲) خواہش کی پیروی نہ کرنا (۳) محاسبہ

قیامت کو یاد رکھنا۔ اسلامی حکومت کے بعد حاکموں کو بھی اسی روش پر چلنا ضروری

ہے۔



## (۱۵۷) اطاعتِ امیر کے حدود

اسلامی حکومت میں امیر مملکت کے احکام کی پابندی رعایا پر واجب ہے لیکن اگر امیر مملکت کسی ناجائز اور خلافِ شریعت بات کا حکم دے تو ہرگز ہرگز اس کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کی جائے گی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-

فَاَصْبِرْ بِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ  
مِنْهُمْ اٰمَنَّا اَوْ كُفَرْنَا ۗ

اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں سے  
کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانو۔

(پ ۲۹ - الدھر ۲۳)

(پ ۲۹ - الدھر ۲۳)

حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

”امیر کی بات کو سنا اور اس کی فرمانبرداری ہر مسلمان پر لازم ہے، خواہ وہ بات اس کو پسند ہو یا ناپسند۔ لیکن جب امیر کی طرف سے کسی گناہ کی بات کا حکم دیا جائے تو نہ اس کی بات سنی جائے گی نہ اس کا حکم مانا جائے گا۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۹ بحوالہ بخاری و مسلم)

## (۱۵۸) بین الاقوامی معاہدوں کا احترام

اسلامی سلطنت نے اگر کسی حکومت سے کوئی معاہدہ کر لیا ہو، تو اس معاہدہ کا احترام اور اس کی پابندی امیر و رعایا سب پر لازم ہے اور ہرگز اس کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ یہاں تک کہ معاہدوں کی مدت گزر جائے یا معاہدہ ہی ختم ہو جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ:-

وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ  
كَانَ مَسْئُولًا ۗ

اور عہد کو پورا کرو۔ بے شک عہد کے بارے  
میں (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہوگی۔

(پ ۱۵ - بنی اسرائیل ۳۴)

(پ ۱۵ - بنی اسرائیل ۳۴)



## (۱۵۹) تحقیق کے بغیر کاروائی منع ہے

کسی مقدمہ یا کسی معاملہ میں محض افواہ کی بنا پر حکام کو بغیر تحقیق کے کوئی کاروائی کرنا جائز نہیں ہے۔ جب تک صورت واقعہ کی پوری پوری تحقیق نہ کر لی جائے اور یقینی طور پر اس کا علم نہ ہو جائے۔ محض شبہہ کی بنا پر کسی پر فرد جرم لگا کر اس کو سزا دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ:-

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ  
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ  
كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا

اور اس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے  
علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان  
سب سے (قیامت میں) سوال ہونا ہے۔

(پ ۱۵۔ بنی اسرائیل ۳۶)

یعنی جس چیز کو دیکھا نہیں ہے اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے  
اور جس بات کو سنا نہیں ہے۔ اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے نہ اس پر  
کوئی کاروائی کرو۔

## (۱۶۰) بین الاقوامی سیاست دلیرانہ ہونی چاہیے

اسلامی حکومت کو چاہیے کہ وہ بین الاقوامی سیاست میں خوف و ہراس نہ رکھے۔  
بلکہ خود اعتمادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے دلیرانہ طور پر اپنی سیاست کو  
اقوام عالم کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کی ہدایت فرماتے  
ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

وَأَنْ جَاهِدُوا لِلدِّينِ فَاجْتَمِعْ لَهَا  
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ  
الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ يَرِيدُ ذَآلَ  
يَخْدَعُكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ط

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ  
پر بھروسہ رکھو۔ بے شک وہ سب کچھ سنتا  
جانتا ہے اور اگر وہ تمہیں فریب دیا چاہیں تو  
بیشک تمہیں اللہ کافی ہے وہی ہے جس نے تمہیں



هُوَ الَّذِي آتَىٰكَ بِبَصِيرَةٍ  
بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا (یعنی مسلم  
نوجوں کے ذریعے تمہیں طاقتور بنایا۔)

(پ ۱۰ - الانفال ۶۱-۶۲) (پ ۱۰ - الانفال ۶۱-۶۲)

## (۱۶۱) معاہدہ شکن کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟

اگر کسی حکومت سے اسلامی حکومت کا کوئی معاہدہ ہوا، مگر وہ حکومت بار بار معاہدوں کو توڑتی رہتی ہے، تو اسلامی حکومت کو چاہیے کہ وہ بھی معاہدہ کو ختم کر دے اور اگر جنگ کی نوبت آجائے تو شدید جنگ کریں اور اگر معاہدہ کے بعد دوسری حکومت کی طرف سے کسی دغا کا اندیشہ ہو تو اسلامی حکومت کو چاہیے کہ اس سے معاہدہ نسخ کر لیں اور اس حکومت کو مطلع کر دیں کہ ہمارے تمہارے درمیان اب کوئی معاہدہ نہیں رہا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ہدایت نامہ یاد رکھیں:-

وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ پھر ہر بار  
وہ اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں  
تو اگر تم انہیں کہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں اس  
طرح قتل کرو جس سے ان کے پسماندگان  
کو بھگا دو۔ اس طرح شاید انہیں کچھ عبرت  
حاصل ہو۔ اور اگر تم کسی قوم سے دغا کا  
اندیشہ کرو تو ان کا معاہدہ ان کی طرف بلا سری  
پر پھینک دو۔ بے شک دغا والے اللہ  
کو پسند نہیں۔

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ  
يَقْضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ  
مِدْرَةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ۝ كَمَا مَا  
كُنْتُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ  
مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدْرُونَ ۝  
وَأَمَّا اتِّخَافُكَ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٌ  
فَأَبْدِ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ  
لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝

(پ ۱۰ - الانفال ۵۶-۵۷-۵۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی حکومت معاہدوں کی اس وقت تک پابندی  
کرے گی۔ جب تک فریق ثانی اپنے معاہدوں پر قائم رہے گا اور اگر فریق ثانی معاہدہ  
کو توڑ دے یا اس کی طرف سے کسی دغا کا خطرہ محسوس ہونے لگے تو اسلامی حکومت



کو معاہدہ فسخ کر دینے کا اعلان کر دینا چاہیے۔ اگر جنگ کی نوبت آن پڑے تو دوسری کے ساتھ جم کر لڑنا چاہیے اور ہرگز ہرگز بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ اور بات ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی طرف سے جنگ کو ٹالنے رہنا چاہیے۔

## (۱۶۲) اسلامی عدالت

اسلامی حکومت کے لیے بے حد ضروری اور انتہائی اہم حکم وہ اپنی نگرانی میں ایک ”محکمہ عدلیہ“ قائم کرے جو انتظامیہ کے تسلط اور سیاسی دباؤ سے بالکل آزاد ہوتا کہ کھلی فضا میں وہ مقدمات کا عادلانہ فیصلہ صادر کرتا رہے۔ اسی محکمہ عدلیہ کا نام ”اسلامی عدالت“ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

اعْدِلُوا تَوْفَاقَهُ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ  
فَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا  
تَعْمَلُونَ ۝ (پ ۶ - المائدہ ۸)

عدل کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب  
ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو  
تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

دوسری آیت شریفہ میں یوں ارشاد ہوا کہ:-

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا  
بِالْعَدْلِ ط إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ  
بِهِ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا  
(پ ۵ - النساء ۵۸)

اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف  
کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں  
کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے۔ یقیناً اللہ  
سناتا دیکھتا ہے۔

اسلامی عدالت کے علاوہ بھی ہر مسلمان کو ہمیشہ ہر معاملہ میں عدل و انصاف کرتے رہنا واجب الایمان و لازم العمل ہے۔

## (۱۶۳) اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے

ہر معاملہ میں اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ کو بلا چون  
وچرا مان لینا فرض ہے۔ قرآن میں خدا کا فرمان ہے کہ:-



وَاللَّهُ يَخْتَصِرُ لَكُمْ مَعْقَبَاتٍ بِحُكْمِهِ ۗ  
 وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝  
 (پ ۱۳ - الرعد - ۲۱)

اور اللہ حکم فرماتا ہے۔ اس کا حکم پیچھے ڈالنے  
 والا کوئی نہیں اور اسے حساب لینے میں دیر  
 نہیں لگتی۔

دوسری آیت شریفہ میں اس طرح فرمایا کہ:-  
 وَمَنْ لَّمْ يَجِدْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ  
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝  
 (پ ۶ - المائدہ - ۴۵)

اور جو اللہ کے نازل کیے پر حکم نہ کرے  
 تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

دوسری آیت مبارکہ میں یوں ارشاد فرمایا کہ:-  
 وَمَنْ لَّمْ يَجِدْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ  
 فَأُولَٰئِكَ هُمُ الفٰسِقُونَ ۝  
 (پ ۶ - المائدہ - ۴۷)

اور جو اللہ کے نازل کیے پر حکم نہ کرے تو  
 وہی لوگ فاسق ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نازل ہو چکا ہے۔ اس معاملہ  
 میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے سوا کوئی دوسرا فیصلہ ہرگز نہیں قابل قبول نہیں ہو سکتا اس  
 لیے کہ اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور وہی ہر مسلمان کے لیے لازم العمل ہے۔ مثلاً  
 چور زانی۔ قاتل وغیرہ کے بارے میں جو سزائیں قرآن میں نازل ہو چکی ہیں۔ اب کسی حاکم  
 کو قطعاً یہ اختیار نہیں ہے کہ رجم کی درخواست، یا کسی بڑی سفارش یا کسی سیاسی مصلحت  
 سے ان سزاؤں کو معاف کر دے۔ بیان میں کوئی تخفیف یا رد و بدل کر دے اصل فیصلہ  
 اللہ تعالیٰ ہی کا فیصلہ ہے جو ہر حال میں نافذ اور واجب العمل رہے گا۔ ہاں البتہ جن  
 مجرموں کے بارے میں کوئی معین سزا خداوند تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی ہے بلکہ اس  
 کو قاضیوں کی رائے کے سپرد فرما دیا ہے۔ ان سزاؤں کو قاضی اپنی صواب دید کے  
 مطابق نافذ کرے گا تو قاضی سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ قاضی حال و ماحول اور اشخاص  
 کے لحاظ سے اس میں رد و بدل کر سکتا ہے۔ اس قسم کی سزاؤں کو تعزیرات کہتے  
 ہیں۔ تعزیرات میں قاضی کی پیشی کر سکتا ہے۔



## (۱۶۴) اسلامی عدالت کے سمن پر حاضر نہ ہونا گناہ ہے!

اسلامی عدالت جب سمن جاری کرے کسی کو عدالت میں طلب کرے تو سمن پا کر بلا کسی عذر کے عدالت میں حاضر نہ ہونا جرم اور گناہ ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائیں تو ان گناہ ان میں کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے اور اگر ان کی ڈگری ہو تو ان کی طرف آئیں مانتے ہوئے کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک رکھتے ہیں۔ یا ڈرتے ہیں کہ اللہ اور رسول ان پر ظلم کریں گے؛ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔

وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذْ أَخْرَجْتَهُمْ مِنْ دَعْوَتِهِمْ وَأَنْ تَكُنْ لَهُمْ الْحَقُّ يَا تُوَالِيَهُ مِنْ عَيْنِينَ ط  
أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحْجِفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ط بَلْ أَوْلَيْتَكَ هُمْ

(پ ۱۸۔ النور ۳۸-۳۹-۵۰)

الظالمونہ

غور کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمانے کے لیے جن لوگوں کو بلائیں اور وہ حاضری سے منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کتنے غضب کا اظہار فرمایا۔ اور ان لوگوں کی کیسی کیسی مذمت فرمائی کہ ان لوگوں کو نہ ظالم تک فرمایا۔ تو اسلامی عدالت کا سمن درحقیقت اللہ اور رسول کی طرف سے بلاوا ہے۔ تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کرویا جائے تو جو سمن سے روگردانی کر کے عدالت میں حاضر نہ ہوگا وہ یقیناً بلا شہہ مجرم و گناہ گار ہوگا۔

## ۱۶۶ گواہ، گواہی سے انکار نہیں کر سکتے

کسی مقدمہ کے گواہ کو جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو گواہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ گواہی کو چھپائے۔ یا گواہی دینے سے انکار کر لے۔ اگر وہ گواہی کو چھپائے گا یا گواہی دینے سے انکار کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ لیجئے۔



اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا  
تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تمہارے  
کاموں کو جانتا ہے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ  
يَكْتُمْهَا فَنَايَتُهُ إِلَىٰ قَلْبِهِ  
وَأَلَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

(پ ۳۔ البقرہ ۲۸۳)

دوسری آیت مبارکہ میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:

اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے

وَلَا يَأْتِ الشُّهَدَاءُ إِذْ  
دُعُوا

انکار نہ کریں۔ (پ ۳۔ البقرہ ۲۸۲)

دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ گواہ کو سہ گز اپنی گواہی نہ چھپانی چاہیے۔ نہ گواہی  
دینے سے انکار کرنا چاہیے بلکہ گواہ پر از روئے شریعت لازم ہے کہ عدالت میں  
حاضر ہو کر اپنی گواہی پیش کر دے۔

## (۱۶۷) جھوٹی گواہی حرام ہے

جھوٹی گواہی دینی حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں

ارشاد فرمایا کہ:

اور جھوٹی بات سے بچو۔

وَابْتِئُوا قَوْلَ الزُّورِ

(پ ۱۰۔ الحج ۳۰)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے مخصوص اوصاف کو بیان کرتے

ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ

(پ ۱۹۔ الفرقان ۷۲)

جھوٹی گواہی دینے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب اور ناسق ہے۔ جھوٹے گواہ کو قاضی

تعزیر کے طور پر سزا بھی دے گا۔



## (۱۶۸) فاسق کی خیر اور گواہی معتبر نہیں

فاسق مثل چور، ڈاکو، شرابی، زنا کار، جھوٹا، نمد با جماعت قصداً ابلاند شرعی پھوڑنے والا وغیرہ فاسقوں کی خیر اور گواہی غیر معتبر ہے۔ نہ ان لوگوں کی خبر پر اعتماد کیا جائے گا نہ ان لوگوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ  
فَاسِقٌ كَذِبًا فَتَّبِعُوهُ فَإِنَّ  
تُصِيبُوا  
تَوْ مًا بِجَهَا لَةٍ فَتُصِيبُوا عَلٰى  
مَا فَعَلْتُمْ لِنَدْمِيْنَ ه

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس  
کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو  
لا علمی میں سزا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے  
پر پھکتے رہ جاؤ۔

رپ ۱۰۳۶ الحجرات ۶

## (۱۶۹) زبردستی کرایا ہوا گناہ جرم نہیں

اگر کافروں نے کسی مسلمان کو پکڑ کر اس کے گلے پر تلوار رکھ دی۔ یا سینے پر بندوق کی نالی رکھ دی اور جان کی دھمکی دے کر کفر بولنے پر مجبور کر دیا اور اس مسلمان کو ظن غالب ہو گیا ہو بخیر کفر بولے میری جان بچ نہیں سکتی تو ایسی حالت میں بھی اگر مسلمان کفر کا کلمہ نہ بولے اور قتل ہو جائے تو اس کو شہادت کا عظیم درجہ ملے گا اور اگر جان بچانے کے لیے صرف زبان سے کفر بک دیا اور دل میں ایمان ہی رہا تو یہ جائز ہے اور چونکہ زبردستی اس سے کفر کی بات کہلائی گئی ہے اس لیے اس مسلمان پر کوئی جرم و گناہ عائد نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر زنا کرنے، شراب پینے یا خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کر دیا گیا اور اس نے دل میں برا جانتے ہوئے صرف جان بچانے کے لیے ان گناہوں کو کر لیا تو اس پر کوئی جرم و گناہ ثابت نہیں ہوگا۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ:-

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ  
رَاٰ مِنْ اَكْبَرِ هٗ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ  
جوا ایمان لا کرا اللہ کا منکر ہو۔ مورا اس کے  
جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما



ہوا ہو لیکن جو دل کھول کر کافر ہوا ان پر اللہ کا  
غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے۔  
(پ ۱۳۔ النحل ۱۰۶)

بِإِيْمَانٍ وَآيَاتٍ مِّنْ شَرَحٍ بِالْكَفْرِ  
صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ  
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

## (۱۷۰) قرآن کے خلاف کوئی قانون بنانا کفر ہے!

قانون ساز جماعت یعنی اسمبلی و پارلیمنٹ پر فرض ہے کہ ہرگز ہرگز کوئی قانون قرآن  
کے خلاف نہ بنائے نہ بننے دے۔ اور اگر جان بوجھ کر قصداً کوئی قانون قرآن کے خلاف بتلویا  
اور اس کو اچھا جان کر اس پر خوشی کا اظہار کیا تو جتنے لوگ قانون سازی میں شریک تھے  
سب کافر ہو گئے۔ ان کو تو بہ کر کے نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا اور اپنی بیویوں  
سے دوبارہ نکاح کرنا لازم ہو گیا۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَيَعْمَلُونَ  
بِشْرًا كَانُوا كَالَّذِينَ قَبْلِهِمْ  
وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ  
وَلِيُكْفِرَ بَيْنَ عَذَابٍ مُّهِينٍ  
(پ ۳۸۔ المجادلہ ۵)

بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور  
اس کے رسول کی وہ ذلیل کیے گئے جیسے کہ  
ان کے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک  
ہم نے روشن آیتیں اتار دی ہیں اور کافروں  
کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

آیت کے آخری جملہ **وَلِيُكْفِرَ بَيْنَ عَذَابٍ مُّهِينٍ** میں ان لوگوں کے کافر  
ہو جانے کا اعلان ہے۔

## (۱۷۱) کسی پر دوسرے کے عمل کی ذمہ داری نہیں

کسی کے جرم و گناہ کی سزا دوسرے کو نہ دنیا میں دی جاسکتی ہے نہ آخرت میں  
دی جائے گی۔ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ ایک کے عمل کی دوسرے پر کوئی  
ذمہ داری نہیں۔ قرآن مجید میں خداوند کریم کا اعلان ہے کہ:-  
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا



بوجھ نہ اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قریب کا رشتہ دار ہی ہو۔

وَاِنَّ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی جَمِيْعَهَا  
لَا يَجْمَعُلْ مِيْثُ شَيْءٍ وَّاَكُوْر كَاَنَّ  
ذَا قُرْبٰى لٰى طَه

(پ ۲۲ - فاطر ۱۸)

## (۱۴۲) والدین کی نیکی اولاد کے کام آتی ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ "مجمع البعیدین" کے سفر میں تھے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک گرتی ہوئی دیوار کو بغیر کسی اجرت کے سیدھی کر دی۔ اور دیوار گرنے سے بچ گئی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے بارے میں سوال کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ:-

رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم بڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو بچھیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے۔

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ  
يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهُ  
كَنْزٌ لَهُمَا وَ كَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا  
فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا شُدَّهُمَا  
وَيَسْخَرَا بِمَا كَانُوْهُمَا رَحْمَةً مِّنْ  
رَّبِّكَ ج -

(پ ۱۶ - الکہف ۸۲)

ان دونوں بڑکوں کے نام "امرا" اور "صریم" تھے اور ان کے باپ کا نام کا شیخ" اور ماں کا نام "دنیا"۔ کا شیخ ان دونوں بڑکوں کا باپ تھا اور بعض مفسرین نے بتایا ہے کہ یہ ساتویں پشت میں ان دونوں بڑکوں کا باپ تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ دسویں پیر میں ان دونوں بڑکوں کا باپ ہوتا تھا۔ بہر حال کا شیخ بہت ہی نیک اور پرہیزگار تھا۔ اس کی نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ان دونوں بڑکوں پر یہ رحمت ہوئی کہ حضرت خضر علیہ السلام کو بھیج کر گرتی ہوئی دیوار کو سیدھی کرادی۔ اور نہ اگر یہ دیوار گرتی ہوئی تو دونوں یتیموں کا خزانہ ضائع ہو جاتا۔ مگر خزانہ ضائع نہیں ہوا۔ بلکہ امرم و صریم دونوں بڑکوں نے جوان



ہو کر اپنے خزانہ کو نکالا اور کام میں لائے حضرت علامہ احمد بن محمد صاوی مفسر علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا کہ اس واقعہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ باپ داداؤں کی نیکیوں سے بیٹیوں، پوتوں کو نفع پہنچتا ہے۔ (تفسیر صادی ج ۳ ص ۲۲ مطبوعہ بمبئی)

اس سے مسلمانوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ وہ نیکی کریں گے تو ان کی نیکیوں سے انہیں بھی دنیا و آخرت میں نفع پہنچے گا۔ اور ان کی نسل میں ہونے والی سب اولاد اور متعلقین کو بھی نفع پہنچے گا۔ دنیا میں لوگ اپنی اولاد کے لیے مکان، دکان، جائیداد، خزانہ بڑے بڑے سامان کرتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں بھی کرتے رہیں تاکہ ان کو بھی اس کا فائدہ پہنچے اور ان کی اولاد کو بھی اس سے نفع پہنچتا رہے۔

## (۱۴۳) مومن کو غلطی سے قتل کرنا

کسی مومن کو قتل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے بلکہ ایک مومن کو قتل کرنا کعبہ معظمہ کو ڈھا دینے سے بھی بڑا گناہ ہے۔ لیکن اگر غلطی سے کسی مومن کو قتل کر دیا۔ مثلاً کسی آدمی کو کافر حربی سمجھ کر قتل کر دیا اور وہ مومن نکلا یا کسی کافر پر بندوق یا تیر چلایا مگر نشانہ خطا کر گیا اور کوئی مومن قتل ہو گیا۔ یا شکار پر بندوق چلائی اور کسی مومن کو گولی لگ گئی اور وہ مر گیا تو ان صورتوں میں یہ حکم ہے کہ قاتل توبہ کرے اور ایک مومن غلام کو بطور کفارہ آزاد کرے۔ اور مقتول کے وارثوں کو دیت یعنی ایک سو اونٹ یا ان کی قیمت کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا  
إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً  
فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَرِيَّةٌ  
مُسْلِمَةٌ إِلَى أَقْلِبِهِ إِلَّا أَنْ يَصَدَّقُوا

اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کرے تو اس پر ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے۔ اور خون بہا کہ مقتول کے وارثوں کو سپرد کیا جائے گا۔ مگر مقتول کے وارث لوگ اگر خون بہا معاف کر دیں تو خون بہا نہیں دینا پڑے گا



اس زمانے میں لونڈی غلام نہیں ملتے تو ان کی قیمت کے برابر رقم خیرات کر دینی

چاہیے

## (۱۷۴) ہمدان کسی مسلمان کا قاتل ملعون اور تہمینی ہے

جان بوجھ کر ہمدان کسی مسلمان کو قتل کرنا سخت گناہ اور بہت اشد گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے بلکہ یہ قتل اگر ایمان کی علامت سے ہو یا قاتل اس قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر بھی ہے۔

(خزائن العرفان ص ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا بَعَثْنَا فِي نَفْسِهِ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا رَاغِبًا  
اللَّهُ عَلَيْهِ رَاغِبًا وَأَعَدَّ لَهُ  
عَذَابًا عَظِيمًا

(پہ ۵ - النساء ۹۳)

دنیا میں اس قاتل کی سزا یہ ہے کہ قصاص کے طور پر خون کا بدلہ خون۔ مقتول کے وارث لوگ اس قاتل کو قتل کریں گے۔ اور اگر وارث لوگ چاہیں تو خون با ایک سوادنٹ یا اس کی قیمت لے کر اس کو چھوڑ دیں اور اگر مقتول کے وارث لوگ جان اور خون بہا دونوں معاف کر دیں۔ تو دنیا میں اگرچہ اس کی چھٹی ہو گئی مگر عذاب جہنم سے بچ نہیں سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کر دے۔ اور یہ اس کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔



## (۲۲) حلال و حرام جانوروں کا بیان

### (۱۷۵) گیارہ چیزیں حرام ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا۔ اور جو گرگہرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا۔ اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو۔ اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بندھا رہ کر بنا۔ یہ گناہ کا کام ہے۔

حَدِمْتُ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةَ وَالسَّامَةَ  
وَالْحَمَّ الْخَنْزِيرِ وَمَا أُهْلًا لِغَيْرِ  
اللَّهِ بِهِ وَالْمُتَخَنِقَةَ وَالْمَوْقُودَةَ  
وَالْمُتْرَوِيَّةَ وَالنَّطِيحَةَ وَمَا أَكَلَ  
السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَيْتُمْ فَذَرُوا ذَمَّهُمْ  
عَلَى النَّسَبِ وَإِنْ تَسْقَمُوا  
بِأَزْوَاجِهِمْ مِنْكُمْ فَذَكِّمُوا  
(پ ۶ - المائدہ ۳)

(پ ۶ - المائدہ ۳)

سورہ مائدہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گیارہ چیزوں کو حرام فرمایا جو یہ ہیں۔  
(۱) ہم مردار جانور (۲) بننے والا خون (۳) سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء (۴) وہ جانور جس کے ذبح کرتے تھے غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے کفار بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے (۵) گلا گھونٹ کا مارا ہوا (۶) وہ جانور جو لٹھی، پتھر، گولی، چھرے یعنی بے دھار والی چیز سے مارا گیا ہو (۷) وہ جانور جو گرگہرا ہو۔ اور وہ پہاڑ سے یا کنویں وغیرہ میں (۸) وہ جانور جس کو دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور وہ اس کے صدمہ سے مر گیا ہو (۹) وہ جانور جسے کسی درندے نے تھوڑا سا کھایا ہو اور بعد ایسے واقعات کے زندہ پکے ہوں۔ پھر تم انہیں باقاعدہ ذبح کر لو، تو وہ حلال ہیں (۱۰) وہ جانور جو کسی بت پرستی



کے تھان پر عبادت کے طور پر ذبح کیا گیا ہو۔ جیسے کہ زمانہ جاہلیت کے کفار بتوں کے تھان پر بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔ اور اس ذبح سے بتوں کی عبادت کی نیت کرتے تھے (۱۱) حصہ یا حکم معلوم کرنے کے لیے پانسہ ڈالنا جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے کفار تیروں سے پانسہ ڈالتے اور فال کھول کر اس پر عمل کرتے اور اس حکم کو حکم الہی جانتے تھے۔ اس کی ممانعت فرمادی گئی۔

## (۱۷۶) آٹھ قسم کے جانور حلال ہیں

خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا کہ:-

وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَسَاتٌ  
كُلُوا مِنْهَا رِزْقًا مِّنَ اللَّهِ وَلَا تَتَّبِعُوا  
خُلُوفَ الشَّيْطَانِ طَائِفَةٌ لَّكُمْ عَدُوٌّ  
مُّبِينٌ ه تَمْنِيَةٌ أَرْوَاجٌ

پ ۸- الانعام ۱۴۲-۱۴۳

اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے  
اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے ہیں۔ کچھ بڑے کچھ  
چھوٹے ہیں (کھاڈاس میں سے جو اللہ  
نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے قدموں  
پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا مرتد دشمن ہے  
آٹھ نرو مادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام کی اس آیت میں آٹھ نرو مادہ جانوروں کو حلال فرمایا ہے  
جو یہ ہیں۔ (۱) بھیڑ نر (۲) بھیڑ مادہ (۳) بکری نر (۴) بکری مادہ (۵) اونٹ نر (۶) اونٹ مادہ  
(۷) گائے نر (۸) گائے مادہ۔

بہن بکری کے حکم میں داخل ہے اور جینس نرو مادہ۔ اور نیل گائے نرو مادہ گائے  
کے حکم میں داخل ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے سب چوپائے مثلاً گدھا ہاتھی وغیرہ  
سب حرام ہیں۔ کچھ کی حرمت تو صرف قرآن سے ثابت ہے۔ مثلاً خنزیر اور کچھ کی حرمت  
قرآن کے اشارات اور حدیثوں کی تفسیر حاکم سے ثابت ہے



## (۱۶۷) جس ذبیحہ پر خدا کا نام نہ لیا جائے وہ حرام ہے

جس جانور کو ذبح کرتے وقت قصداً "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھنا چھوڑ دیا گیا ہو وہ جانور حرام اور مردار کے حکم میں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-  
 وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذَكِّرْ اَسْمُهُ  
 اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ  
 اور وہ بے شک حکم عدولی ہے۔

رپ ۸- الانعام آیت ۱۲۱

لیکن اگر مسلمان نے جانور ذبح کیا۔ اور جان بوجھ کر "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھنا نہیں چھوڑا بلکہ بھول سے اس کو پڑھنا چھوڑ دیا تو یہ جانور حلال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر مسلمان کے دل میں رہتا ہی ہے۔ اور مسلمان اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر ذبح کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امت سے بھول چوک کو معاف فرمادیا ہے۔

مسئلہ:- کافر و مرتد مثلاً ہندو، سکھ، پارسی، قادیانی، رافضی وغیرہ مرتد فرقوں کے ہاتھ کا ذبیحہ اگرچہ یہ لوگ "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھ کر جانوروں کو ذبح کریں پھر بھی ان لوگوں کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ (عامہ کتب فقہ)

## (۱۶۸) جس ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے

اگر جانور کو ذبح کرتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ" کی جگہ کسی بت یا کسی آدمی یا مخلوق کا نام لیا۔ تو وہ جانور حرام ہو گیا۔ قرآن مجید میں بار بار آیا ہے کہ:-  
 وَمَا اٰهْلًا لِّغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ  
 ذبح میں غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ (النحل آیت ۱۱۵)

معلوم ہوا کہ ذبح کے وقت جس جانور پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ وہ جانور حرام ہو گیا۔ لیکن ذبح سے پہلے اگر کسی جانور پر اللہ کے غیر کا نام پکارا جاتا رہا۔ یا ذبح کے بعد کسی جانور پر خدا کے سوا کسی دوسرے شخص کا نام لیا گیا۔ تو اس سے وہ جانور حرام نہیں



ہو جائے گا مثلاً ذبح سے پہلے یہ کہا جاتا رہا کہ یہ عبد اللہ کی گائے ہے۔ یہ غوث پاک کا بکرا ہے۔ یہ حضرت مدار صاحب کا مرغ ہے۔ لیکن ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ ہی پڑھا گیا۔ نہ عبد اللہ کا نام لیا گیا۔ نہ غوث پاک کا تو یقیناً یہ جانور حلال رہے گا۔ اسی طرح ذبح کرنے کے بعد کہا گیا کہ یہ عبد اللہ کی گائے ہے۔ یہ غوث پاک کا بکرا ہے۔ یہ مدار صاحب کا مرغ ہے۔ تو اس سے وہ جانور حرام نہیں ہو جائے گا۔ خوب سمجھ لو کہ عین ذبح کے وقت جب ”بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ“ کی جگہ اگر غیر خدا کا نام لے کر ذبح کریں تو جانور حرام ہو جائے گا۔ لیکن ذبح سے پہلے اور ذبح کے بعد اگر جانور پر غیر خدا کا نام بولیں تو اس سے وہ جانور حرام نہیں ہو سکتا۔ ”وَمَا اُھْدَ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِہٖ کَالِیْہَا اور صرف یہی مطلب ہے۔ اس آیت کے ترجمہ اور مطلب میں وہابیوں نے ہمالیہ پارٹ سے بھی زیادہ بڑی غلطی کی ہے کہ کچھ لوگوں نے ”مَا اُھْدَ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِہٖ“ کا ترجمہ کیا ہے کہ ”جو جانور غیر اللہ کے نام پر نامزد کر دیا“ اور کچھ لوگوں نے یہ ترجمہ کر دیا کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام بولا گیا۔ ظاہر ہے کہ دونوں ترجمے بالکل غلط اور تفسیروں کے خلاف ہیں۔

پھر اس کی تفسیر میں بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ جس بکرے کو غوث پاک کا بکرا کہہ دیا گیا وہ بکرا حرام ہو گیا۔ اور جس مرغ کو مدار صاحب کا مرغ کہہ دیا گیا وہ مرغ حرام ہو گیا۔ کیونکہ یہ بکرا اور یہ مرغ خدا کے غیر کے نام سے نامزد ہو گیا۔ اور اس بکرے اور اس مرغ پر خدا کے غیر کا نام بولا گیا ہے۔

سبحان اللہ اس جہالت کی بھی کوئی انتہا ہے؟ کوئی ان لوگوں سے پوچھے کہ بتاؤ کون سا جانور ہے کہ جس پر غیر اللہ کا نام نہیں بولا جاتا؟ بلکہ اس پر صرف اللہ ہی کا نام بولا جاتا ہے۔ بتاؤ دنیا میں وہ کون سا بکرا ہے جس کو اللہ کا بکرا کہتے ہیں؟ اور وہ کون سا مرغ ہے جس کو لوگ اللہ کا مرغ کہتے ہیں؟ دنیا میں ہر بکرا تو عبد اللہ کا بکرا۔ یا غلام محمد کا بکرا یا ولیمہ کا بکرا۔ یا عقیقہ کا بکرا۔ یا قربانی کا بکرا کہلاتا ہے سب پر تو غیر اللہ ہی کا نام بولا جاتا ہے۔ کوئی بکرا تو اللہ کا بکرا کہلاتا ہی نہیں تو پھر دنیا میں کوئی بکرا حلال ہی نہیں رہا۔ کیونکہ ہر بکرا غیر اللہ کے نام سے نامزد ہو گیا اور ہر بکرے پر غیر اللہ کا



نام بولا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی جانور اس پر غیر اللہ کا نام بول دینے سے حرام ہو جائے تو بھر دنیا میں کوئی جانور حلال ہی نہیں رہے گا۔ کیونکہ ہر جانور پر غیر اللہ کا نام بولا جاتا ہے۔ اس لیے خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ "مَا أُهِلَّ إِلَّا بِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ" کا صحیح ترجمہ اور صحیح تفسیر وہی ہے جو ہم نے تحریر کیا ہے کہ ذبح کے وقت جس جانور پر اللہ کے غیر کا نام لے کر ذبح کیا گیا وہ جانور حرام ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی جانور کو ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی جگہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ دیا تو یقیناً یہ جانور حرام ہو جائے گا۔ کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ باقی ذبح کے وقت سے پہلے اگر لاکھ مرتبہ کسی جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے مگر ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ہی پڑھ کر اس کو ذبح کیا گیا تو وہ حلال ہی رہے گا۔ اسی طرح ذبح ہونے کے بعد اگر لاکھ مرتبہ اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے جب بھی وہ جانور حلال ہی رہے گا۔

بس جانور کے حرام ہونے کی ایک صورت ہے کہ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو یقیناً وہ حرام ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مَا أُهِلَّ إِلَّا بِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ سے جانور کو حرام فرمادیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## (۱۷۹) بتوں کے نام پر چھوڑا ہوا جانور حرام نہیں

جو جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ جیسے زمانہ جاہلیت کے کفار اپنے بتوں کے نام پر جانوروں کو آزاد چھوڑ دیا کرتے تھے۔ نہ ان کا دودھ پیتے نہ گوشت کھاتے نہ ان پر بوجھ لادتے۔ اور ان جانوروں کو بحیرہ۔ سائبہ۔ وصدہ۔ عام کہتے تھے اور جیسے ہندوستان وغیرہ میں سانڈ اور بھینسے اور بکرے بتوں کے نام پر چھوڑ دیے جاتے ہیں ان جانوروں کے بارے میں قرآن مجید کا حکم ہے کہ یہ جانور حرام نہیں ہو جاتے۔ بلکہ اگر ان جانوروں کو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ذبح کر دیا جائے تو ان کا گوشت حلال ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ ۚ وَاللَّهُ يَسْمَعُ سَوَائِرَ مَا يَنْهَىٰ عَنْهَا ۚ



وَلَا وَصِيْلَةٌ وَلَا حَامٍ لِّذٰلِكَ الَّذِيْنَ  
 كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ الْكٰذِبَ  
 وَكَثْرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝  
 نہ وصیلہ نہ عام۔ لیکن کفار اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے  
 ہیں اور ان میں اکثر لوگ نہ بے عقل ہیں۔  
 (پ۔ المائدہ ۱۰۳)

مطلب یہ ہے کہ جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دینا اور ان کے دودھ اور گوشت  
 کو نہ کھانا۔ یہ اللہ کے حکم سے نہیں ہے بلکہ کفار خدا پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں کہ اللہ نے  
 ان جانوروں کا دودھ اور گوشت حرام کیا ہے۔ اس لیے تم لوگ ان جانوروں کے  
 دودھ اور گوشت کو حرام نہ کہو بلکہ حلال جان کر کھاؤ۔ غور کیجیے کہ بتوں کے نام پر چھوڑ  
 ہوئے جانور جن پر برسوں بتوں کا نام یا جاتا رہا۔ جب ان جانوروں کو بسم اللہ اکبر  
 پڑھ کر ذبح کر دیا جائے تو حلال ہی رہتے ہیں تو جن جانوروں کو غوث پاک کا بکرا یا مدار  
 صاحب کا مرغنا کہہ دیا گیا لیکن ان پر ذبح کرتے وقت بسم اللہ اکبر ہی پڑھا گیا تو یہ  
 جلا کیونکر حرام ہو جائیں گے

### (۴۳) قربانی کا بیان

قربانی بہترین عبادت اور حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور سید الانبیاء و حضرت  
 ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب  
 صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ارشاد فرمایا کہ  
 اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْتِرَ ۙ فَصَدِّ  
 لِرَبِّكَ فَانْحَرِ ۙ اِنَّ شَانِكَ  
 لَعُوَالٍ بٰتِرَہ  
 اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار  
 خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز  
 پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک جو تمہارا دشمن  
 ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔  
 (پ۔ ۳۰۔ اکثر ۳)

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور آپ کی امت کو نماز اور  
 قربانی کا حکم فرمایا ہے۔



## (۱۸۰) قربانی ہر نبی کی شریعت میں رہی ہے

قربانی کا حکم ہر نبی کی شریعت میں رہا ہے۔ قرآن مجید میں فرمان خداوندی ہے کہ:-  
 وَكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا تَيَّدُكُمْ  
 اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَدَقْتَهُمْ  
 مِنْ كَيْمَمَةٍ الْوَعَاظِ ط  
 اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی مقرر کی تاکہ  
 وہ اللہ کا نام ذکر کریں اس کے دیے ہوئے  
 بے زبان چوپایوں پر۔

(پ ۱۷-۱۸ الحج آیت ۳۲)

## (۱۸۱) قربانی کے گوشت کو تین حصہ کریں

مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کو تین حصے کریں۔ ایک حصہ خود کھائیں ایک  
 حصہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دیں۔ ایک حصہ فقیروں کو دے دیں۔ قرآن شریف  
 میں ہے کہ:-

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَّافًا  
 فَذَٰ ذَٰوَجِبْتُمْ جُنُوبَهَا فَكُلُوا مِنْهَا  
 فَاطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَفَ  
 پھر تم قربانیوں پر انہیں کھڑے کر کے اللہ کا  
 نام لو۔ پھر جب ان کی گردنیں گر جائیں تو ان  
 میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے  
 اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔  
 (پ ۱۷-۱۸ الحج ۳۶)

## (۱۸۲) اونٹ اور گائے کی قربانی شعائر اللہ میں سے ہے

قربانی بھیڑ، بکری، دنبہ، اونٹ، گائے، بھینس سب کی ہو سکتی ہے۔ اور ہر ایک  
 کی قربانی میں ثواب ہے لیکن اللہ نے خاص طور پر اونٹ اور گائے کی قربانی کو "شعائر  
 اللہ" یعنی خدا کے دین کا خاص نشان بتایا ہے۔ چنانچہ رب کریم کا ارشاد ہے کہ:-  
 وَابْدِنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ  
 شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ق  
 اور قربانی کے بڑے جانور (اونٹ اور گائے)  
 ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے



(پ ۱۷۱ الحج آیت ۳۶)

بنائے ہیں تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ۔

وَمَنْ يَعْظِمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا  
مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ  
اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں  
کی پرہیزگاری ہے۔

(پ ۱۷۱ الحج آیت ۳۲)

لہذا اونٹ اور گائے کی قربانی کو بڑے اہتمام اور نہایت ہی اعزاز و احترام کے ساتھ  
کرنا چاہیے تاکہ یہ تمہارے دلوں کی پرہیزگاری کی علامت اور نشانی بنے۔ قربانی کے جانور  
کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ قربانی کا جانور خوب فرہہ نہایت قیمتی اور خوبصورت  
ہونا چاہیے اور انتہائی اخلاص اور خوش دلی کے ساتھ قربانی کرنی چاہیے۔ حدیث  
شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔

ذوالحجہ کی دسویں۔ گیارہویں۔ بارہویں تاریخوں میں ابن آدم کا کوئی کلم اللہ  
کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور قربانی کا جانور قیامت  
کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھردوں کے ساتھ اکٹھے گا اور قربانی کا  
خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی خدا کے پاس مقام مقبولیت میں پہنچ  
جاتا ہے۔ لہذا تم لوگ خوش دلی کے ساتھ قربانیاں کرو۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۳۸ بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)

## (۱۸۳) قربانی صرف اللہ کے لیے ہے

قربانی صرف اللہ کی عبادت اور اس کی خوشنودی کی نیت سے کرنی چاہیے۔ اگر  
اللہ کے سوا دوسرے کسی کی عبادت یا تعظیم کے لیے قربانی کی تو یہ شرک اور گناہ ہے  
اسی طرح اگر صرف گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کی، اور خدا کی عبادت اور اس کی  
رضا پیش نظر نہ رہی تو یہ قربانی بالکل ہی ضائع اور رائیگاں ہوگئی اور اس پر کوئی ثواب  
نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:-



قَدْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحَبَّتِيْ  
وَمَعَارِفِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ه  
رپ ۸۔ الانعام آیت ۱۶۲

اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ میری نماز اور میری  
قربانیاں اور میرا جینا اور میرا سب اللہ  
ہی کے لیے ہے جو سارے جہاں کا پالتے  
والا ہے۔

یہ صرف قربانی ہی کی خصوصیت نہیں ہے کہ وہ صرف خدا کی عبادت اور اس کی  
رضا کے لیے کی جائے بلکہ ہر عبادت نماز ہو یا روزہ، زکوٰۃ ہو یا حج۔ غرض ہر عبادت  
کی جان اور روح یہی ہے کہ وہ خالص عبادت اور رضائے الہی کی نیت سے ہو۔ اگر  
دکھاوے یا اپنی شہرت و ناموسی کے لیے کوئی بھی عبادت کی جائے تو وہ ہرگز مقبول  
نہیں ہوگی اور نہ اس پر کوئی ثواب ملے گا۔ بلکہ وہ عبادت گناہ اور قابل عذاب ہوگی  
اسی لیے عبادتوں بلکہ مسلمان کے ہر عمل میں نیت کی بڑی اہمیت ہے۔ یعنی جس قدر  
نیت میں اخلاص اور لہیت زیادہ سے زیادہ ہوگی اسی قدر عبادت اور عمل کا درجہ بلند  
سے بلند تر ہوتا جائے گا اور جس قدر نیت میں اخلاص و لہیت کی کمی ہوتی جائے گی  
اسی قدر عبادت اور عمل کا درجہ کم سے کم تر ہوتا جائے گا۔

## (۴۲) مسائل متفرقہ

(۱۸۴) عورت و مرد دونوں کے لیے زینت حلال ہے

اچھے اچھے کپڑے پن کر بالوں میں تیل کنگھی کر کے، اپنے بدن کو آراستہ کرنا اور  
اپنے جسم کو زینت دینا عورت و مرد دونوں کے لیے حلال ہے۔ اسی طرح اپنے مکان  
اور اپنی دوکان کو لیمپ پوت کر یہ رنگ و روغن کر کے زینت دینا یا بہترین فرنیچر اور دیدہ زیب  
سامانوں سے مکان دوکان کو سجا کر مزین کرنا اسی طرح میلاد شریف اور دینی جلسوں کو  
جھنڈیوں اور پھولوں پتیوں اور رنگ برنگ کے تمغوں سے آراستہ کرنا مسجدوں، مدرسوں



اور مکانوں کی بہترین ڈیزائنوں اور حسین طرز تعمیر سے بنا کر ان میں زینت پیدا کرنا، شریعت نے ان باتوں کو کہیں منع نہیں کیا ہے، لہذا یہ سبذینتیں اور آرائشیں جائز و درست ہیں قرآن مجید میں خداوند عالم جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ:-

أَخَذَ جَرِّ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ط قُلْ هِيَ تَلَذِّبُنَّ أَمْسُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ .

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق؟ تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لیے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انہیں کے لیے ہے۔ ہم یوں ہی معصلماتیں بیان کرتے ہیں علم والوں کے لیے۔

(پ ۸- الاعراف- ۳۲)

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ:-

لِيُنَبِّئَ آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ .

اے آدم کی اولاد! اپنی زینت لے لو جب مسجد میں جاؤ۔

(پ ۸- الاعراف- ۳۱)

مطلب یہ ہے کہ مسجد میں جاتے وقت بہترین لباس و پوشاک پہن کر جایا کرو جس سے تمہارے بدن پر زینت پیدا ہو جائے۔

الحاصل اللہ تعالیٰ نے زینتوں اور آرائشوں کو ہرگز کہیں منع نہیں فرمایا۔ بلکہ جا بجا

قرآن و حدیث میں زینت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہذا بعض خشک منخرن مٹلایا بے علم پیر جو اپنا نقشب اور اپنی سادگی کا پروپگنڈہ کرنے کے لیے ان آرائشوں پر مسلمانوں کو

ڈانٹتے اور ملامت کرتے رہتے ہیں۔ وہ سراسر غلطی پر ہیں، ان لوگوں سے یہی پوچھنا

چاہیے کہ بتاؤ کہ کون سی آیت اور کون سی حدیث میں ان زینتوں اور آرائشوں کی ممانعت

آئی ہے؟ اور جب اللہ و رسول نے منع نہیں کیا تو دوسرے کو منع کرنے اور اللہ و

رسول کے حلال کو حرام ٹھہرانے کا کیا حق ہے؟ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے



یہ ارشاد فرمایا کہ:-

اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تمہاری  
طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی  
چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش

يٰۤاٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ  
لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْآتِكَ وَرِيْشًا  
(پ ۸- الاعراف آیت ۲۶)

ہو۔

حضرت علامہ صاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ:-

”زینت کے لیے لباس پننا مذموم نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ زینت جائز ہو۔  
اور زینت کے لباس سے تکبر اور گھنڈ کا اظہار نہ ہو اور زینت کا لباس چھوڑ  
کر کھڑے اور بیت ہی کم قیمت کپڑے پننا بھی مذموم نہیں ہے۔  
بشرطیکہ اغراضِ فاسدہ مثلاً دعویٰ ولایت یا مفلسی کا اظہار تا کہ زیادہ بھیک  
ملنے سے خالی ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ زینت کا لباس پننے اور کم قیمت  
اور معمولی لباس پننے کا دار و مدار قصد و نیت پر ہے۔“

(صاوی علی الجلالین ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ ممبئی)

## (۱۸۵) ہر جائز پکوان کھانا حلال ہے

ہر جائز کھانا خواہ کتنا ہی قیمتی اور لذیذ ہو اس کا کھانا حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

مومنین کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی سھری  
چیزیں۔ اور اللہ کا احسان مانو۔ اگر تم اسی  
کی عبادت کرتے ہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِمَّا  
كَلَمَتْ مَا رَزَقْتُمْ وَاَشْكُرُوْا لِلّٰهِ  
اِنَّ كُنْتُمْ رِۭىۡاۤءَ تَعْبُدُوْنَ

(پ ۲- البقرہ آیت ۱۷۲)

دوسری آیت میں یوں فرمایا کہ:-

كُلُوْا وَاَشْكُرُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ  
عَلَيْكُمْ اِنَّكُمْ لَشٰكِرُوْنَ

کھاؤ اور پورا حمد سے نہ بڑھو۔ بیشک



اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ه قُلْ مَدَّ  
 حَمْرٍ زِيْنَةً لِلّٰهِ الَّذِيْ اٰخَرَ ج  
 لِعِبَادِهِۦ وَ تَطِيْبَتٍ مِّنَ الرِّزْقِ  
 حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا  
 تم فرماؤ کس نے حرام کی وہ زینت جو اس نے  
 اپنے بندوں کے لیے نکالی اور ستم رزق؟

پ ۸ - الاعراف آیت ۳۲

مذکورہ بالا دونوں آیتوں کا حاصل مطلب یہی ہے کہ ہر جائز غذاؤں اور پکوانوں کو  
 کھانا حلال ہے۔ ہاں دوسری آیت میں یہ فرمایا گیا کہ کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو تو اسی  
 اسراف کی اڑے کر اکثر معترضین اراشوں اور پکوانوں پر اعتراض کرتے رہتے ہیں اور  
 ان زینتوں اور اراشوں اور عمدہ عمدہ اور نفیس کھانوں کو ”اسراف“ کہہ کر حرام و ناجائز  
 بتاتے ہیں۔ اسی لیے یہ اسراف کے معنی ہیں؟ اور مفسرین نے اس آیت کی کیا تفسیر  
 کی ہے؟ اس کو سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔

اسراف کیا ہے؟ مشہور کتاب ”التعریفات“ میں لفظ ”اسراف“ کی یہ تعریف کی ہے کہ  
 اِنْفَاقُ الْمَالِ الْكَثِيْرِ فِي الْغَرَفِ  
 الْخَبِيْثِ -  
 حضرت علامہ سید شریف علی بن محمد جانی علیہ الرحمۃ نے اپنی  
 دینا (التعریفات ص ۱۸ مصری)

حضرت علامہ شریف علیہ الرحمۃ اور بھی کچھ اقوال نقل کئے ہیں۔ مگر خود اسراف  
 کی تعریف کی ہے وہ ہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

اب آپ غور کیجئے کہ عمدہ لباس اور نفیس غذا اگر کوئی مسلمان اس اعلیٰ مقصد  
 کی نیت سے استعمال کرے کہ عمدہ لباس سے ہر جگہ مسلمان لوگوں خصوصاً کافروں کی  
 نظروں میں بارعب و محرز نظر آئے گا۔ اور نفیس غذا اس اعلیٰ مقصد کی نیت سے  
 کھائے کہ طاقتور ہو کر حقوق اللہ و حقوق العباد بہترین طریقے سے ادا کرے۔

تو آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ اس میں ”اسراف“ کہاں پایا گیا؟ اگر مقصد حبیس اور  
 گھٹیا ہوتا۔ اور مال زیادہ خرچ ہوتا۔ تو اس وقت اسراف ہوتا مگر جب مقصد اعلیٰ اور  
 بلند مرتبہ ہے اور اس مقصد میں کتنا بھی زیادہ مال خرچ ہو جائے اسراف نہیں ہوگا



اس لیے ”اسراف“ کا فتویٰ لگانے والوں پر واجب ہے کہ وہ پہلے عمدہ لباس اور نفیس کھانا استعمال کرنے والوں سے یہ دریافت کر لیں کہ تمہارا مقصد اور تمہاری نیت کیا ہے؟ اس کے بعد ”اسراف“ کا فتویٰ صادر کریں۔ ورنہ یاد رکھیے کہ بلاوجہ کسی مسلمان پر کسی گناہ کا الزام تھوپ دینا، یہ خود ہی بہت بڑا گناہ ہے۔

اب مفسرین کرام کی تفسیروں پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے کہ ان بزرگوں نے ”لَا يُجِبُ الْمُسْرِفِينَ“ کی کیا تفسیر فرمائی ہے؟ تو علامہ ابن احمد بن محمد صاوی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں یہ فرمایا کہ:-

”اسراف“ یہ ہے کہ تم کسی حلال کو حرام ٹھہراؤ۔ جیسے کہ کچھ لوگ گوشت اور چکنائی کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ یا تم کسی حرام کو حلال ٹھہراؤ۔ یا کھانے پینے میں ”اسراف“ یہ ہے کہ تم اتنا زیادہ کھا لو کہ وہ مضر ہو جائے۔

(صاوی علی الجلائین ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ بمبئی)

بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ عمدہ لباس اور نفیس کھانا اگرچہ کتنا ہی قیمتی ہو مسلمان کے لیے جائز اور حلال ہے۔ بشرطیکہ وہ حرام نہ ہو۔ اور اگر اچھی نیت سے عمدہ لباس اور نفیس کھانا استعمال کرے تو اس کو اس کی نیت کے موافق ثواب ملے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ:-

إِنَّمَا أَرْذَعُمَا لِبِائِبَاتٍ“ یعنی اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیتوں پر ہے

رہا اتنا زیادہ کھا لینا کہ مضر ہو جائے تو اس میں نفیس غذا کی کیا خصوصیت ہے اگر کوئی گھٹیا کھانا مثلاً باجر می کا سٹو بھی اتنا زیادہ کھالے کہ دست آنے لگے تو یہ بھی اسراف اور گناہ ہو جائے گا۔

(۱۸۶) ہر قسم کے زیورات عورتوں کے لیے جائز ہیں

سونا۔ چاندی۔ موتی و مرجان اور ہر قسم کے جواہرات سے بنائے ہوئے زیورات عورتوں کے لیے جائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ:-



کیا وہ (عورت) جو زیوروں میں پروان چڑھے  
اور بحث میں صاف بات نہ کرے۔  
اَوْ مَنْ يَنْتَوِي الْجَلِيَّةَ وَهُوَ  
فِي الْخِصَابِ وَصَيْرُ مَبِينٍ ۝

(پ ۲۵۔ انزخرف آیت ۱۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو زیورات میں پرورش پانے والی مخلوق فرمایا  
اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورتوں کو زیورات اور گہنے پہننا جائز ہے اور  
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کی یہ خصوصیت بیان فرمائی کہ وہ بحث و مناظرہ میں صاف  
بات نہیں کر سکتی ہیں۔ چنانچہ حضرت قتادہ تابعی نے جو بہت ہی جلیل القدر محدث ہیں فرمایا  
کہ عورتیں اپنے ضعفِ حال اور عقل کی کمی کی وجہ سے جب گفتگو کرتی ہیں اور اپنی تائید  
میں کوئی دلیل پیش کرنا چاہتی ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے خلاف دلیل پیش کر  
دیتی ہیں۔ (خزانة العرفان ص ۳)

دوسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ ۱۔

اور دونوں سمندر ایک جیسے نہیں ہیں یہ میٹھا  
ہے۔ خوب میٹھا اس کا پانی خوشگوار ہے  
اور یہ کھاری ہے تلخ اور ہر ایک میں سے  
تم کھاتے ہو تازہ گوشت (پھیلیاں) اور  
نکلے ہوئے ہونے کا ایک گہند  
وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ  
مُرْتٌّ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا  
مِلْحٌ أُجَاجٌ وَ مِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ  
لَحْمًا طَرِيًّا وَ تَسْمُرُ حِينَ حَلِيَّةٍ  
تَلْبَسُونَهَا ۝ ۲۲۔ فاطر ۱۲

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سمندروں سے نکلے والے موتی۔ مونگا اور مرجان

کو بطور زیور کے پہننا جائز ہے۔

مسئلہ ۱۔ عورت کو سونا چاندی۔ موتی اور جواہرات کے سب زیور پہننا جائز  
ہیں۔ باقی ان کے سوالوں کا بہتیل۔ تانا و غیرہ دھاتوں کے زیور عورتوں کے لیے بھی جائز  
نہیں ہیں۔ حدیثوں سے ان کی ممانعت ثابت ہے اور مردوں کے لیے صرف سائے  
چار ماٹھ سے کم وزن کی ایک نگ والی انگوٹھی چاندی کی پہننا جائز ہے۔ اس کے علاوہ  
کسی دھات کا کوئی زیور بھی مردوں کے لیے حلال نہیں۔ (کتب فقہ)



## (۱۸۷) نوٹ بک اور بی کھاتہ

تاجروں کو اپنے تجارتی لین دین اور باقی بقایا کو لکھ لینے کے لیے نوٹ بک اور کھاتہ ہی رکھنا مستحب ہے۔ اسی طرح قرض اور لین دین وغیرہ کی دستاویزوں تمسکات اور سرخطوں کو لکھنا اور رکھنا مستحب ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ معمول چوک اور دیون کے انکار کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس طرح ہدایت فرمائی ہے کہ۔

اے ایمان والو! جب تم ایک مقررہ مدت تک کسی ادھار کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ

(پ ۳۔ البقرہ آیت ۲۸۲)

## (۱۸۸) لے پالک لڑکا حقیقتہً بیٹا نہیں ہے

جن لوگوں کو لوگ بیٹا بنا کر پال لیا کرتے ہیں جن کو عربی میں ”متبنی“ اور اردو میں ”لے پالک بیٹا“ منہ بولا بیٹا کہتے ہیں۔ یہ صحیح حقیقی بیٹا نہیں ہو جاتا اور اس کو بیٹے کی میراث نہیں ملے گی۔ اور یہ اپنے حقیقی باپ ہی کا بیٹا ہے گا اور اسی کا بیٹا کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے متعلق یہ ہدایت نامہ ارشاد فرمایا ہے کہ۔

اور اللہ نے تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا ہے۔ یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے انہیں ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ادْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ج

رپ ۳۱۔ الاحزاب آیت ۴-۵

انصاف کی بات ہے۔



اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

(۱) ”لے پاک“ بیجا جب حقیقی بیٹا نہیں ہے تو اس کو بیٹا بنانے والے کی میراث نہیں ملے گی (۲) ”لے پاک“ اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو عدت کے بعد لے پاک بنانے والا اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور حقیقی بیٹے نے اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو باپ اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا لے پاک کو اس کے حقیقی باپ ہی کا بیٹا کہہ کر پکلا جائے گا۔ اس کو لے پاک بنانے والے کا بیٹا کہہ کر پکارنا جائز نہیں ہے۔

## (۱۸۹) یتیموں کا مال آگ ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو  
اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور وہ  
عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

إِنَّ السَّادِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ  
الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ  
نَارًا ط وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا هـ

(پ ۴۔ النساء آیت ۱۰)

یتیموں کے مال کو آگ اس لیے فرمایا گیا کہ یتیموں کے مال کھانے والوں کو جہنم میں  
آگ کا عذاب دیا جائے گا تو یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے۔  
حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن یتیموں کا مال ناحق کھانے والے  
میدان محشر میں اس طرح لٹے جائیں گے کہ ان کی قبروں سے اور ان کا منہ سے اور ان کے  
کانوں سے دھواں نکلتا ہو گا جن کو دیکھ کر تمام میدان محشر والے پہچان لیں گے کہ  
یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔ اس طرح خلافت میں اس کی رسوائی ہوگی۔

(خزائن العرفان ص ۹)

اس آیت میں یتیم کے اس مال کو آگ کہا گیا ہے جو ناحق کھایا جائے کیونکہ اگر  
کوئی آدمی یتیم کی پرورش کرتا ہو اور اس کے مال کی دیکھ بھال اور نگرانی کرتا ہو اور وہ آدمی  
غریب ہو تو وہ بقدر ضرورت یتیم کا مال کھا سکتا ہے تو وہ یتیم کا مال اس کے حق میں آگ



نہیں ہے، کیونکہ وہ ناحق نہیں کھا رہا ہے بلکہ حق کے طور پر کھا رہا ہے۔

## (۱۹۰) یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ حلال ہے

یہود و نصاریٰ بشرطیکہ اہل کتاب ہوں یعنی توریت و انجیل پر ایمان رکھتے ہوں، تو ان لوگوں کا ذبیحہ حلال ہے۔ اور جو توریت و انجیل کے منکر ہو کر بے دین ہو چکے ہوں ان کے ہاتھوں کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:-

وَطَعَامُ الْبَیِّنَاتِ اَوْ تَوْمِ الْکِتَابِ  
حِلٌّ لَّكُمْ مِثْلُ مَا کَانَ حِلًّا لِّهٖمْ  
اور کتابوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے  
اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔  
(پ ۶- المائدہ آیت ۵)

مسلمان اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) انہیں دونوں کا ذبیحہ حلال ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا بچہ۔ ان دونوں کے علاوہ کسی کافر یا مشرک یا مرتد یا بے دین کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور مسلمان اور اہل کتاب کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ ذبح کے وقت اللہ کے سوا اور کسی کا نام نہ لے۔ ورنہ ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

نوٹ:- ہمارے زمانے میں اکثر یہود و نصاریٰ توریت و انجیل کے منکر ہو کر بے دین ہو چکے ہیں اس لیے تحقیق کر لینی چاہیے کہ ذبح کرنے والا یہودی اور نصرانی توریت و انجیل کا ماننے والا ہے یا نہیں، اگر ماننے والا ہے تو اس کا ذبیحہ مسلمان کھا سکتے ہیں اور اگر وہ توریت و انجیل کا منکر ہو تو اس کا ذبیحہ مراد ہے اور مسلمان اس کو بہ گزرنہ کھائیں۔

## (۱۹۱) قصاص (خون کا بدلہ)

جو کسی کو ناحق قتل کرے گا۔ تو مقتولوں کے وارثوں کو حق ہے کہ مقتول کے بارے میں قاتل کو قتل کریں گے اور جو قتل کرے گا وہی قتل کیا جائے گا۔ خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت۔ قصاص کا قانون بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ قصاص



میں تمہارے لیے زندگی ہے۔ ظاہر ہے کہ قاتل کو جب یہ معلوم رہے گا کہ اگر میں قتل کروں گا اور دونوں کی زندگی بچ جائے گی اور اگر قصاص کا قانون نہ ہوتا تو دونوں کی جان چلی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ  
الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ط الْحُرِّ بِالْحُرِّ  
وَالْعَبْدِ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ  
رپ ۲-۱ البقرہ آیت ۱۷۸

اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جو  
ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو۔  
آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے  
غلام۔ اور عورت کے بدلے عورت۔

دوسری آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ:-

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ نِيهَا أَنْ يَنْفُسَ  
بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ  
بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ  
بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصًا ط  
رپ ۶-۱ المائدہ آیت ۴۵

اور ہم نے تورات میں ان پر فرض کیا کہ جان  
کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ  
اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے  
کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں  
میں بدلہ ہے۔

اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہے کہ تورت میں یہود پر قصاص کے یہ احکام تھے  
لیکن چونکہ ہمیں ان کے نرک کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لیے ہم مسلمانوں پر بھی یہ احکام لازم رہیں  
گے۔ کیونکہ اگلی شریعتوں کے جو احکام اللہ و رسول پر بھی لازم ہم مسلمانوں تک پہنچیں  
اور منسوخ نہ ہوئے ہیں۔ وہ احکام ہم مسلمانوں پر بھی لازم ہوا کرتے ہیں۔

مسئلہ:- شرعی سنراؤں اور قصاص دلانے کا اختیار سلطان اسلام کو یا اس  
کے نائب اور اس کے مقرر کیے ہوئے قاضیوں کو ہے۔ عام پبلک کو یہ اختیار نہیں  
ہے کہ زانی کو کوڑا لگائے یا چور کا ہاتھ کاٹ ڈالے یا قاتل کو قتل کرائے یا آنکھ کے بدلے  
آنکھ پھوڑ دے اور ناک کے بدلے ناک کاٹ لے یا کان کے بدلے کان کاٹ لے  
یا دانت کے بدلے دانت توڑ ڈالے۔ یا زخموں کے بدلے زخم لگائے یہ سب  
امیر المؤمنین اور سلطان اسلام کا کام ہے اور اسی کو ان باتوں کا اختیار اللہ و رسول



کی طرف سے حاصل ہے۔ دوسرے لوگوں کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے چونکہ آج کل اسلامی حکومت اور سلطان اسلام موجود نہیں ہیں اس لیے آج کل اسلامی سزائوں اور قصاص کے قوانین پر عمل نہیں ہو رہا ہے اس لیے ہم مسلمان اس پر قلق کے ساتھ افسوس کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں؟ فَيَا سَفَاهًا وَيَا حَسْرَتًا لَا۔

## (۱۹۲) گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرانا جائز ہے

جماد کی نیت یا جسمانی ورزش کے لیے گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں شریک ہونا جائز ہے۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

جب شام کے وقت حضرت سلیمان کے روبرو اہل اور عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے ان لوگوں کی محبت پسند آئی ہے اے نبی کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ پردے میں چھپ گئے پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ۔ تو ان کی پٹلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرے۔

إِذْ عُرِضَ عَلَيْكَ بِالْحَشِيِّ الصَّفِيَّةِ  
الْجَيَادُ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّ حُبًّا  
الْمُخْتَارَ عَنْ ذِكْرِ رَجُلٍ حَتَّى تَوَارَتْ  
بِالْحِجَابِ رُدُّهَا عَلَيَّ فَطَفِئَتْ  
مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ه

رپ ۲۳ - من - آیت ۳۱، ۳۲، ۳۳

یہ ایک ہزار گھوڑے تھے جو جماد کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے روبرو معائنہ کے لیے پیش کیے گئے آپ ان گھوڑوں کی دوڑ بھی کراتے تھے اور خود بھی ان پر سوار ہوتے تھے۔

(تفسیر خزائن العرفان ص ۵۴)

قرآن مجید کی دوسری آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم

یا دفرماتے ہوئے ان کا فضل و شرف ظاہر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:-

وَالْعَدِيَّتِ صَبْحًا ۗ فَالْمُورِيَّتِ  
صَبْحًا ۗ فَالْمُنِيرَاتِ صَبْحًا ۗ

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر پتھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں



فَاَثْرُنَ بِهِ نَقْعًا ۗ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۙ

پھر صبح کے وقت ناخت و تاراج کرتے ہیں پھر  
اس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر اس وقت دشمنوں  
کے لشکر میں جا گھستتے ہیں۔

(پ ۳۔ الحدیث آتا ۵)

اس سے مراد طرائی کے گھوڑے ہیں، ہا پنا دوڑنے کے وقت ظاہر ہے اور لوہے  
کی نعل پتھر پہلی زمین میں لگنے سے آگ کی چنگاری نکلنا بھی ظاہر ہے اور غزب میں اکثر عادت  
دشمنوں پر صبح کے وقت حملہ کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو اور  
صبح کو اچانک حملہ کر دیں اور غبار کاڑنا اگرچہ ہر وقت ہوتا ہے مگر اس کو صبح کے وقت خاص  
کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ گھوڑوں کی دوڑ بہت تیز ہوتی تھی۔ کیونکہ ٹھنڈے وقت غبار  
دبا ہوا رہتا ہے مگر ان گھوڑوں کی تیز دوڑ سے صبح کو بھی غبار اڑنے لگتا ہے۔

عرب کے لوگ بہت جنگجو تھے۔ لہذا ان کو ان قسموں سے بہت مناسبت تھی یاں  
یہ خداوند قدوس نے گھوڑوں کے ان اوصاف کے ساتھ قسم کا تذکرہ فرمایا۔

ہر حال گھوڑوں کو مقابلہ کے لیے دوڑا کر گھوڑ دوڑ کرانا نہ صرف جائز بلکہ سنت  
بھی ہے جس پر نیک نیتی سے عمل کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔

بخاری شریف میں بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ حدیث آئی ہے کہ۔

”حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی جو ریاضت کرائے ہوئے

تھے گھوڑ دوڑ کرائی ”حیفاء“ سے ”ثینۃ الوداع“ تک اور جن گھوڑوں کو

ریاضت نہیں کرائی گئی تھی ان کی دوڑ ”ثینۃ الوداع“ سے مسجد بنی زریق“

تک کرائی اور عبداللہ بن عمر اس گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں شامل تھے

حیفاء سے ثینۃ الوداع کا فاصلہ چھ یا سات میل تھا اور ثینۃ الوداع سے

مسجد بنی زریق کا فاصلہ ایک میل تھا۔

(بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۱۱ باب السبق بین الخیل وغیرہ)



## (۱۹۳) ریاضت کے لیے کھیل جائز ہیں

ورزش کے لیے کرکٹ، فٹ بال، بیڈمی، گھوڑ دوڑ، سیدل دوڑ کا مقابلہ، نیزہ بازی کشتی، بنوٹ وغیرہ کھیل جائز ہے۔ بشرطیکہ نمازیں ترک نہ ہوں۔ اور گھٹنے اور ران نہ کھلتے پائیں۔ اور اگر کوئی شخص ورزش کے ساتھ ساتھ جہاد کی تیاری کی نیت بھی شامل کر لے کہ اس طرح میں طاقتور ہو کر بوقت ضرورت جہاد کروں گا۔ تو اس کو ان کھیلوں پر ثواب بھی ملے گا۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ عرض کی کہ:-

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَزْتَعْ دِيْعَبَ  
وَإِنَّا لَكَا لْحٰفِظُوْنَ .  
رپ ۱۲- یوسف ۱۲)

کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ وہ  
میوہ چنے اور کھیلے اور بے شک ہم اس  
کے نگہبان ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام ہمارے ساتھ جنگل میں جا کر میوہ توڑ توڑ کر کھائیں اور تفریح کے لیے حلال قسم کے کھیل مثلاً شکار، تیر اندازی کا مقابلہ، دوڑ کا مقابلہ وغیرہ کھلیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو جنگل میں جا کر اس قسم کے کھیل کو د کی اجازت دے دی اور انہوں نے جنگل میں جا کر بھائیوں کے ساتھ ان کھیلوں میں حصہ لیا۔ واضح رہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام دونوں خدا کے نبی برحق ہیں اور دونوں نبیوں نے اس کھیل کے جائز ہونے پر جواز کی ہر گادی۔ ان دونوں مقدس پیغمبروں کے علاوہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں نیزہ بازی کے کھیل کی جلسیوں کو اجازت دی۔ اور خود ان کے کھیل کو دیکھا۔ چنانچہ بخاری شریف کی متعدد روایتوں میں یہ حدیث صحیح موجود ہے کہ:-

مسجد نبوی میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی موجودگی میں جلسی لوگ اپنے نیزوں کے کھیل رہے تھے۔ اسی دوران حضرت عمر آگئے تو انہوں نے ایک مٹھی کنکری



لے کر ان جلسیوں کو مارا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے عمر ان لوگوں کو چھوڑ دے اور کھیلنے دے۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۶۱ باب اللہو بالحراب و نحوہا)

غور کیجیے کہ نیزہ بازی کے کھیل میں کس قدر کودنا، اچھلنا اور دوڑ جاگ ہوتی رہی ہوگی۔ مگر چونکہ یہ کھیل جہاد کی تیاری اور مشق کا ذریعہ ہے جو ایک عبادت ہے اور مسجد میں ہر قسم کی عبادت جائز ہے۔ اس لیے آپ نے مسجد میں اس کھیل کی اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اچھل کود کو احترام مسجد کے خلاف سمجھ کر اس کھیل سے جلسیوں کو روکنا چاہا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ڈانٹ دیا اور کھیل کو بند نہیں کرنے دیا۔ پھر چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جب اس مصلحت کو سمجھ لیا کہ یہ جہاد کی تیاری کا ایک ذریعہ ہے تو وہ بھی خاموش ہو کر اس کھیل کو دیکھتے رہے۔

اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبیلہ اسلام کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو لوگ تیر اندازی کا کھیل کھیلنے میں مشغول تھے تو آپ نے ان لوگوں کو دیکھ کر فرمایا کہ اسے اسمعیل (علیہ السلام) کی اولاد! تم لوگ تیر اندازی کرو کیونکہ تمہارے باپ (حضرت اسمعیل علیہ السلام) بھی تیر چلایا کرتے تھے اور میں اس تیر اندازی میں نبی فلاں کے ساتھ ہوں۔ لوگوں نے یہ سن کر کھیل بند کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ تیر کیوں نہیں چلاتے؟ تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور ایک پارٹی میں شامل ہو گئے تو پھر ہم بھلا آپ کے مقابلہ میں کیسے کھیلیں؟ تو آپ نے فرمایا اچھا۔ تم لوگ تیر اندازی کرو میں کسی پارٹی میں نہیں ہوں، بلکہ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۶۱ باب التمرین علی الرمی)

ملاحظہ فرمائیے کہ اس تیر اندازی کے کھیل میں بھی کس قدر دوڑ جاگ ہوگی۔ کہ تیر پھینک کر سب لوگ اپنے اپنے تیروں کو اٹھانے کے لیے دوڑتے ہوئے جاتے ہوں گے پھر واپس آ کر تیر چلاتے ہوں گے مگر چونکہ یہ ورزش اور نشانہ بازی جہاد میں کام آنے والی



چیز تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا۔ بلکہ اس کھیل میں خود بھی شریک ہو کر کھیلنے والوں کا حوصلہ بڑھایا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے یہ مسئلہ نور علی نور ہو جاتا ہے کہ ہر وہ جائز کھیل جس میں جسمانی ورزش سے بدن میں طاقت پیدا ہوتا کہ وہ طاقت جہاد اور دوسرے دینی و دنیاوی فرائض کی ادائیگی میں مددگار ثابت ہو۔ بلاشبہ جائز بلکہ مستحب ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہمارے اس زمانے کے بعض مولویوں اور مدارس عربیہ کے ناظموں کا بھلا کرے اور ہدایت کرے۔ جہاں تک مجھے علم ہے کسی مدرسہ میں طلبہ کے ورزشی کھیلوں کا کوئی انتظام ہی نہیں ہے۔ جس سے طلبہ کی صحت اس قدر خراب رہتی ہے کہ بالوں سے فیصدی طلبہ معدہ کے مریض رہتے ہیں۔ آپ سوچیں کہ یہ دھان پان قسم کے مولوی صاحبان بھلا کس طرح جہاد کریں گے؟ اور کیونکر تدریس و تبلیغ کے میدان میں محنت و مشقت اور جدوجہد کریں گے؟ ظاہر ہے کہ بغیر صحت و تندرستی کے دین و دنیا کا کوئی کام بھی کما حقہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میرا حقیر مگر مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ مدارس عربیہ میں مدرسہ کی طرف سے کسی ورزشی کھیل کا بھی انتظام ہونا چاہیے اور طلبہ کے حفظان صحت پر بھی خصوصی توجہ رکھنی چاہیے۔

## (۱۹۴) جان بچانے کیلئے حرام چیزیں بھی کھا لینا جائز ہے

اگر کوئی مسلمان مسلسل ناٹوں سے اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اگر اب کچھ نہ کھائے گا تو اس کو یقین باطن غالب ہے کہ بھوک سے مر جائے گا۔ اور اتفاق سے حرام چیز کے سوا کوئی دوسری چیز اس کو نہیں مل رہی ہے۔ تو شریعت مطہرہ نے اس کو اجازت دی ہے کہ وہ حرام چیز کو اتنی مقدار میں کھالے کہ جان بچ جائے مگر اس کی دو شرطیں لازمی ہیں ایک تو یہ کہ وہ اس حرام کا خواہشمند نہ ہو۔ دوسری یہ کہ بس اتنا ہی کھائے کہ جان بچ جائے۔ ہرگز ہرگز اس سے زیادہ نہ کھائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو کئی جگہ بیان فرمایا ہے۔ مثلاً۔



إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالسَّمَّ  
وَالنَّخْمَ الْخَنْزِيرِ وَمَا أُهِدَ بِهِ  
لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ  
بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ  
إِنَّ اللَّهَ تَعَفُّوٌّ رَحِيمٌ

(پ ۲- البقرہ آیت ۱۷۳)

اللہ نے ان چیزوں کو تم پر حرام فرمایا ہے مردار  
اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ  
کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو تو جو شخص مجبور ہو کر  
نہ خواہش سے کھائے اور نہ ضرورت سے آگے  
بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ  
بخشنے والا مہربان ہے۔

تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ ہی مضمون سورہ النعام اور سورہ نحل میں بھی ہے ایسی  
مجبوری کی صورت میں نفرت کے ساتھ بقدر ضرورت حرام چیز کھا کر جان بچالینا جائز ہے  
اور اگر اس نے اس حرام کو کھا کر جان نہیں بچائی بلکہ بھوک سے مر گیا تو گنہگار ہو گا کیونکہ جان  
بچانا فرض ہے اور اس نے فرض کو چھوڑ دیا۔

## (۱۹۵) اللہ کو اسماء حسنیٰ ہی سے پکارو

خداوند کریم کے ننانوے نام ہیں جن کو اسماء حسنیٰ کہتے ہیں۔ ان ناموں کو یاد کرنے  
اور عمل کرنے کی برکت سے جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری ہے۔ تو مسلمانوں کو لازم  
ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو پکاریں تو انہی ناموں سے پکاریں اور جن لوگوں نے اپنی کج روی اور  
گمراہی سے اللہ تعالیٰ کے دوسرے دوسرے غلط نام رکھ لیے ہیں۔ کبھی ہرگز نہ گزراں غلط ناموں  
سے اللہ تعالیٰ کو نہ پکاریں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاللَّهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ  
بِهَا وَذُرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ  
فِي أَسْمَائِهِ سُبُجْرُونَ مَا كَانُوا  
يَعْمَلُونَ

اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اُسے  
انہی ناموں سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو  
اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں جلد ہی  
انہیں ان کے کرتوت کا بدلہ دیا جائے گا۔

(پ ۹- الاعراف آیت ۱۸۰)

مسائل :- (۱) اللہ کے ناموں کو بگاڑنا جیسے مشرکین مکہ نے "اللہ" سے "لات"



”عزیزہ“ سے ”عزیزی“ اور ”منان“ سے ”منات“ بگاڑ کر اپنے بتوں کا نام رکھ لیا تھا یہ بھی حرام ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا ایسا نام رکھنا جو قرآن و حدیث میں نہ آیا ہو۔ جیسے اللہ کا ”رفیق“ یا ”سختی“ نام رکھنا یہ بھی حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام اسماء توفیقیہ ہیں یعنی جو نام قرآن و حدیث میں آئے ہیں ان کے سوا اللہ کا کوئی دوسرا نام رکھنا جائز نہیں ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی ایسا نام رکھنا جس کے معنی فاسد ہوں۔ جیسے رام پر ماتا پر جو بھگوان۔ ایثار و غیرہ سخت حرام ہیں اور چونکہ ان ناموں سے خدا کو یاد کرنا مشرکین کا دینی نشان ہے۔ لہذا مسلمانوں کو کبھی ہرگز ہرگز ان الفاظ کو نہ بولنا چاہیے کہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے (معاذ اللہ) اور اگر کبھی زبان سے نکل جائے تو فوراً توبہ کرنا لازم ہے۔

(۵) خدا کا ایسا نام رکھنا جس سے اس کی شان گھٹی ہو یا کبھی حرام ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو ”خاتی الخنزیر“ کہنا (معاذ اللہ) یا ”اوپر والا“ یا ”لمبے ہاتھ والا“ یا ”بڑا سیٹھ“ کہنا۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا نام رکھنا جس کے معنی معلوم ہی نہ ہوں کہ پتہ چل سکے کہ یہ نام جلال الہی کے لائق ہے یا نہیں۔ یہ بھی حرام ہے۔

## (۱۹۶) زنا کی تہمت لگانے والے کی سزا

جو شخص کسی مسلمان مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے اس سے چار گواہ طلب کیے جائیں گے جو اس طرح گواہی دیں کہ میں نے اس کو اس طرح زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ڈالی جاتی ہے۔ اگر چار گواہوں نے اس طرح شہادت دے دی تو زانی کو زنا کی سزا دی جائے گی۔ یعنی اگر وہ کنوارا ہو تو سنو کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر شادی شدہ ہو تو سنگسار کر کے مار ڈالا جائے گا۔ اور اگر اسی طرح کے چار گواہوں کی گواہی نہ مل سکی تو زنا کی تہمت لگانے والے کو اسی کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیت اس مسئلہ کی دلیل یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا



ارشاد ہے کہ ۱۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ  
لَمْ يَأْتُوا بِأَمْرٍ بَعْدَ شَهَادَتِهِنَّ  
فَاجْلِدُوهُنَّ مِائَتًا وَكَفًّا  
وَلَا تَقْبَلُوا لَهُنَّ شَهَادَةً أَيْدٍ مِّمَّا  
هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

اور جو پارسامورتوں کو زنا کا عیب لگائیں پھر  
چار گواہ معاینہ کے نہ لائیں۔ تو انھیں اسی  
کوڑے لگاؤ۔ اور کوئی گواہ ہی کبھی نہ مانو  
اور وہی فاسق ہیں۔

(پ۔ ۱۸۔ النور آیت ۴)

اس آیت سے حسب ذیل چند مسائل ثابت ہوئے۔

(۱) جو شخص کسی پارسامرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے۔ اور اس پر چار گواہ پیش  
نہ کر سکے تو اس پر شرعی سزا اسی کوڑے واجب ہو جاتی ہے۔

(۲) ایسے لوگ جو زنا کی تہمت میں سزا پاب ہوں۔ اور ان کو سزا دے دی گئی وہ مردود  
الشہادت ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کسی معاملہ میں ان کی گواہی مقبول نہیں ہوتی۔

(۳) زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں۔

واضح رہے کہ تہمت لگانے والے کو سزا اسی وقت دی جائے گی جب وہ  
شخص سزا کا مطالبہ کرے جس پر تہمت لگائی گئی ہے۔ اور اگر وہ مطالبہ نہ کرے تو قاضی پر  
لازم نہیں ہے کہ تہمت لگانے والے کو سزا دے۔ اور سزا کے مطالبہ کا حق اسی کو ہے جس  
پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہے۔ اور اگر وہ مرچکا ہے تو اس کے بیٹے اور پوتے بھی سزا کا  
مطالبہ کر سکتے ہیں۔

لیکن اگر کسی نے اپنے غلام یا اپنے بیٹے پر زنا کی تہمت لگائی۔ تو غلام یا بیٹا سزا  
کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

تہمت کے الفاظ:۔ اگر کسی کو مراحۃ زانی کہا یا یہ کہا کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے  
یا اس کے باپ کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے یا اس کو زانیہ کا بیٹا کہہ کر پکارے  
اور یہ اس کی ماں پارساتوان سب صورتوں میں وہ زنا کا تہمت لگانے والا ہو جائے گا۔  
اور اس کو تہمت کی سزا دی جائے گی۔



مسئلہ: تہمت لگانے کے جرم میں جس کو سزا دی گئی ہو کسی معاملہ میں کبھی اس کی گواہی معتبر نہیں اگرچہ وہ توبہ کرے لیکن رمضان کے چاند دیکھنے کے بارے میں توبہ کر لینے اور عادل ہونے کی صورت میں اس کا قول قبول کر لیا جائے گا۔ کیونکہ درحقیقت یہ شہادت نہیں ہے۔ اسی لیے اس میں لفظ شہادت اور نصاب شہادت میں بھی شرط نہیں ہے۔  
(تفسیر خزائن العرفان ص ۴۱۶)

## ۱۹۷ شہید زندہ ہیں!

خدا کی راہ میں شہید ہو جانے والوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا فرض ہے کہ وہ قتل ہو جانے کے بعد بھی زندہ ہیں۔ شہیدوں کی وفات کو دوسرے مردوں پر قیاس کر لینا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ایمان رکھنا چاہیے کہ شہیدوں کی وفات کو موت کہنا گناہ اور شہیدوں کو مردہ کہنا حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:-

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَ لَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ  
اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم اپنے حواس سے ان کی زندگی کو جان نہیں سکتے۔

(پ۔ ۲۔ البقرہ آیت ۱۵۴)

دوسری آیت میں اس طرح ارشاد ہوا کہ:-

وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ  
اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، ہرگز انھیں مردہ نہ خیال کرنا۔ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

(پ۔ ۴۰۔ ال عمران آیت ۱۲۹)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا دونوں آیتوں کا حاصل مطلب یہی ہے کہ شہیدوں کی وفات تمام مردوں کی موت جیسی نہیں ہے۔ بلکہ شہید ایک خاص قسم کی ممتاز زندگی کے ساتھ زندہ



میں۔ اور ان کو روزی بھی ملتی ہے۔

لیکن یہ سوال کہ ان کی زندگی کیونکر اور کس طرح کی ہے۔ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ «لَا تَشْعُرُونَ» یعنی تم اپنے تو اس قسم اور اپنے علم کے اسباب و ذرائع سے ان کی زندگی کی کیفیت و حالت کو نہیں جان سکتے۔ اس لیے تم اس کی تلاش اور کھوج مت کرو اور بلا دیکھے اور بغیر کسی معلومات کیے، اللہ تعالیٰ کے فرمان پر ایمان رکھو۔ جیسے کہ اسلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ بلا دیکھے ان پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ مثلاً جنت و دوزخ اور عذاب قبر وغیرہ کہ کسی نے بھی ان چیزوں کو نہیں دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ مگر ان چیزوں پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ شہدائے کرام کی حیات کے مسئلہ کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے۔ بعض ضعیف الایمان مسلمانوں نے شہیدوں کی لاشوں کو ٹول ٹول کر، اور شہیدوں کی قبروں کو کھود کھود کر شہیدوں کی زندگی کی جانچ کی۔ اور پھر ان کے ایمان میں تذبذب پیدا ہو گیا۔ ان نادانوں نے یہ نہیں سوچا کہ جس خدا نے شہیدوں کو زندہ کہا ہے۔ اسی خدا نے یہ بھی تو فرمادیا ہے کہ تم اپنے علم کے ذریعوں سے شہیدوں کی زندگی کی کیفیت کو نہیں جان سکتے۔ پھر کیوں تم اس کی جانچ پر تال میں سرکھپاتے ہو۔ اور خدا کے فرمان پر کیوں ایمان نہیں رکھتے۔ ہر حال اتنی بات ہر شخص کو ذہن میں رکھنی چاہیے۔ کہ شہیدوں کی زندگی فقط ان کی روح کی زندگی ہو کہ ان کی روحوں کو ان کے جسموں سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ ایسا معاملہ نہیں ہے۔ کیونکہ فقط روح کی زندگی تو ہر مومن و کافر کو حاصل ہے۔ اس کے کہ سب کی بروحیں زندہ رہتی ہیں۔ پھر مقام مدح میں خدا کا یہ فرمانا کہ شہید زندہ ہیں۔ یقیناً اس کا یہ مطلب ہے کہ شہیدوں کی روحوں کو ان کے جسموں سے ایک خاص قسم کا تعلق رہتا ہے اور دوسرے لوگوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ اس لیے شہدائے کرام اپنے جسموں کے ساتھ مع لوازم حیات کے زندہ ہیں کہ کوئی شخص ان کی حیات کو اپنے عملی ذرائع سے نہیں جان سکتا، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو وحی کے ذریعے یا اولیاء کرام کو الہام کے ذریعے حیات شہداء کی کیفیت پر مطلع فرمادے تو وہ ضرور اس کو جان لیں گے۔



## (۲۵) یہودیوں کے قبائح

### (۱۹۸) یہودیوں کی بددیانتی اور نسلی تعصب!

یہودی قوم انتہائی بددیانت ہے۔ اور ان میں نسلی تعصب بے پناہ ہے۔ چنانچہ

قرآن مجید کی ان ظالموں کے بارے میں یہ شہادت ہے کہ:-

اور ان یہودیوں میں وہ ہے کہ اگر ایک  
اشرفی ہو تو اس کے پاس امانت رکھو  
تو وہ اس کو تجھے واپس نہ دے گا مگر جب  
تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے۔ یہ اس  
لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پڑھوں (سب قوم)  
کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاَمَّنْهُ  
يَدِيْنٰرَ لَا يُؤَدِّيْهِ اِلَّا  
مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاِبِمًا ط ذٰلِكَ  
بِاَنَّهُمْ قَاَلُوْا كَيْسَ عَلَيْنَا فِي  
الْاٰمِيْنَ سَبِيْلًا ط

(پ۔ ۳۰۔ ال عمران آیت ۷۵)

مطلب یہ ہے کہ یہودی اپنی قوم کی امانتوں کو واپس کرنا تو اپنے اوپر لازم سمجھتے  
ہیں۔ مگر اپنی قوم کے سوا۔ دوسری قوموں کی امانتوں اور قرضوں کو یہ کہہ کر ہٹ کر جاتے  
ہیں کہ دوسری قوموں کا مال کھا ڈالنے میں ہم پر کوئی مواخذہ اور انعام ہی نہیں۔ یہ ہے  
یہودیوں کے نسلی تعصب کا بدترین شاہکار۔ اور ان کے بے ایمانی اور بددیانتی کی  
گھنٹی تصویر۔ (نعوذ باللہ منہ)

### (۱۹۹) یہودیوں نے ایمان کے بعد کفر کیا

یہودی حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے آپ  
کی نبوت پر ایمان لاتے تھے۔ اور شدت سے آپ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔



اور آپ کے وسیدہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے مگر جب آپ کی تشریف آوری ہوئی تو جذبہ حسد سے آپ کی نبوت کا انکار کرنے لگے اور کافر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس قبیح کرتوت پر غضب فرماتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ اس قوم کو ایمان کی توفیق نہیں ہوگی چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:-

کیونکر اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لا کر کافر ہو گئے۔ حالانکہ پہلے یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس کھلی نشانیاں اچھی تھیں۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا  
كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ  
وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ  
وَجَاءَهُمْ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا  
يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

(پ۔ ۳۰۔ ال عمران آیت ۸۶)

چنانچہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا کہ کچھ یہودی جنگوں میں کٹ گئے اور کچھ حجاز کی زمین سے جلا وطن ہو گئے۔ مگر چند یہودیوں کے سوا یہ قوم امن اسلام میں نہیں آئی۔ اسلام لانے والوں میں سب سے زیادہ نمایاں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی ہے۔ جو یہودیوں کے سب سے بڑے عالم اور سردار قوم تھے۔ آپ نے بہت کوشش کی کہ میری قوم اسلام قبول کرے مگر بدطینت یہودی اسلام کے دامن رحمت سے بھی محروم ہی رہے۔

## (۲۰۰) یہودیوں کی گندی تمنا!

یہودی خود تو عام طور پر اسلام نہیں لائے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ ان ظالموں کی تمنا اور کوشش یہی رہی کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ انہیں پھر کافر بنا لیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی دلی تمنا کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

وَوَكَيْفًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ  
يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ



کفر کی طرف پھیر دیں۔ اپنے دلوں کی جلن سے  
بجاس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا۔ تو  
تم چھوڑ دو۔ اور درگزر کرو۔ یہاں تک کہ  
اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔

كُفَّارًا بِحَسَدٍ اِمِنْ عِنْدِ  
اَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ  
الْحَقُّ فَاغْفُوا وَاَصْفَحُوا حَتَّى  
يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِ ط

(پ۔ ا۔ البقرہ آیت ۱۰۹)

اس وقت تک یہودیوں سے جہاد کی آیت نہیں اتری تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے  
مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم لوگ اس وقت تک یہودیوں کی شرارتوں سے درگزر کرتے رہو جب  
تک کہ ان سے جہاد کا حکم نہ نازل ہو جائے۔ پھر اس کے بعد یہودیوں سے جہاد کا حکم نازل  
ہو گیا۔ تو مسلمانوں نے ان لوگوں سے جہاد کر کے ان کی شرارتوں کا سدباب کیا۔ کچھ یہودی  
مقتول ہو گئے اور کچھ جلا وطن ہو گئے اور مسلمانوں کو ان کی شرارتوں اور ریشہ دوانیوں  
سے راحت مل گئی۔

## (۲۰۱) یہودیوں کا زعم باطل

یہودی بہت سی غلط خوش فہمیوں، اور باطل عقائد و خیالات کے دلدل میں پھنس  
کر خوش اور مگن رہتے ہیں۔ انہی باطل گمانوں میں سے ان کا یہ زعم باطل بھی ہے کہ یہودی  
اور نصرانی کے سوا دوسرا کوئی کسی دین والا بھی جنت میں نہیں جائے گا قرآن کریم نے ان  
کے اس خیال کا سدکار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اور اہل کتاب بولے کہ ہرگز جنت میں نہ  
جائے گا۔ مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو۔ یہ  
ان کی جھوٹی امیدیں ہیں۔ اسے حبیب آپ  
فرمادیجئے کہ لاؤ اپنی دہلیں۔ اگر تم سچے  
ہو۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ  
اِلَّا مَنْ كَانَ هُوَ اَوْ نَصْرِي  
تِلْكَ اَمَانِيَّتُهُمْ ط قُلْ هَاتُوا  
بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ  
صٰدِقِيْنَ ؕ

(پ۔ ا۔ البقرہ آیت ۱۱۱)



## (۲۰۲) اہل کتاب کے اصطیل میں لٹیاؤ

اہل کتاب کا آپس میں یہ حال ہے کہ یہودی نصاریٰ کے دین کو باطل بتاتے ہیں۔ اور انصاری یہودیوں کے دین کو باطل بتاتے ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے کو باطل پرست کہتے۔ اور ایک دوسرے کی تکذیب و تغلیط کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کے ٹکراؤ کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

وَقَالَتِ الْيَهُودُ كَيْتِ النَّصْرَى  
عَلَى شَيْءٍ مِّنْ وَقَالَتِ النَّصْرَى  
كَيْتِ الْيَهُودِ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ وَهُمْ  
يَتْلُونَ الْكِتَابَ ط

اور یہودیوں نے کہا کہ نصاریٰ کا دین کچھ نہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہودیوں کا دین کچھ نہیں حالانکہ یہ لوگ خدا کی کتاب توریت و انجیل پڑھتے ہیں۔

(پ۔ ا۔ البقرہ آیت ۱۱۳)

یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کی تکذیب کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دین کو لخوا اور باطل کہتے ہیں۔ حالانکہ دونوں کتاب الہی توریت و انجیل پڑھتے تھے یہ ٹکراؤ تصادم ان لوگوں میں ہمیشہ رہا اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ حضور نبی آخر الزمان کے انکار و تکذیب کی وجہ سے ان دونوں قوموں پر اللہ تعالیٰ کا غضب پڑ گیا ہے۔

## (۲۰۳) نبی برحق کے ساتھ یہودیوں کا رویہ

حضور علیہ الصلاۃ والسلام بار بار اس امر کی کوشش فرماتے رہے کہ یہودیوں سے کوئی تصادم اور ٹکراؤ نہ ہو۔ اور یہودی مسلمان دونوں مدینہ میں آرام سے رہیں۔ کئی بار حضور نے ان لوگوں سے معاہدہ بھی کیا مگر ہر مرتبہ یہودی معاہدہ شکنی کر کے عداوت رسول کا جھنڈا بلند کر دیتے تھے۔ ان کے پاس رویہ کا بیان کرتے ہوئے خداوند قدوس نے اپنے رسول کو یہودیوں کے عزائم و جہت باطنی سے مطلع فرمایا کہ:-



اور ہرگز آپ سے (اے محبوب) یہود و نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کریں گے۔ آپ ان سے فرمادیں کہ ہدایت تو بس اللہ ہی کی ہدایت ہے (جو مجھے مل گئی ہے)

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ  
وَالنَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ  
مِلَّتَهُمْ ط قُلْ إِنْ هَدَىٰ  
اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ ط

(پ ۱۰۰ - البقرہ آیت ۱۲۰)

یعنی جب تک مسلمانان لوگوں کے دین کی پیروی نہ کرنے لگیں گے۔ ان لوگوں کا معاندانہ رویہ بدل نہیں سکتا۔ اور یہ بھلا کیوں کر ممکن ہے کہ مسلمان اللہ کی ہدایت اسلام کو چھوڑ کر ان کے دین کی پیروی کریں۔ لہذا خوب سمجھ لو کہ یہود و نصاریٰ کی ہدایت مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ رہے گی اور یہ کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔

## (۲۰۴) یہود کے علما حق کو چھپاتے تھے!

توریت و انجیل میں نبی آخر الزمان کی بے شمار نشانیاں موجود تھیں۔ اور یہود کے علما ان نشانیوں کو خوب جانتے اور پہچانتے تھے کہ نبی آخر الزمان یہی ہیں۔ مگر جان بوجھ کر خود بھی ایمان نہیں لاتے تھے اور اپنی قوم سے بھی ان نشانیوں کو چھپاتے تھے۔ اس پر خداوند قدوس کی شہادت قرآن میں ہے کہ:

جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی۔ وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ اور بیشک ان میں ایک گروہ (علما یہود) جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں۔

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ  
يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ  
أَبْنَاءَهُمْ وَإِن فَرِيقًا  
مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ  
يَعْلَمُونَ ۝

(پ ۲۰۰ - البقرہ آیت ۱۲۶)



## (۲۰۵) حق و باطل کو ملانا علمائے یہود کا کام تھا

علماء یہود کا یہ کارنامہ تھا کہ وہ حق و باطل کو ملا کر پیش کرتے تھے۔ اور اپنی قوم کے سامنے حق بات صاف صاف اس لیے نہیں کہتے تھے کہ ان کو قوم کے نذرانوں کے بند ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اس لیے ان لوگوں نے توریت و انجیل میں تشریف و تبدیل کر کے حق و باطل کو ملا دیا تھا۔ تاکہ قوم مسلمان نہ ہو جائے۔ اور انہیں کے پھندے میں پھنسی رہے۔ قرآن مجید نے ان علمائے یہود کو جھجھور کر ان سے مطالبہ کیا۔

اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو۔ حالانکہ تم خود گواہ ہو۔ لے اہل کتاب! تم حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کو کیوں پھیلاتے ہو۔ حالانکہ تمہیں علم ہے۔

يَا هٰذَا الْكِتٰبُ لِمَ تَكْفُرُوْنَ  
بَاٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ  
يَا هٰذَا الْكِتٰبُ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ  
بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ  
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

(پ۔ ۳۰۔ ال عمران آیت ۷۱)

## (۲۰۶) دعوت ایمان پر یہود کی مکاریاں

یہودیوں نے جب دیکھا کہ اہل مدینہ اور دوسرے عرب و امن اسلام میں آتے جا رہے ہیں تو حسد میں جل بھی کر ان لوگوں نے یہ پلان تیار کیا کہ صبح کو ہم یہودیوں میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ اور پھر شام کو اسلام سے پھر جائیں۔ تو ان پڑھ عرب ہم کو دیکھ کر یہ سوچیں گے کہ یہ لوگ اہل علم ہوتے ہوئے صبح کو مسلمان ہوئے اور شام کو اسلام سے برگشتہ ہو گئے۔ یقیناً ان لوگوں کو اسلام میں کوئی خرابی نظر آئی ہوگی۔ جب تو ایسا کیا اس طرح ان پڑھ عرب کو اسلام کی حقانیت میں شبہ لگ جائے گا۔ اور وہ اسلام سے پھر جائیں گے اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کے اس خفیہ اور خطرناک پلان کا پردہ فاش کر دیا اور فرمایا کہ۔



اور کتابوں کے ایک گروہ نے کہا کہ وہ جو ایمان والوں پر (قرآن) اترا ہے۔ صبح کو اس پر ایمان لاؤ۔ اور شام کو منکر ہو جاؤ شاید (مسلمان عرب) پھر جائیں۔

(پ۔ ۳۔ ال عمران آیت ۷۲)

غور کیجئے کہ لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے یہودی کیسی کیسی پُر فریب اسکیمیں بناتے اور عیارانہ چالیں چلتے تھے۔ مگر الحمد للہ ان یہودیوں کے سارے ناپاک عزائم اور ان کی دسیسہ کاریاں سب خاک میں متی رہیں۔ اور ایک مسلمان بھی اسلام سے منحرف اور برگشتہ نہ ہوا، بلکہ ہمیشہ اسلام کا بول بالا ہی ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ بعض یہودی بھی دامن اسلام میں آگئے۔ جس پر یہودی قوم کو سرپیٹ لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔

## (۲۰۶) علماء یہود رشوت لے کر حق چھپاتے تھے

یہودی علماء اتنے بڑے رشوت خور اور دین فروش تھے کہ تھوڑی سی رقم کے بدلے تورات کی آیتوں کو چھپا دیتے یا بدل ڈالتے تھے قرآن مجید نے ان کے ان کرتوتوں کا بھانڈا چھوڑ دیا اور اعلان کر دیا۔

اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان لوگوں سے جنھیں کتاب (توریت) عطا فرمائی کہ تم ضرور اس کو لوگوں سے بیان کر دینا۔ اور اس کو نہ چھپانا، تو انہوں نے اس (عہد) کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھسک دیا۔ اور اس کے بدلے انہوں نے تھوڑی سی رقم لے لی۔ تو کتنی بری ان کی خرید و فروخت ہوئی۔

(پ۔ ۴۔ ال عمران آیت ۱۸۷)

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ  
آمَنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَيْنَا  
الَّذِينَ آمَنُوا وَجِبْهَ النَّهَارِ  
وَكَفَرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ  
يَرْجِعُونَ .

وَإِذَا خَدَّ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي إِسْرَائِيلَ  
أَوْ تَوَا الْكِتَابَ كَتَبْنَا إِلَيْهِمُ  
وَلَا تَكْفُرُوهَ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ  
ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْهُ بِثَمَنٍ  
قَلِيلٍ وَفِي سَمَائِهِمْ شُرُكٌ

ۛ ۛ ۛ

ۛ



ظالمیوں کے ایسے ایسے سیاہ اور گندے کارنامے رہ چکے ہیں جب ان کے سما کے  
یہ کائے کر توت تھے تو سمجھ لیجئے کہ یہ قوم کتنے بڑے بڑے پاپ اور گناہوں کا مجسمہ رہی  
ہوگی! اور آج بھی یہ قوم کس قدر بد عہد اور بد باطن ہے ساری دنیا اس کو جان رہی ہے  
مگر انسو سے کہ آج کل کی مسلم حکومتیں اپنی عیاشیوں کی وجہ سے اتنی بزدل اور بے حوصلہ  
ہیں کہ ان ظالموں سے بزد آزا ما ہو کر ان کو فنا تو کیا کریں گی۔ اٹھ ان کی دوستی کے لیے  
ہاتھ بڑھا رہی ہے۔ نیا سفاہ و یا حس تاہ:-

### (۲۰۸) یہودی انبیاء کے قاتل ہیں!

یہودی کتنے ہی مالدار ہو جائیں مگر ان کے منحوس چہروں پر ہمیشہ ذلت و خواری  
اور غربت و ناداری کے اثرات ظاہر ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کے  
خراب کارناموں اور کائے کر توتوں کا بدلہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کے غضب میں پڑ کر اس حال  
میں پہنچ گئے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:-

اور ان (یہودیوں) پر مقرر کردی گئی خواری و  
ناداری۔ اور یہ لوگ خدا کے غضب میں لوٹے  
یہ بدلہ تھا اس کا ایک لوگ اللہ کی آیتوں  
کا انکار کرتے۔ اور انبیاء کو ناحق شہید  
کرتے تھے۔ یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں  
اور مد سے بڑھ جانے کا۔

وَضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الْمِثْلَ الَّذِي كَانُوا  
يَعْمَلُونَ وَاللَّهُ ط ذ ذ لِكِ  
بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ  
اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ  
الْحَقِّ ط ذ لِكِ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا  
يَعْتَدُونَ •

(پ۔ ا۔ البقرہ۔ آیت ۶۱)

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ان یہودیوں نے حضرت زکریا و حضرت یحییٰ و حضرت  
عیسا علیہم السلام کو شہید کیا اور یہ قتل ایسے ناحق تھے جن کی وجہ یہ قتل بھی نہیں بتا سکتے  
اس کے علاوہ ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی شہید کر دینے کا  
منصوبہ بنایا تھا۔ مگر وہ فضل خداوندی کی بدولت محفوظ رہے چنانچہ قرآن مجید



میں ہے کہ۔

اور فرعون بولا مجھے چھوڑ دیں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکارے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ تمہارا دین بدل دے یا زمین میں فساد چمکائے اور موسیٰ نے کہا کہ میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ  
مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ جِئْتَنِ  
إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ  
أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ  
وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ  
رَبِّيَ كَرَّمَ عَلَيَّ الْمَسَاجِدَ  
وَالْأَسْبَابَ

(پا۔ ۲۴۔ المؤمن آیت ۲۶-۲۷)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ فرعون اور یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینے کا منصوبہ بنالیا تھا۔ ہر حال یہودی وہ ملعون قوم ہے کہ ان کے دامنوں پر انبیاء علیہم السلام کے مقدس خون کا دھبہ ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا عزم بھی ان کے دلوں کی گہرائیوں میں داغ بنا ہوا ہے۔ اس لیے اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا ایسا غضب پڑا کہ ذلت و خواری اور سزیت و ناداری کی ان کے چہروں پر ایسی چھلپ لگ گئی ہے کہ باوجود کروڑوں کی دولت کے مالک ہونے کے ان کے چہروں پر مالدار کی رونق و تازگی نہیں رہتی۔ بلکہ مسکینی اور ناداری کی بے رونقی اور اداسی، ان کے منہس چہروں کا طرز اٹے اقیار بنی رہتی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں سے ان یہودیوں کا میل جول رہ چکا ہے وہ میرے سامنے شہادت دے چکے ہیں کہ یہودی بہت ہی لالچی اور انتہائی بے شرم قوم ہے۔ یہ ہاتھ پھیلا کر کسی چیز کو مانگ لینے سے ذرا بھی نہیں شرماتے۔ اگرچہ وہ کروڑ پتی اور ارب پتی ہی کیوں نہ ہوں



## (۲۰۹) یہودیوں نے خدا کی بھی توہین کی!

یہودی لوگ اپنی سرکشی اور بددعاغی سے تکبر اور گھمٹ کی اس منزل تک پہنچ گئے کہ ان لوگوں نے خداوند قدوس کی شان میں بھی توہین و بے ادبی کی۔ اس کی بھی چند مثالیں سن لیجئے۔

(۱) ان لوگوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا۔ اللہ جل مجدہ نے یہودی اور بچوں سے پاک ہے۔ اس کی مقدس شان میں ان ظالموں نے ایسی گستاخی کی۔ چنانچہ قرآن عظیم میں ہے کہ:-

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ

اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں

(پا ۱۰۔ التوبہ آیت ۳۰)

اللہ۔

(۲) اسی طرح جب یہودیوں کی آمدنی کچھ کم ہو جاتی۔ اور تنگ دستی بڑھ جاتی تو یہ گستاخ خداوند قدوس کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ بکنے لگتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدِي اللَّهِ

اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

مَمْلُوكَةٌ

(پا ۹۔ المائدہ آیت ۶۴)

یعنی یہودی یہ بکنے لگتے تھے کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ وہ ہم کو کچھ دیتا ہی نہیں ہے۔ اگر اس کے ہاتھ کھلے ہوتے تو وہ ہم کو مال دیتا۔ مگر بخیلی نے اس کے ہاتھوں کو باندھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ظالم یہودیوں کے اس گستاخانہ کفری کلام پر بے حد غضب و جلال ہوا کہ اس کو خداوند ذوالجلال نے ناراض ہو کر یہ تاہرانہ کلمہ غضب و جلال نرناگزیشہ کے لیے ان ظالموں کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا کہ:-

عَلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا

ان یہودیوں کے ہاتھ باندھے جائیں



بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ  
كَيْفَ يَشَاءُ ط

اور ان پر اس (کفری) کلام کی وجہ سے لعنت ہے۔ بلکہ خدا کے ہاتھ کشادہ ہیں۔ وہ عطا فرماتا ہے جیسے چاہے۔

(پ۔ ۶۔ المائدہ آیت ۶۴)

یہودیوں کے ہاتھ باندھے جائیں۔ اس کلام کا دو مطلب ہو سکتے ہیں یا تو یہ مطلب ہے کہ اس بولی کفری کی وجہ سے خود یہودیوں کے ہاتھ بندھ گئے جس کا یہ اثر ہوا کہ یہودی اتنے بخیل ہو گئے کہ دنیا کی کوئی قوم ان ظالموں سے بڑھ کر بخیل نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن ان کے ہاتھ بندھے ہوں گے۔ اور وہ اسی حالت میں دوزخ کے اندر ڈال دیئے جائیں گے۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

مَنْ ذَا الَّذِي يُقرضُ مِنَ اللَّهِ قَرْضًا  
حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَدَا ضِعْفًا  
كَثِيرًا ط

ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے  
تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہت گنا  
بڑھا دے۔

(پ۔ ۲۔ البقرہ آیت ۲۷۵)

تو گستاخ و بد باطن یہودیوں نے کہا کہ اللہ تیرے اور ہم لوگ مالدار ہیں۔ جمعی تو اللہ ہم لوگوں سے قرض مانگتا ہے جیسے کہ فقیر مالدار لوگوں سے قرض مانگا کرتے ہیں۔

یہودیوں کی اس گستاخانہ بولی پر اللہ تعالیٰ کا تہر و جلال اس طرح نازل ہوا کہ یہودیوں کی مذمت کی یہ تہدید شدید بھری ہوئی آیت کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کے جہنمی ہونے پر اپنے غضب و جلال کی مہر ثبت فرمادی۔

اور فرمایا کہ :-



لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الْكَافِرِينَ  
 قَالُوا إِنَّا اللَّهُ فَتَغَيَّرْ وَنَحْنُ  
 أَغْنِيَاكُمْ مَا قَالُوا  
 وَقَتَّلَهُمْ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ  
 حَقٍّ وَنَقُولُ ذُتُّوا عَذَابَ  
 الْجَحِيمِ ۝

بے شک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا  
 کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں  
 اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا ہوا اور  
 نبیوں کو ان کا ناحق شہید کرنا۔ اور ہم  
 فرمائیں گے کہ اب چکھو آگ کا  
 عذاب۔

(پ ۴۰ - ال عمران آیت ۱۸۱)

بہر حال یہودیوں کا تمرد اور سرکشی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ حضرات انبیاء  
 علیہم السلام کا خون ناحق کھڑا کرتے تھے۔ بلکہ باری تعالیٰ کی مقدس جناب  
 میں بھی بے ادبی و گستاخی کھڑا کرنے سے کبھی نہیں چوکتے تھے۔ اس لیے اللہ  
 نے اس پوری قوم کو اپنے غضب میں گرفتار کر کے ہمیشہ کے لیے ملعون فرما  
 دیا۔ پوری قوم کو اس لیے محضوب و ملعون کر دیا کہ ان کے باپ دادوں نے جو کچھ  
 سیاہ کارنامے کئے تھے۔ آج تک پوری یہودی قوم اس سے خوش بلکہ اس  
 پر نازاں ہے۔ اور ذرا بھی ان کو توتوں پر ان لوگوں کو شرم و حیا اور ندامت نہیں  
 ہوئی ہے۔ لہذا پوری قوم ان جرموں میں شریک ہے۔ اس لیے پوری قوم  
 خدا کے تہر و غضب میں ماخوذ ہو کر ملعون و محضوب ہو گئی ہے۔ اور عذاب  
 جہنم ان کے لیے لازم و واجب ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں  
 کو یہ حکم دے دیا ہے کہ یہودیوں سے کبھی ہرگز ہرگز میل ملاپ اور دوستی نہ رکھیں  
 کیوں کہ یہ ملعون اور جہنمی قوم ہے۔



## (۲۶) عیسائیوں کی گمراہیاں

### (۲۱۰) عیسائیوں کے کفری عقائد

۱۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بتایا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کے کفریات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

اور یہودی بولے کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں۔ اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں۔ اللہ انہیں مارے کہاں ادندھے جاتے ہیں؟ انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا اور مسیح بن مریم کو بھی۔ حالانکہ انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اسے پاکی ہے ان لوگوں کے شرک سے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ  
وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ  
ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ  
لَيْسَ هُوَ وَنَقُولَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
مِنْ قَبْلُ قَاتِلْهُمْ اللَّهُ جِائِزٌ  
يُؤْتِكُونَهُ إِخْتَارًا أَحِبَّارَهُمْ  
رُءُفًا نَحْمُ أَرْبَابًا مِمَّنْ دُونِ  
اللَّهِ وَالسَّيِّعَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا  
أَمْرًا أَوْلَىٰ يُعْبَدُ فِيهَا  
وَاحِدًا جِئُوا إِلَهُهُ  
سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ه

(پ ۱۰۔ التوبہ آیت ۳۰۔ ۳۱)

### (۲۱۱) عیسائیوں کا عقیدہ صلیب

یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے چنانچہ وہ علی الاعلان اس کا اظہار کرتے تھے۔ اور عیسائیوں نے بھی اس غلط بات



کی تصدیق کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹکا کر شہید کر دیئے گئے چنانچہ اسی غلط عقیدہ کی بنیاد پر عیسائیوں نے صلیب کی تعظیم عبادت کی حد تک کرنی شروع کر دی اور اس کو اپنے دین کا نشان بنا لیا۔ بلکہ صلیب (سولی) کی پرستش کرنے لگے۔

قرآن مجید میں خداوند قدوس نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اس باطل عقیدہ کو بالکل غلط بتاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ:-

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ  
عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج  
وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَّ  
لَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ

اور یہودی اس قول کی بنا پر ملعون ہوئے کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے مسیح ابن مریم اللہ کے رسول کو شہید کر دیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا نہ انہیں سولی دی بلکہ ان کیلئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا (جس کو یہودیوں نے قتل کر دیا)

(پ ۶۔ النور۔ آیت ۱۵۷)

واقعہ یہ ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کیلئے مکان میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک یہودی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا اور یہودیوں نے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر قتل کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں خدا کا ارشاد ہے کہ:-

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۗ اِنْ كُنْتُمْ رَّاٰ اللّٰهَ  
اِلَيْهِ - (پ ۱۵۷۔ آیت ۱۵۸)

قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا

لیا۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر آج بھی زندہ ہیں۔ اور قرب قیامت میں زمین پر نازل فرمائیں گے۔ لہذا یہودیوں اور نصاریوں کا عقیدہ صلیب باطل ہے۔

## (۲۱۲) عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث

عیسائیوں نے مذکورہ بالا کفری عقیدوں کے علاوہ ایک ”عقیدہ تثلیث“ بھی



گڑھ لیا تھا کہ ان لوگوں نے اللہ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم تینوں کی عبادت شروع کر دی جس کی قرآن نے سختی کے ساتھ ممانعت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔

وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةً طِائِفًا  
نَعْبُدُ إِلَهُكُمُ اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ  
بِعُتْنَاهُ أِنْ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ  
لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ  
وَكُفِّىٰ بِاللَّهِ وَعِيْلًا۔

اور تین خدامت کہو۔ اس سے باز رہو  
اپنا جھلا چاہتے ہوئے۔ اللہ تو ایک ہی خدا  
ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے کوئی  
بچہ ہو اسی کا مال ہے جو آسمانوں میں ہے  
اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ کافی ہے کار گزار۔

رپ ۶۔ النسا آیت ۱۷۱

اس مشرکانہ عقیدہ تثلیث میں عیسائی یہودیوں سے بڑھ کر مشرک ہوئے  
کیونکہ یہودی اپنی ہزار ہا بیوں کے باوجود ایک ہی خدا کی عبادت کرتے تھے۔

(۲۱۳) عیسائیوں نے رہبانیت ایجاد کر کے ضالہ کر دیا

رہبانیت (سادھو پن جانا) یہ تھا کہ پہاڑوں اور غاروں میں گوشہ نشین ہو کر  
عبادت کرنا، نکاح نہ کرنا، نہایت موٹے کپڑے پہننا، ادنیٰ درجے کی غذا بہت کم مقدار  
میں کھانا اور تمام دنیا والوں سے قطع تعلق کر کے نہایت پر مشقت عبادتیں کرتے رہنا یہ  
طریقہ خود عیسائیوں نے ایجاد کیا اور اس کو انہوں نے خدا کی رضا جوئی کے لیے نکالا تھا مگر  
وہ اس کو نبیاء نہ سکے۔ بلکہ اس کو ضالہ کر کے کچھ تو تثلیث و ایجاد کے غلط عقائد میں پڑ  
گئے اور کچھ اپنے بادشاہوں کے دین میں داخل ہو گئے اور کچھ دین مسیحی پر ثابت قدم  
رہ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایہ لو اسلام لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رہبانیت  
کو ایجاد کرنے اور پھر اس کو ضالہ کر دینے پر عیسائیوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد  
فرمایا کہ۔

وَدَهْبَانِيَّةٍ ابْتَدَعُوْهَا مَا  
كَتَبْنَا عَلَيْهِنَّ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَرْضُوَانٍ  
اور راہب بننا تو یہ بات (عیسائیوں) نے  
دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر



اللہ فَعَاءَ عُوْهَا حَقٌّ رِعَايَتِهَا  
 نہ کی تھی یہاں بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے  
 کو پیدا کی۔ پھر اسے نہ بنا ہا۔ جیسا اس کے بنا ہونے  
 کا حق تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی نئی بات کو نکالنا اگر وہ نئی بات  
 نیکد ہو اور اس سے رضائے الہی مقصود ہو تو بہتر ہے۔ اس سے ثواب ملتے ہیں اور  
 اس کو جاری رکھنا چاہیے۔ ایسی بدعت کو ”بدعت حسنہ“ کہتے ہیں، البتہ دین میں کوئی بری  
 بات نکالنا ”بدعت سیئہ“ کہلاتا ہے جو یقیناً ممنوع و ناجائز ہے اور ”بدعت سیئہ“ وہی  
 ہے جو خلاف سنت ہو۔ اس قاعدہ سے ہزار ہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں  
 آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں مثلاً میلاد شریف اور فاتحہ وغیرہ کہ کچھ لوگ اسے اپنی  
 ہوائے نفسانی سے بدعت بتا کر لوگوں کو ان امور خیر سے منع کرتے ہیں حالانکہ  
 ان کاموں سے دین کی تقویت و تائید ہوتی ہے اور لوگوں کو ثواب بھی ملتے ہیں  
 خدا ان لوگوں کو ہدایت دے۔ (آمین)

## (۲۱۴) عیسائیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نصرانی کہا

یودیوں اور نصرانیوں پر خدا کا غضب ہو کہ ان ظالموں نے حضرت ابراہیم  
 علیہ السلام کو یہودی اور نصرانی کہا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے قرآن میں اس کا شدید  
 رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُودِيًّا  
 وَلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا  
 مُّسْلِمًا وَّ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ  
 ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ  
 ہر باطل سے جدا رہنے والے مسلمان  
 تھے اور مشرکوں میں سے بھی نہ تھے۔

(پ ۳۰ - آل عمران - آیت ۶۷)

## (۲۱۵) عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنے کو خدا کا بیٹا کہا

یودیوں اور نصرانیوں پر اس درجہ غرور اور گھمنڈ کا بھوت سوار تھا کہ اپنے آپ



کو خدا کا بیٹا اور خدا کا دوست کہا کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن گواہ ہے کہ :-

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ  
أَبْنَاؤُ اللَّهِ وَاجِبَاءُ وَهَذَا قَوْلُ فِتْنَةٍ  
يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ وَبَلَّغْنَاكُمْ  
بَشَرًا مِمَّنْ خَلَقَ

اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے  
اور اس کے دوست ہیں تم فرماؤ پھر تمہیں  
کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے  
بلکہ تم لوگ اللہ کی مخلوقات میں سے ایک بشر ہو۔

(پ ۶- المائدہ - آیت ۱۸)

## (۲۱۶) عیسائیوں کی عہد شکنی

یہودیوں کی طرح عیسائیوں سے بھی اللہ نے بار بار یہ عہد لیا کہ وہ انجیل پر عمل کرتے  
رہیں گے مگر ہمیشہ ان لوگوں نے بد عہدی اور عہد شکنی کو اپنا طریقہ کار بنایا۔ قرآن مجید گواہ ہے  
وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى  
أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا  
مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ سَاءَ مَعْرِبِينَ  
بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى  
يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوَاءٌ يَنْبِئُهُمُ اللَّهُ  
بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

اور وہ جنہوں نے کہا کہ ہم نصرانی ہیں ہم  
نے ان سے عہد لیا تو وہ مصلحت کے لیے عہد شکن  
ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ہم نے  
ان کے درمیان آپس میں تباہی کے دن  
تک عداوت اور بغض ڈال دیا۔ اور عنقریب  
اللہ انہیں بتا دے گا وہ جو کچھ کرتے تھے۔

پ ۱۱۴ المائدہ آیت ۱۱۴

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہودیوں کی طرح عیسائی عہد شکن قوم ہے لہذا ان کے

عہد و پیمان اور معاہدوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ مسلمانوں کو ان سے بھی ہوشیار رہنا  
چاہیے اور ان لوگوں پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

## (۲۱۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی

عیسائیوں کے شرکانہ عقائد اور ان کی بد عہدی اور بدکاری یہ سب ان کے  
پادریوں کی من گھڑت تعلیم ہے ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو توحید خالص



کی دعوت دی تھی۔ اور برابر وہ اس پر عیسائیوں کی نگرانی فرماتے رہے چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اللہ تعالیٰ کے حضور اپنا یہ بیان دیا کہ:-  
 مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَّا  
 أَمَرَنِي بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي  
 وَمَا بَكَّرُجُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ  
 شَهِيدًا أَمَا دُمْتُ فِيهِمْ  
 میں نے تو ان نصرائیوں سے نہیں کہا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر نگران تھا جب تک ان میں رہا۔

(پ۔ ۷، المائدہ، آیت ۱۱۷)

بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی برحق ہیں اور آپ توحید خالص کے مبلغ ہونے میں تمام انبیائے سابقین کے مقدس طریقے پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ پر انجیل نازل فرمائی جو یقیناً ہدایت کا سرچشمہ ہے جس پر ہم سب مسلمانوں کو ایمان لانا فرض ہے چنانچہ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل مقدس کی حقانیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

اور ہم ان نبیوں کے پیچھے ان کے نشان قدم پر عیسیٰ بن مریم کو لائے وہ تصدیق کرتے ہوئے آئے توریث کی جو اس سے پہلے ہی اور ہم نے انہیں انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور توبہ ہے اور یہ تصدیق فرمائی ہے توریث کی جو اس سے پہلے تھی اور انجیل ہدایت اور نصیحت ہے پر ہمیں گاروں کے لیے۔

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى  
 ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ  
 مِنَ التَّوْرَةِ مِّنْ وَآيَاتِهِ الْإِنجِيلَ  
 فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا  
 لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى  
 وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ

(پ۔ ۶۰، المائدہ، آیت ۴۶)

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور توریث و انجیل کے سراپا ہدایت و منزل من اللہ ہونے میں اور عیسائی دین کی حقانیت و صداقت میں بال کے کروڑوں حقیقہ کے برابر بھی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں اور یقیناً ہم سب مسلمانوں کا اس پر ایمان ہے لیکن یہ آفتاب سے بڑھ کر روشن حقیقت ہے کہ توریث و انجیل عیسیٰ کتاب



خداوند قدوس نے نازل فرمائی تھی۔ وہ دورِ حاضر میں یہودیوں اور نصراہیوں کے گرجا گھروں اور کلیساؤں میں موجود نہیں ہے اور حضرت موسیٰ و حضرت یونس علیہما السلام کے مقدس دین میں ان پیغمبروں کے بعد پادریوں اور راہبوں نے بہت کچھ تحریف اور تبدیلی کر کے ان دونوں آسمانی کتابوں کا حلیہ بدل ڈالا اور موسوی اور عیسوی دین کو ان اجملہ و رہبان نے مسخ کر ڈالا۔ اس لیے ہم مسلمانوں کا اس محرف و ترمیم شدہ توریت و انجیل پر ایمان نہیں ہے۔ اور اس پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے ہم مسلمانوں کے لیے جان ایمان ہے اللہ عزوجل نے کئی جگہ قرآن مجید میں فرمایا کہ یہودیوں اور نصراہیوں کے پادریوں اور ان کے راہبوں کا یہ حال ہے کہ:-

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ج  
 رپ-۶-۱ المائدہ آیت ۱۳

اور ان (اہل کتاب) کی بد عہدیوں پر ہم نے انہیں ملعون کر دیا اور ان کے دلوں کو سخت بنا دیا اور اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدل ڈالتے ہیں۔ اور وہ جھٹلا کر بڑی حققتہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئی تھیں۔

اور ایک دوسری آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ:-

وَإِن مِّنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوَنَ السُّنَنَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ج وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ  
 رپ ۳۱ عمران آیت ۷۵

اور بیشک (ان یہودیوں و نصاریٰ) میں کچھ وہ ہیں جو زبان موڑ کر اور پھر کر کتاب میں ملاوٹ کرتے ہیں تاکہ تم لوگ سمجھ لو کہ یہ بھی کتاب میں ہے حالانکہ وہ کتاب میں نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے پاس سے ہے حالانکہ وہ اللہ کے پاس سے نہیں ہے اور اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں آیتوں سے آپ نے موجودہ توریت و انجیل اور پادریوں کی پوزیشن سمجھ لی ہوگی۔ اسی لیے ہم مسلمانوں کے نزدیک ان دونوں کتابوں اور ان



دونوں دینوں کی پوزیشن مجروح ہو گئی ہے لہذا ہم ان پر ایمان نہیں لاتے ہاں البتہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ توریت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر نازل فرمائی تھی وہ یقیناً حق ہے۔ اور ان دونوں پیغمبروں کا لایا ہوا دین بلاشبہ برحق ہے۔

## (۲۱۸) مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کا رویہ

دنیا کی تین قومیں مشرکین، یہودی، عیسائی۔ ان تینوں قوموں کا قومی مزاج کیا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ ان تینوں قوموں کا برتاؤ اور رویہ کیا اور کیسا رہے گا اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک خاص فیصلہ صادر فرمایا ہے جسے مسلمانوں کو ہر وقت پیش نظر رکھ کر اپنے معاملات کو ان تینوں قوموں سے جاری رکھنا چاہیے وہ فیصلہ یہ ہے کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ تینوں قومیں ہمیشہ مسلمانوں کی دشمن تھیں اور رہیں اور رہیں گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان تینوں قوموں میں مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمن کون کونسی قومیں ہیں؟ اور سب سے کم دشمن کون سی قوم ہے، تو اس معاملہ میں خداوند تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے اور سخت دشمن مشرکین اور یہودی ہیں اور ان تینوں قوموں میں سب سے کم درجے کے دشمن عیسائی ہیں جو اپنے کو نصرانی کہتے ہیں کہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے کچھ نرم گوشہ ضرور ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ:-

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً  
لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ  
آشْرًا كُوفًا وَ لَتَجِدَنَّ أَقَدِّبَهُمُ  
مُؤَدَّيًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ  
قَالُوا إِنَّا نَصْرَىٰ ط ذٰلِكَ  
بَانَ مِنْهُمْ فَنَتَّبِعُهُمُ الْغٰيِبُونَ  
وَآفَهُمْ لَا يَتَكَبَّرُونَ ه وَآخِرُ

ضرورتاً مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن  
یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرورتاً  
مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب  
ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں  
یہ اس لیے کہ ان میں کچھ علماء اور کچھ رؤس  
ہیں اور یہ ضرور نہیں کرتے اور جب سنتے  
ہیں وہ جو رسول کی طرف سے نازل کیا گیا۔



سَمِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْنَا مِنَ الْقُرْآنِ (قرآن) تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں  
تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو  
مِثَاقًا فَوَّارًا مِنَ الْحَقِّ رَبِّ الْمَائِدَةِ آیۃ ۸۲-۸۳) پہچان گئے۔

مذکورہ بالا آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عیسائی قوم کے چار اوصاف کو بیان فرمایا ہے  
(۱) یہ کہ عیسائی لوگ مسلمانوں سے محبت کرنے میں دنیا بھر کے یہودیوں اور مشرکوں کو  
بہ نسبت زیادہ قریب ہیں (۲) عیسائیوں میں کچھ عالم اور کچھ درویش ہیں (۳) عیسائی ضرور  
نہیں کرتے (۴) قرآن سن کر عیسائیوں کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈب جاتے ہیں۔  
یہ آیات اور عیسائیوں کی یہ خصوصیات اگرچہ جہنہ کے عیسائیوں کے بارے  
میں نازل ہوئی ہیں جو نجاشی بادشاہ جہنہ کے دربار میں حاضر باش تھے لیکن چونکہ  
قرآن کے الفاظ عام ہیں اس لیے یہی سمجھا جائے گا کہ یہ دنیا بھر کے عیسائیوں کی  
خصوصیات ہیں اس لیے آج بھی جن عیسائیوں میں یہ خصوصیات پائی جائیں گی  
وہ نجاشی بادشاہ جہنہ کے درباروں ہی کے حکم میں شمار کی جائیں گی اور آج  
تک کسی تاریخ عالم اور مسلمانوں کے تجربات بھی اس کے گواہ ہیں  
کہ جس قدر مسلمانوں پر ظلم و ستم یہودیوں اور مشرکوں نے کیے ہیں۔ عیسائیوں کے  
منظلم مسلمانوں پر اس سے کہہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## (۲۷) قرآن مجید کی چند پیشین گوئیاں

قرآن مجید میں جہاں عمل کے لیے احکام اور عبرت کے لیے واقعات ماضیہ کو  
بیان فرمایا گیا ہے وہاں آئندہ کی کچھ خبریں اور پیشین گوئیاں بھی کی گئی ہیں۔ جن میں  
سے بعض تو صرف بحرف پوری ہو چکی ہیں اور کچھ ضرور پوری ہو کر رہیں گی ان میں  
سے چند کا ذکر ہم اپنی اس کتاب میں اس نیت سے درج کرتے ہیں کہ لوگوں کے  
ایمانوں میں یقین کی روح پیدا ہو جائے اور سب مسلمان "نفس مطمئنه" کی کریمت



سے سرفراز ہو جائیں۔

## (۱۱۹) قرآن کا مثل کبھی نہیں لایا جاسکتا

اللہ تعالیٰ نے کفار کو یقین دلانے کے لیے یہ چیلنج دیا کہ اگر تم لوگوں کو خدا کے قرآن کے خدا کی کتاب ہونے میں کچھ شک ہے تو تم بھی قرآن جیسی کتاب بنا کر پیش کر دو اگر تم لوگوں نے قرآن جیسی کتاب بنا کر پیش کر دی تو ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن کسی انسان کی کتاب ہے اور اگر تم ایسی کتاب نہ پیش کر کے تو پھر تم کو یقین ہو جائے گا کہ قرآن کسی انسان کی کتاب نہیں ہے بلکہ خدا کی کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کو چار مرتبہ چار طریقوں سے چیلنج دیا۔ پہلی مرتبہ تو اس طرح سے لٹکار کر چیلنج دیا کہ:-

آمَرِ الْقَوْمُونَ افْتَرَاءُ قُلُوبًا قَوْلًا  
بِغَيْرِ مَوَاقِفٍ مِثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ وَ  
ادْعُوا مَنِ اسْتَكْبَرْتُمْ مِنْ دُونِ  
اٰلِهٰهِ اِنَّ كُنْتُمْ مُّهْتَدِيْنَ ۝

تم فرما دو کہ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کے مانند آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے۔ اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

رپ ۱۵-۱۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۸۸

اس چیلنج کو سب عربوں نے سنا مگر کوئی بھی اس خداوندی چیلنج کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ پھر دوسری بار خداوند تعالیٰ نے اس طرح لٹکارا کہ:-

اَمَرِ الْقَوْمُونَ كَقَوْلِكَ رَبِّ  
لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَاْتُوا بِحَدِيْثٍ  
مِّثْلِهِ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝

کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے قرآن کو اپنے جی سے بنالیا ہے؟ تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لاؤ۔ اور اللہ کے

سوا جن کو تمہاری طاقت ہو سب کو بلاؤ۔  
اگر تم سچے ہو۔

۝  
۝

پھر چوتھی مرتبہ اب الغزت جل جلالہ نے اس طرح انہیں دعوت دی کہ:-



آمَ يَقُولُونَ نَقَّوْكَ جَبَلًا  
 لَا يُؤْمِنُونَ • فَلْيَا تَوَابِحِدِيثِ  
 مِثْلِهِ اِنْ كَانُوا صٰدِقِيْنَ •

یا کہتے ہیں کہ رسول نے اس (قرآن) کو  
 بنالیا ہے؛ بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے تو اس  
 قرآن جیسی ایک ہی بات تو لے آئیں۔ اگر  
 وہ سچے ہیں۔

اس طرح چار مرتبہ قرآن مجید نے کفار عرب کو چیلنج دیا۔ اور کفار نے اسکی کوشش  
 بھی کی کہ قرآن کے مقابلہ میں اس جیسا دوسرا کلام ہم پیش کر دیں مگر وہ پیش نہ کر سکے۔ تو  
 اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ پیشین گوئی نازل فرمادی کہ۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا  
 النَّارَ الَّتِيْ وَتُوْدُّهَا النَّاسُ  
 وَانْحَبِرُوْا بِجَارِحَةٍ لِّلْكَافِرِيْنَ

پھر اگر نہ لا سکو (اور ہم فرمائے دیتے ہیں)  
 کہ ہرگز نہ لا سکو گے۔ تو ڈرو اس آگ سے  
 جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ وہ کافروں  
 کے لیے تیار کر رکھی گئی ہے۔

رپ۔ ۱۔ البقرہ۔ آیت۔ ۲۴

قرآن کا اس پیشین گوئی ”كُنْ تَفْعَلُوْا“ (ہرگز تم نہیں لا سکتے) کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس  
 چیلنج کو چودہ سو پانچ برس کا زمانہ گزر گیا مگر آج تک کوئی قرآن جیسی ایک سورۃ  
 بھی بنا کر نہیں لا سکا۔ حالانکہ ملک عرب ہمیشہ چوٹی کے دانشوروں اور بڑے بڑے  
 نصیح و بلیغ زبان دانوں کا مرکز رہ چکا ہے لیکن ان کفار عرب نے اسلام کے خلاف  
 بڑی بڑی جنگیں لڑیں۔ ہزاروں کٹ کر مر گئے۔ پچاسوں آبادیاں ویران ہو گئیں مگر  
 کسی سے یہ نہ ہو سکا۔ کہ ایک سورۃ قرآن جیسی لا کر اسلام کی صداقت کے محل کو ڈھکا  
 لینا۔ لیکن یہ ہوتا کیوں کہ جب قرآن نے یہ پیشین گوئی فرمادی کہ ”وَلَنْ تَفْعَلُوْا“ یعنی ہر  
 گز تم قرآن جیسی ایک سورۃ بھی نہ لا سکو گے۔

اللہ اکبر دنیا میں ان چودہ سو برسوں کے اندر کیسے کیسے انقلاب ہو گئے اور کتنی بڑی  
 بڑی ترقیاں اور کامیابیاں انسانوں کو حاصل ہوئیں کہ انسان ستاروں پر پہنچ گیا اور  
 فضاؤں میں چہل قدمی کرنے لگا مگر آج بھی قرآن کی پیشین گوئی کی صداقت کا آفتاب



اسی شان سے چمک رہا ہے اور اسی طرح چمکنار ہے گا کہ اس کو نہ کبھی گروہن لگے لگا اور نہ کوئی بدلی اس کو چھپا سکے گی۔ سچ ہے کہ

ہزار فلسفوں کی چٹاں جنیں بدلی  
خدا کی بات بدلنی نہ تھی نہیں بدلی

## (۲۲) قسم قسم کی سواریاں اور بجا دیوں گی

چودہ سو برس پہلے جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو عرب میں عام طور پر بار برداری اور سواری کے لیے چار جانور تھے۔ اونٹ، گھوڑے، خچر گدھے ان جانوروں سے بوجھ اٹھانے اور سواری کے دونوں کام لیے جاتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ۔

وَتَعْمِدُ اٰتِقًا لَكُمْ اِلٰی بَلَدِكُمْ  
تَكُوْنُوْنَ اَوْ اَبْلَغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ  
اِنَّ سَابِقَكُمْ لَمُرُوۡۤۤاۤءٌ وَّ تَرْجِيْمَةٌ وَّ اُنْحٰلٌ  
وَ اِنْفَالٌ وَّ اُنْحَمِيْرٌ يَتَذَكَّبُوْۤهَآ وَّ  
زَيْنَةٌ وَّ يَخْلُقُوْۤا مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ

اور چوپائے (اونٹ وغیرہ) تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں ایسے فہر کی طرف کہ تم خود بھی بغیر جان کو مشقت میں ڈالے وہاں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ واقعی تمہارا بڑی رحمت و شفقت والا ہے اور گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت کے لیے بھی، اور اُسدہ (الذیسی سواریاں پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر بھی نہیں۔

رپ ۱۲۔ النمل۔ آیت ۸

ۛ ۛ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں اونٹوں اور خچروں گدھوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان چوپایوں کو ہم نے تمہارے چار فائدوں کے لیے پیدا فرمایا ہے (۱) تم ان پر بوجھ لادو (۲) تم ان کو اپنی سواری بناؤ (۳) تم ان کو اپنے دروازوں کی زینت بناؤ (۴) اونٹ کا گوشت بھی کھاؤ۔ اس کے بعد یہ مشکوٰی فرمائی کہ اُسدہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایسی سواریوں کو پیدا فرمائے گا کہ تمہیں اس کی خبر بھی نہیں۔ اب آپ دیکھئے کہ قرآن کی یہ پیش گوئی کس طرح سو فی صدی ظہور میں آئی؟ کہ اس کے بعد سائیکلیں سیریل گاڑیاں



موٹریں، ٹرکیں، موٹر سائیکلیں، سمندری جہاز، ہوائی جہاز، ہیلی کاپٹر، راکٹ، سیارے وغیرہ طرح طرح کی سواریاں اور بار برداری کے ایسے ایسے سادھن پیدا ہوئے کہ نزول قرآن کے وقت کسی کو بھی اس کی خبر نہ تھی بلکہ کوئی ان چیزوں کا تصور اور خیال بھی نہیں کر سکتا تھا اس طرح وَيَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہو گئی۔

## (۲۲۱) غالب مغلوب ہوگا

۶۱۴ء میں روم اور فارس کے دونوں بادشاہوں میں ایک جنگ عظیم شروع ہوئی جس میں ہزار یودیوں نے بادشاہ فارس کے لشکر میں شامل ہو کر ساٹھ ہزار عیسائیوں کا قتل عام کیا یہاں تک کہ ۶۱۶ء میں بادشاہ فارس کی فتح ہو گئی اور بادشاہ روم کا لشکر باطل ہی مغلوب ہوگا۔ بادشاہ روم اہل کتاب اور مذہب عیسائی تھا اور بادشاہ فارس آتش پرست اور مجوسی مذہب کا پابند تھا۔ اس لیے بادشاہ روم کی شکست سے مسلمانوں کو رنج و غم ہوا اور کافروں کو بہت زیادہ شادمانی و مسرت ہوئی۔ یہاں تک کہ کافروں نے مسلمانوں کو طعنہ دیا اور کہنے لگے کہ تم مسلمان اور نصاریٰ اہل کتاب ہو۔ اور ہم اہل فارس بے کتاب ہیں جس طرح ہمارے بھائی اہل فارس تمہارے بھائی اہل روم پر غالب ہو گئے اسی طرح ہم بھی ایک دن تم مسلمانوں پر غالب ہو کر رہیں گے۔ کفار کے ان طعنوں سے مسلمانوں کو اور زیادہ رنج و صدمہ ہوا۔

اس وقت رومیوں کی یہ افسوسناک حالت تھی کہ وہ بری طرح مغلوب ہو چکے تھے ان کی فوج کٹ گئی تھی اور خزانہ بالکل خالی ہو گیا تھا اور وہ اپنے مشرقی صوبوں کا پورا علاقہ کھو چکے تھے۔ کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بادشاہ روم بادشاہ فارس پر غالب ہو سکتا ہے مگر ایسے وقت میں قرآن مجید نے دنیا کو یہ پیشین گوئی سنائی کہ ا۔

الرَّعۡدُ غَلِبَتِ الرُّومُ ۙ فِي  
 اُدۡنٰی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِنْۢ مَّۢبَعۡدٍ  
 رومی مغلوب ہو گئے پاس کی زمین میں  
 اور وہ اپنی مغربی کے بعد عنقریب غالب  
 ہو جائیں گے چند ہی برس میں۔



(پ ۲۱ - (رودم - آیت ۱ - ۲ - ۳ - ۴)

چنانچہ قرآن مجید کی یہ پیشین گوئیاں اس طرح حرف بحرف پوری ہوئی کہ تمام دنیا اس پر حیران رہ گئی۔ یعنی صرف نو سال کی قلیل مدت میں جنگ کا ایسا پانسہ پلٹ گیا کہ بادشاہ روم کا لشکر بادشاہ فارس پر غالب ہو گیا۔ یہ واقعہ خاص اس دن ہوا جب کہ مسلمان مکہ کے قریب حدیبیہ میں ذیقعدہ ۱۰ھ کو صلح حدیبیہ کی دستاویز لکھوا رہے تھے کہ یہ خبر ملی اور مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور کفار کے چہرے رنج و غم سے مر جا کر کالے پڑ گئے۔

## (۲۲۲) ہجرت کے بعد قریش کی تباہی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح بے سروسامانی کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تھی اور صحابہ کرام جس بیسی اور کس مہر سی کے عالم میں کچھ بستہ اور کچھ مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ ان حالات میں کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بے سروسامان اور غریب الوطن مسلمانوں کا قافلہ ایک دن مدینہ سے اتنا طاقتور ہو کر نکلے گا کہ وہ کفار قریش کی لشکر کی طاقت کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا جس سے کافروں کی عظمت و شوکت کا چراغ ہی بجھ جائے گا اور مسلمانوں کی جان کے دشمن کفار قریش مٹھی بھر نہتے مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ مگر ٹھیک اس ماحول میں قرآن نے دنیا کو یہ پیشنگوی سنائی کہ مکہ مکرمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کے بعد بہت جلد قریش کے کفار برباد ہو جائیں گے چنانچہ یہ آیت نازل ہو گئی کہ۔

وَإِنْ كَادُؤَلَيْفَتُهُمْ أَنْ يَدْخُلُوا الْأَرْضَ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِنْ ذَا لَا يَلْبَسُونَ خِلْفَكَ إِلَّا قَلِيلًا

اور یہ (کفار مکہ) اس زمین (مکہ) سے آپ کا قدم اکھاڑنے لگے ہیں۔ تاکہ آپ کو اسی زمین سے نکال دیں اگر ایسا ہوا تو یہ لوگ بھی آپ کے بہت کم بعد بہت مدت تک ٹھہر سکیں گے۔

پ ۱۵ - بنی اسرائیل - آیت ۷۶)

چنانچہ قرآن مجید کی یہ پیشین گوئی اس طرح ہو ہو پوری ہوئی کہ ایک ہی سال بعد جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین نے کفار قریش کے سب جنگی ببادروں اور سرداروں



کا خاتمہ کر دیا اور کفار قریش کی جنگی طاقت اور ان کے رعب داب اور شان و شوکت کا جنازہ نکل گیا۔

## (۲۲۳) جنگ بدر میں فتح کی پیشین گوئی

جنگ بدر میں جبکہ کل تین سو تیرہ نئے مسلمان تھے، اور وہ بھی بہت کمزور اور بے سرو سامان تھے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان کے مقابلہ میں ایک ہزار کفار کا لشکر جراحین کے پاس ہتھیار اور لشکری طاقت کے تمام سامان و اوزار موجود تھے شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔ اور ستر کافر مقتول اور ستر گرفتار ہو جائیں گے۔ مگر جنگ بدر سے برسوں پہلے قرآن مجید نے مسلمانوں کی فتح مبین اور لشکر کفار کے فرار کی پیشین گوئی سنادی اور یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ:-

آفَ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَقِرُونَ  
سَيُهْرَمُونَ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ  
رپ ۲۷۰-۲۷۱ التمرات ۲۲-۲۵

کیا کفار مکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم سب متحد اور ایک  
دوسرے کے مددگار ہیں۔ عنقریب ان کے  
لشکر کو شکست ہو جائیگی اور یہ پیٹھ پھیر دیں گے

اسی طرح دوسری آیت میں اس طرح پیشین گوئی نازل ہوئی کہ:-

وَكُوۡرًا تَلٰكُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا  
تَوَلّٰوْاۤ اَدْبَارَهُمْ لَا يَجِدُوۡنَ وِیۡۤا  
وَلَا قَصۡدًا  
رپ ۲۷۶، الفتح آیت ۲۲-۲۳

اور اگر کافر تم سے رٹیں گے تو فرور پیٹھ پھیر  
دیں گے۔ پھر یہ کسی کو اپنا حمایتی اور مددگار  
نہ پائیں گے۔

## (۲۲۴) صلح حدیبیہ فتح مبین کیوں کر؟

۱۱ھ میں کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا اور صلح حدیبیہ کا معاہدہ کر کے آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے کفار مکہ نے اپنی من مانی شرطوں پر صلح نامہ کی دستاویز مرتب کرائی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی شرطوں کو اس لیے مان لیا تاکہ مکہ مکرمہ جنگ اور خون ریزی نہ ہو اور حرم الہی کی بے حرمتی



تہ ہونے پائے۔ تمام صحابہ کرام اس صلح کی شرطوں سے نڈراض تھے اور اس کو ایک مخلوبانہ صلح اور ذلت آمیز معاہدہ سمجھا۔ خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس سے اس قدر بیزار و برہم تھے کہ جوش غضب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بہت کچھ بول گئے جس کا انہیں عمر بھر افسوس رہا۔ اس ناراضگی و برہمی کے عالم میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ:-

إِنَّا نَفَعْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا  
 اے حبیب! ہم نے آپ کو فتح مبین عطا  
 (پ ۲۶- الفتح - آیت ۱) کی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ صلح فتح مبین ہے؟ تو حضور نے فرمایا کہ "یہ فتح مبین ہے۔" اس وقت قرآن مجید کی یہ پیشین گوئی کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی کہ "صلح حدیبیہ" فتح مبین کیونکر ہے۔ مگر بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اور سب نے مان لیا کہ واقعی صلح حدیبیہ ایک ایسی فتح مبین تھی جو مکہ میں اشاعت اسلام بلکہ فتح مکہ کا ذریعہ بن گئی۔ کیونکہ اس صلح سے پہلے مسلمان اور کفار ایک دوسرے سے بالکل الگ تھک رہتے تھے اور ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ مگر اس صلح سے ایک دوسرے کے یوں آمد و رفت آزادی کے ساتھ گفت و شنید اور تبادلہ خیالات کا راستہ کھل گیا کفار مدینہ آتے اور ہینوں ٹھہر کر مسلمانوں کے گرد و اعمال کا گہرا مطالعہ کرتے۔ اسلامی مسائل اور اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ سنتے اور اپنی آنکھوں سے اسلامی ماحول اور مسلمانوں کے چال چلن، اور ان کی خدا پرستی و خدا ترسی کے مناظر دیکھتے اسی طرح جو مسلمان مکہ جاتے اور کفار سے ملتے جلتے تو وہ اپنے عمل و کردار اور اپنی عقبت شعاری اور عبادت گزاروں سے کفار کے دلوں پر اسلام کی خوبیوں کا ایسا نقش حقانیت بٹھا دیتے کہ خود بخود کفار کے دلوں پر اسلام کی طرف مائل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک اس قدر کثیر تعداد میں لوگ دامن اسلام میں آگئے کہ اتنے



کبھی بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت خالد بن الولید (فاتح شام) اور حضرت عمر بن العاص (فاتح مصر) جو پہلے اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ اسی صلح حدیبیہ کے زمانے میں خود بخود مکہ سے مدینہ جا کر اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے اور پھر لشکر اسلام کے کمانڈر بن کر اسلامی جنگوں میں جس جوش اور جوانمردی کے ساتھ لڑتے رہے۔ اور فتوحات اسلام حاصل کرتے رہے یہ تاریخ اسلام کے وہ اوراق ہیں جو بلاشبہ آب زر سے تحریر کرنے کے لائق ہیں یہ سب اسی متعلو بانہ صلح حدیبیہ کے برکات ہیں جن کو صحابہ کرام نے ایک ذلت آمیز معاہدہ سمجھا تھا لیکن قرآن مجید نے اس پیشین گوئی کا اعلان فرمایا تھا کہ صلح حدیبیہ درحقیقت فتح مبین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ کے قریب حدیبیہ کے میدان میں عطا فرمائی۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اپنی آنکھوں سے اس فتح مبین کی تجلیوں کا نظارہ دیکھا اور سب نے مان لیا کہ واقعی قرآن کی پیشین گوئی کا آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ چمکنے لگا کہ صلح حدیبیہ ایک ذلت آمیز معاہدہ نہیں تھا بلکہ یہ وہ فتح مبین تھی جو آئندہ ہونے والی تمام فتوحات کی کنجی تھی۔ جس سے فتوحات کے دروازے کھل گئے۔

## (۲۲۵) یہودی مغلوب ہوں گے

مدینہ منورہ اور اس کے اطراف کے یہودی بہت مالدار، بہت جنگجو اور نہایت جنگ باز تھے اور ان کو اپنی جنگی مہارت اور ہتھیاروں پر بڑا ناز اور بے حد گھنڈ تھا جنگ بدر میں کفار قریش کا حال سن کر ان یہودیوں نے مسلمانوں کو یہ طعنہ دیا کہ قریش چونکہ ماہر جنگ نہ تھے اور بے ڈھنگے تھے اس لیے مسلمانوں کے ہاتھ سے پٹ گئے اور شکست کھا گئے۔ اگر مسلمانوں کو ہم جنگ بازوں سے بالا پڑا تو ہم مسلمانوں کے چھکے چھڑا دیں گے اور ان کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ کر رکھ دیں گے اور واقعی صورت حال ایسی ہی تھی کہ کسی کی سیمو میں نہیں آسکتا تھا کہ مٹھی بھر کر زور اور نیتے مسلمانوں کی جماعت کبھی یہودی جیسی ہتھیار بند اور جنگ باز فوج کو مغلوب کر سکے گی اور مسلمانوں کو یہودیوں کی



جنگ سے نکر مندی کی ایک قدرتی بات تھی۔ لیکن اس حال و ماحول میں قرآن مجید نے اس پیشین گوئی کا اعلان فرمایا کہ یہودی لشکر ضرور پیٹھ پھیر دے گا۔ اور یقیناً مسلمان یہودیوں پر فتح یاب ہوں گے اور بہت پہلے یہ آیات نازل ہو گئیں کہ۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ لَكَانَ  
 خَيْرًا لَهُمْ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ  
 وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ه لَنْ يَغْرُبُوا  
 إِلَيْهِ إِذْ كَفَرُوا بَعَثْنَا تِلْكَ  
 يَوْمَ تَوَكَّدُوا الْآذَانَ ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ  
 ر پ ۴۔ آل عمران - آیت - (۱۱۰، ۱۱۱) نہ ہوگی۔

اگر اہل کتاب (یہودی) ایمان لاتے تو ان کا  
 بھلا تھا۔ ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ  
 کافروں تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے بحرستانے  
 کے اور اگر تم سے ٹرس گے تو تمہارے سامنے  
 سے پیٹھ پھیر دیں گے۔ پھر ان کی کوئی مدد

چنانچہ قرآن مجید کی یہ پیشین گوئی مکمل طریقے سے پوری ہوئی کہ یہودیوں کے  
 قبائل میں سے ”بنو قریظہ“ سب کے سب قتل ہو گئے۔ اور ”بنو نضیر“ جلا وطن کر دیئے  
 گئے اور ”خیبر“ کو مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ اور دنیا بھر میں اس وقت یہودیوں  
 کا کوئی مددگار نہیں ملا۔

## (۲۲۶) فتح مکہ کی پیشین گوئی

مکہ مکرمہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں اپنے یار  
 وفادار صدیق جان نثار کو ساتھ لے کر چھپتے ہوئے ”جبل ثور“ کے غار میں رونق افروز  
 ہوئے اور تین دن کے بعد غار سے نکل کر جس بے سرو سامانی کے عالم میں مدینہ منورہ  
 تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔ ان حالات میں بھلا کسی کو وہم گمان بھی ہو سکتا تھا  
 کہ رات کی تاریکی میں چھپتے ہوئے اور روتے ہوئے اپنے وطن عزیز مدینہ کو خیر باد کہنے  
 والا رسول ایک دن فاتح مکہ بن کر اپنے فاتحانہ جاہ و جلال کے ساتھ شہر مکہ میں اپنی  
 فتح مبین کا بیچم لہرائے گا۔ اور اس کے دشمنوں کی قلم فرسوح اس کے سامنے قیدی بن کر  
 دست بستہ سر جھکائے رزہ براندام کھڑی ہوگی۔ اور خدا کا رسول رحمت ان سب دشمنوں



سے بجائے سزا دینے اور انتقام لینے کے سب کو معاف کر کے اپنے رحم و کرم کے دامن رحمت میں سب کو پناہ دے دے گا۔ اور یہ سب دشمنان اسلام بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر اسلام کے بہترین جاں باز اور وفادار سپاہی بن جائیں گے۔

مگر ان حالات میں قرآن کریم نے فتح مکہ کی خوشخبری کی پیشین گوئی سنا کر سب کو حیرت میں ڈال دیا اور فتح مکہ سے بہت پہلے یہ آیتیں اتر پڑیں کہ:-

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ  
وَمَا آيَاتُ النَّاسِ يَدُ خَلْقٍ  
وَرَيْنِ اللَّهِ أَفْوَاجًا  
نَسَبُ مُحَمَّدٍ  
مَّا تَبَكَ وَاسْتَغْفِرُوهُ  
بِإِنَّهُ كَانَ  
تَوَّابًا

جب اللہ کی مدد اور فتح مکہ آئے۔ اور تم دیکھو کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو اسے حبیب اتم اپنے رب کی تعریف کرتے رہو اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش طلب کرو۔ بے شک

رپ ۳ - سورہ النصر - آیت (۱-۲-۳)

وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

چنانچہ ساری دنیا کو معلوم ہے کہ قرآن کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور ۱۰ سالہ عرصہ میں مکہ فتح ہو گیا۔ اور آپ فاتحانہ جاہ جلال کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ معظمہ سے تمام بتوں کو نکال کر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر کعبہ کی چھت پر آذان پڑھنے کا حکم دیا۔ اور عرب کے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حالانکہ اس سے پہلے اگادگالوگ اسلام میں داخل ہوا کرتے تھے۔

## (۲۲۷) قارن و روم وغیرہ کے فتح ہونے کی پیشین گوئی

قرآن مجید کی پیشین گوئیاں صرف انہیں لڑائیوں کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں رہیں جو حضور کی موجودگی میں ہوئیں۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلفاء راشدین کے دور خلافت میں سرب و جہم میں جو عظیم اور خون ریز لڑائیاں ہوئیں ان کے متعلق بھی قرآن کریم نے جو پیشین گوئیاں کر دی تھیں وہ بھی بالکل صحیح صحیح اور حرف بحرف پوری ہوئیں مسلمانوں کو روم و ایران کی زبردست حکومتوں سے جو زبردست اور خون ریز لڑائیاں لڑنی



پڑیں وہ تاریخ اسلام کے بہت زریں اور نمایاں واقعات ہیں قرآن مجید نے برسوں پہلے ان جنگوں کے نتائج کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہوئے ان لفظوں میں اعلان کر دیا تھا کہ ۱۔

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ  
سُدُّ عَوْنٍ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأٍ  
شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ  
رپ ۲۶۔ الفتح آیت ۱۲

جہاد میں پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں  
سے کہہ دو کہ منقریب تم کو ایک جنگجو قوم  
سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا تم ان سے  
لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

اس پیشین گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکومت ایران سے جنگ کرنے کے لیے فوجی بھرتی شروع کی اور اس لشکر کو ایران و روم کی جنگجو اقوام سے جنگ کرنی پڑی جس میں بعض جگہ خون ریز معرکے ہوئے اور بعض جگہوں کے کفار کلمہ پڑھ کر مشرک بہ اسلام ہو گئے۔ اور قرآن کی پیشین گوئیوں کی صداقت کا آفتاب چمکنے لگا۔

## (۲۲۸) جنگ خیبر میں کثیر مال کی پیشین گوئی

محرم ۱۰ھ میں جنگ خیبر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب روانہ ہوئے تو جنگ سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح اور کثیر مال غنیمت کی بشارت دے دی اور قرآن کی یہ پیشین گوئی آسمان سے نازل ہو گئی کہ:

وَعَدَ اللَّهُ مَنَّا مَنَ كَثِيرًا  
تَاخُذُ وَنَمَّا نَجْعَلُ لَكُمْ هَذِهِ  
كَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ  
اور اللہ نے تم مسلمانوں سے بہت سی غنیمتوں  
کا وعدہ کیا ہے جن کو تم لوگ لے لو گے۔ تو تمہیں یہ جلد  
غنیمت عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم  
سے روک دیئے۔  
رپ ۲۶۔ الفتح آیت ۲۰

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خیبر کو روانہ ہو گئے۔ تو خیبر والوں کے حلیف قبیلہ بنی اسد و غطفان کے کافروں نے ارادہ کیا کہ مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کے اہل و عیال کو لوٹ



لیں۔ مگر چانک اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ ان کے ہاتھ رک گئے اور وہ حملہ نہ کر سکے اور خیبر میں شدید جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح مبینہ حاصل ہوئی اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کو ملا۔ اور قرآن کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔

## (۲۲۹) مسلمانوں کو ایک دن شہنشاہی ملے گی

ہجرت کے بعد کفار مکہ جو شہ انتقام میں بالکل آپ سے باہر ہو گئے، اور جنگ بدر میں شکست کے بعد توجذبہ انتقام نے ان کو پاگل بنا ڈالا تھا۔ تمام قبائل عرب کو جو شہ دلا دلا کر مسلمانوں پر حملہ کر دینے کے لیے تیار کر دیا تھا۔ چنانچہ مسلسل آٹھ برس تک خون ریز لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں مسلمانوں کو تنگ دستی، فاقہ مستی، قتل و خون ریزی، ہنم قسم کی مصیبتوں کا سامنا رہا۔ مسلمان خوف و ہراس کے عالم میں راتوں کو جاگ جاگ کر وقت گزارتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ نبوت کا پیرہ دیا کرتے تھے۔ مسلمان ایسی پریشانیوں میں گھرے ہوئے تھے کہ ان کو ایک لمحہ کے لیے سکون و اطمینان نصیب نہیں تھا۔ لیکن عین اس پریشانی اور بے سروسامانی کے ماحول میں قرآن مجید نے مسلمانوں کو یہ پیشین گوئی سنائی کہ مسلمانوں کو دین و دنیا کی شہنشاہی کا تاج پہنایا جائے گا اور ان کو ایسی بادشاہی بلکہ شہنشاہی ملے گی کہ روئے زمین کے تمام بادشاہ ان مسلمانوں کے رعب و داب سے لرزہ بر اندام ہونے لگیں گے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دلکش اور شیریں لہجہ میں تلاوت فرمانا شروع کر دیا کہ:-

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ  
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ  
فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ  
مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ  
الَّذِي أَرَادُوا أَن يَنْتَهِبُوا  
فِيهِمْ خَوْفَهُمْ أَصَابًا

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو زمین کا خلیفہ (بادشاہ) بنائے گا جیسا کہ اس نے ان کے پہلے لوگوں کو خلیفہ (بادشاہ) بنایا تھا اور جو دین ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو مضبوط و مستحکم کر دے گا اور ضرور ان کے خوف



کو امن سے بدل دے گا۔

مسلمان جن ناموافق حالات اور پریشان کن کشمکش میں مبتلا تھے ان حالات میں خلافت ارض اور دین و دنیا کی شہنشاہی کی یہ عظیم بشارت انتہائی حیرت ناک خبر تھی بھلا کون تھا جو یہ سوچ سکتا تھا کہ مسلمانوں کا ایک مظلوم و بیگس گروہ جس کو کفار کے مظالم نے کچل ڈالا تھا اور اس نے سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر مدینہ آکر چند نیک بندوں کے زیر سایہ پناہ لی تھی اور اس کو یہاں آکر بھی سکون و اطمینان نصیب نہیں تھا بھلا ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اس گروہ کو ایسی حکومت اور شہنشاہی مل جائے گی کہ خدا کے آسمان کے نیچے اور خدا کی زمین پر خدا کے سوا کسی اور کا ڈرنہ ہوگا بلکہ ساری دنیا ان کے جاہ جلال سے ڈر کر لرزہ بر اندام رہے گی۔

مگر ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ قرآن کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور ان مسلمانوں نے شہنشاہ ہو کر دنیا پر اس طرح کامیاب حکومت کی کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام ترقی یافتہ حکومتوں کا شبیرازہ بکھر گیا اور تمام سلاطین عالم کی سلطانی کے پرچم عظمت اسلام کی شہنشاہی کے آگے سرنگوں ہو گئے کیا اب بھی کسی کو اس پیشین گوئی کی صداقت میں ہال کے کروڑوں حصہ کے برابر شک و شبہ ہو سکتا ہے؟ کہو ہرگز نہیں!

## (۲۳۰) اسلام مکمل ہو کر رہے گا!

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ جس دن سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ اسلام کا اعلان فرمایا۔ اسلام کے خلاف مخالفتوں کا ایسا عظیم طوفان کھڑا ہو گیا کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں مل سکتی کہ کسی تحریک کے خلاف مخالفتوں کے اتنے بڑے بڑے پہاڑ اٹھے آئے ہوں۔ مسلمانوں اور بانی اسلام کو جس قدر ستایا گیا اور ان پر جو جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ تاریخ عالم کے اوراق میں اتنا درد انگیز اور دل ہلا دینے والا کوئی صفحہ نہیں مل سکتا۔ خدا کی اتنی لمبی چوڑی زمین مسلمانوں کے لیے تنگ ہو کر رہ گئی خود بانی اسلام کا بائی کاٹ کیا گیا۔ ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ ان کے گلے میں پھندہ ڈال کر



گلا گھوٹا گیا۔ بار بار ان پر قاتلانہ حملے کیے گئے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں ان کا رہنا بلکہ چلنا پھرنا  
 دو بھر ہو گیا۔ اور آپ نے اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا۔ مسلمان اجماعاً کچھ عرصہ کچھ  
 مدینہ منورہ چلے گئے۔ پھر بھی سکون و اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ ان بڑے بڑے جارحانہ  
 فوجی حملے ہوئے۔ مرض اسلام اور مسلمانوں کی بے کسی اور کس مپرسی کی کوئی انتہا نہ  
 رہی۔ اس مایوسی و ناامیدی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں جب کہ اسلام کی زندگی کے  
 لیے رشتی کی کوئی کرن بھی کہیں نظر نہیں آتی تھی۔ بالکل ہی ناگماں قرآن مجید نے یہ حیرت  
 ناک بشارت سنائی کہ اور تمام دنیا کے سامنے بالکل ہی محیر العقول پیشین گوئی فرمائی  
 کہ۔

یُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ  
 بِأَنُورِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ  
 وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِي  
 أَسَّسَ مَسْجِدَ الْهَدْيِ وَ  
 دِينَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ  
 كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

(کفار) چاہتے تھے کہ اللہ کا نور (اسلام)  
 اپنے مومنوں سے بجھا دیں۔ اور اللہ کا  
 اپنا نور مکمل کرنا ہے اگرچہ کافر اس کو برامین  
 اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت  
 اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ کہ اسے سب  
 دینوں پر غالب کرے اگرچہ برامین مشرک  
 لوگ۔

(پ ۲۸ - الصف - آیت ۸-۹)

دنیا اس پیشین گوئی پر حیران تھی لیکن قرآن کی اس پیشین گوئی کی ہدایت کا  
 آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس طرح طلوع ہو گیا کہ۔

جہاں تاریک تھا، بالکل اندھیرا، سخت کالا تھا  
 کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا  
 اچانک نکلے ہو گیا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے یہاں  
 تک کہ آج دنیا کا کوئی گوشہ ایسا باقی نہیں ہے کہ جہاں اسلام کی روشنی نہ پھیلی ہو  
 آج زمین کے چپہ چپہ کا یہ حال ہے یہ



آنجا کہ بود نعرہ کفار و مشرکان  
اکنوں خروش نعرہ اللہ اکبر است

## ۲۸ چند قرآنی اعمال

چند قرآنی اعمال اس لیے درج کرتا ہوں کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے خود  
بھی ان سے فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ خَيْرُ  
النَّاسِ مَنْ نَبَّغَهُ النَّاسُ یعنی وہ بہترین آدمی ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔  
میں ان سب اعمال کی ہر سنی یا بند شریعت مسلمان کو اپنی سندوں کے ساتھ اجازت  
دیتا ہوں۔ ! عبدالمصطفیٰ الاعظمیٰ عفی عنہ

**دودھ پڑھنے، پیشاب اترنے کا علاج**  
اگر کنویں کا پانی گھٹ جائے تو اس آیت کو پاک ٹھیکری  
پر لکھ کر کنویں میں ڈال دیں۔ اگر عورت یا لکڑے بھینس  
بکری کلا دودھ گھٹ جائے یا کسی کا پیشاب بند ہو جائے تو کورے تانبے کے برتن پر لکھ  
کر پاک پانی سے دھو کر چند بار پلائیں۔

وَاِنَّ مِنَ الْجَبَارَةِ لَمَّا تَنْفَعُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَنْشَقُّ فَيُخْرِجُ مِنْهُ  
الْمَاءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَمْطُرُ مِنْ غَشِيَةِ اللّٰهِ وَاَللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ رَءِيفٌ اَبْرَارٌ ﴿۲۱﴾  
ناراض حاکم اس آیت کو تین مرتبہ پڑھ کر اپنے چہرے اور سینہ پر سھونک مار کر حاکم کے  
مہربان ہو سکتے جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ مہربان ہو جائے گا۔

كَمَا اتَيْنَهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَاَمَّا يَبْدُلُ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ كُفْرٍ مَا جَاءَتْهُ فَاِنَّ  
اللّٰهَ سَدِيْدٌ الْعِقَابِ ه ر پ۔ البقرة آیت ۲۱۱  
گم شدہ کے لیے جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو فوراً یہ آیت پڑھے۔  
رَبَّنَا اَنْتَ جَا مِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ خَلْفٍ



اس کے بعد سوا پڑھے۔ یا جامعۃ الناس لیومِ لَدَرْبِ فِیہِ اجْمَعُ بَیْنِی وَبَیْنِ صَالِکِی  
انشاء اللہ تعالیٰ گم شدہ چیز مل جائے گی۔ (اس عمل کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ  
میں روایت کیا ہے)

**برص، سفید داغ کا علاج** | ایک شخص نے کہی سے بیان کیا کہ مجھے برص ہو گیا اور میں شرم  
سے کسی کے پاس نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ میری ایک بزرگ سے ملاقات

ہوئی۔ انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنِّیْ قَدْ حَسُنْتُکُمْ سے مُؤْمِنِیْنَ  
تک پڑھ کر میرے منہ میں تمھوک دیا۔ تو اللہ نے مجھے شفا بخش دی (پ ۳۰)

آل عمران آیت ۴۹

**ہر مصیبت ٹلنے کے لیے** | حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ اس آیت کو بکثرت پڑھے ہر قسم  
کی مصیبت دور ہو جائے گی۔

**قید سے رہائی کے لیے** | جو کسی ظالم کی قید میں ہو تو اس آیت کو بکثرت پڑھے اور دعا  
مانگے غیب سے بہت جلد رہائی کا سامان ہو جائے گا۔

رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْیَةِ الظّٰلِمِ اَہْلُهَا ج وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ رِیْثًا  
وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِیْرًا۔ (رب السّاء۔ آیت ۶)

**نماز میں وسوسہ اور برے خواب دور ہوں** | اس آیت کو شیشہ یا سنگ مرمر کے بتن میں لکھ کر پانی  
سے دھو کر تین دن پانی لے۔ انشاء اللہ وسوسہ اور برے

خواب دفع ہو جائیں گے وَ اذْکُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَ مِیثَاقَهُ الَّذِیْ وَ  
اَتَقَّوْا بِہِ لَا وَاذْقُلْتُمْ سَمِیْعًا وَاطَعْنَ اٰذَانَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذٰتِ  
الصُّدُوْرِ ۶۔ (المائدہ آیت ۶)

**غلہ میں گھن بٹ لگے** | ان دونوں آیتوں کو لکھ کر غلہ میں رکھ دیں تو گھن، چوہوں  
کیڑوں سے غلہ اور سامان محفوظ رہے گا۔

لَعْنِ الَّذِیْنِ کَفَرُوْا سَے یُفْلَکُوْنَ تک (پ ۶ المائدہ آیت ۷۸، ۷۹)



ظالموں، کافروں کی بربادی کیلئے  
فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
تک دونوں آیتوں کو کسی ذبح کیے ہوئے جانور کی ہڈی پر لکھ کر ہڈی کو چور چور کر کے اس کے گھر میں ڈال دیں بہت جلد برباد ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ (یہ آیت پارہ ۷، سورہ النعام میں آیت ۲۴، ۲۵) ہے۔

خواب میں کسی کا حال دیکھنے کے لیے  
وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ مِنْ آسْرَةِ الْعَالَمِينَ  
رپ، الانعام آیت ۵۹-۶۰-۶۱-۶۲

ان آیتوں کو کسی سوتی کپڑے پر لکھ کر سر ہانے رکھیں اور با وضو سو رہیں تو خواب میں اس شخص کا حال نظر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ڈاڑھ کا درد دفع ہو  
بِكُلِّ بِنَاءٍ مُسْتَقَرٍّ وَسَوْتٍ تَعْلَمُونَ كَوَافِرٍ لَكُمْ تَعْوِذُ بِنَائِهِ  
اور تعویذ ڈاڑھ کے نیچے دبائے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد درد ختم ہو جائے گا

ہر حاجت پوری ہو  
وَمِنْ آيَاتِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ  
وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ رپ، الانعام۔ آیت ۱۸۷

اس آیت کو پڑھ کر ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قبا عذاب النار کو گیارہ مرتبہ پڑھے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِعِزَّةِ الْاَوْلِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَبِعِزَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اِقْضِ حَاجَتِيْ يَا فَاضِلَ الْحَاجَاتِ انشاء اللہ تعالیٰ ہر جائز حاجت پوری ہو جائے گی۔ دن یا بیس دن یا چالیس دن یہ عمل کرے

سانپ بچھو وغیرہ سے امان  
اَقَامِنِ اَهْلَ الْقُرَىٰ اَنْ يَّاتِيَهُمْ بَأْسًا بَيَاتًا  
وَهُمْ نَائِمُونَ ه اَوَامِنِ اَهْلَ الْقُرَىٰ اَنْ يَّاتِيَهُمْ

بَأْسًا مِّنِّيْ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ه اَقَامِنُوْا مَكْرًا لِّلّٰهِ جَهَنَّمَ يَا مَنْ مَكْرًا لِّلّٰهِ الْاَنْعَامُ  
الْخَيْرُونَ ه رپ، الاعراف آیت ۹۷، ۹۸، ۹۹

محرّم کی پہلی تاریخ کو ان تینوں آیتوں کو کاغذ پر لکھ کر اور پانی سے دھو کر جس گھر کے گوشوں میں چھوڑ دیا جائے وہ سانپ بچھو اور تمام موزی جانوروں سے سلامت







جادو کے اتار کے لیے بہت مجرب ہے۔ جس پر جادو کیا گیا ہو ان آیتوں کو کاغذ پر لکھ کر  
تعوید بنا کر گلے میں پہنائیں۔ یا چینی کی طشتری پر زعفران سے لکھ کر اور دھو کر پلائیں۔ انشاء اللہ  
تعالیٰ جادو اتر جائے گا۔

**حفاظت حمل** | اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامَ وَمَا تَزْوَادُ  
وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ (پ ۱۳ - الرعد - آیت ۸)

اگر حمل گیر جانے کا اندیشہ ہو یا حمل نہ ٹھہرتا ہو تو اس آیت کو زعفران سے کاغذ پر لکھ  
کر اور تعوید بنا کر کریں باندھیں اور تعوید پٹری پر رقم کے اوپر دے ہے۔ حمل گرنے سے انشاء  
اللہ تعالیٰ محفوظ رہے گا اور اس کی برکت سے حمل ٹھہر جائے گا۔  
**بانجھ عورت کیلئے** | وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ بِهِ  
الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَةٌ بِهِ السَّمَوَاتُ لَإِذًا لَلِذِينَ كَفَرُوا بِهِمْ أُولُو الْقُرْبَىٰ

(پ ۱۳ - الرعد - آیت ۲۱)

بانجھ عورت کے لیے ہرن کی جھلی پر گلاب و زعفران سے با وضو لکھ کر تعوید بنا کر گلے میں  
پہنائیں۔

**اولاد کے لیے** | جس شخص کو اولاد سے مایوسی ہو وہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ یہ آیت پڑھ  
لیا کرے۔ انشاء اللہ جلد ہی صاحب اولاد ہو جائے گا۔ آیت یہ ہے۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (پ ۱۷ - الانبیاء - آیت ۸۹)  
**اولاد زندہ رہے** | جس عورت کے اولاد زندہ نہ رہتی ہو وہ کالی مرجح اور اجوائن پر دو  
شنبہ کے دن چالیس مرتبہ سورہ الشمس پڑھے اور درود شریف پڑھ کر شروع کرے اور  
درود شریف ہی پر ختم کرے۔ ہر روز اس میں سے ایک چنگی حمل کے زمانے سے دو روز  
چھڑانے تک عورت کھایا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اولاد زندہ رہے گی۔

**آسانی ولادت** | جو عورت درد زہ میں مبتلا ہو یہ آیت کاغذ پر لکھ کر تعوید بنا کر کریں  
باندھیں۔ پیدائش میں انشاء اللہ تعالیٰ آسانی ہوگی۔ آیت یہ ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِن لَّسَّمَوْتَ وَالْأَرْضَ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَاءَاتِهِمْ وَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَقْسَىٰ



مِنَ الْمَاءِ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ أَقْلًا يُؤْمِنُونَ •

رپ ۱۷- الانبیاء - آیت - ۳۰)

**بچے کا دودھ چھڑانا** جس بچے کا دودھ چھڑانا منظور ہو۔ سورہ البروج کاغذ پر لکھ کر گلے میں تعویذ پہنائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔

**بیوی کے دیندار ہو جائیں** جو شخص ہر نماز کے نماز اس آیت کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اس کے بچے اور بیوی سب انشاء اللہ دیندار ہو جائیں گے۔ آیت یہ ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتًا قَرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا •

رپ ۱۹- الفرقان آیت ۷۲)

**زہریلے جانور کا زہر اتر جائے** اگر کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہو تو جہاں کاٹا ہو اس کے گرد انگلی گھماتا ہوا ایک سانس میں سات بار واذا بطشتہ بطشتہم جب آریں پڑھ کر پھونک ماسے انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔

(رپ ۱۹- الشعراء - آیت - ۱۳۰)

**چیونٹیوں کو بھگانا** اگر چیونٹیوں کی کثرت ہو تو یہ آیت کاغذ پر لکھ کر چیونٹیوں کے سوراخ کے پاس رکھ دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب چیونٹیاں بل میں چلی جائیں گی۔ آیت یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٌ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ • (رپ - النمل ۱۸)

**دیمک سے حفاظت** اگر کسی ذخیرہ کی کوئی چیز پر سورہ تھنیف پڑھ دی جائے تو انشاء اللہ اعلیٰ اس میں دیمک نہیں لگے گی۔

**تیر و تلوار سے حفاظت** سورہ ہمد کاغذ پر لکھ کر گلے میں تعویذ بنا کر پہن لیں۔ تو تیر و تلوار کا زخم انشاء اللہ تعالیٰ نہیں لگے گا۔

**نظر بدارت جائے** جب کسی پر نظر کا اثر معلوم ہو تو یہ دونوں آیتیں تین بار پڑھ کر پھونک ماریں۔ آیتیں یہ ہیں۔

وَإِنْ يُكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيَْلْفُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ



إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۚ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

رپ ۲۹ - القلو آیت ۵۱-۵۲

حضرت خواجہ حسن بھری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ نظر بد کے لیے بید مفید ہے۔

**ضعف بصارت** | فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ

حَدِيثٌ ۝ (رپ ۲۶ ق آیت ۲۲)

اس آیت کو ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھ کر انگلی پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرے۔ انشاء

اللہ تعالیٰ بصارت میں کمی نہ ہوگی، بلکہ جس قدر کمی ہوگی سوگی وہ بھی ٹھیک ہو جائے گی۔

**نظر کبھی کم نہ ہو** | جو وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھ کر ایک مرتبہ سورہ اِنَّا أَنْزَلْنَاهَا

پڑھ لیا کرے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی بینائی میں کبھی کمی نہیں ہوگی۔

**لقوہ کا علاج** | لوہے کے برتن پر سورہ اِذَا زُلْزِلَتْ الْأَرْضُ لَكَهْكَرًا اور اس کو

دھو کر برابر پلاتے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ شفا حاصل ہوگی۔

**پتھری کا علاج** | سورہ الْمُنَشَّرِخِ زعفران سے چینی کی طشتری پر لکھ کر اور

دھو کر پینا۔ پتھری کو ریزہ ریزہ کر کے نکال دیتا ہے اور درد دل

اور دردِ مثانہ کو بھی مفید ہے۔

**باؤ لے کتے کے** | **كَانَتْ كَالْعِلَاقِ** | **إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۚ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۚ فَمِثْلَ الْكَافِرِينَ أَمْهَلُهُمْ**

رُؤْيَا ۚ ۲۰ - الطارق آیت ۱۵-۱۶-۱۷

ان آیتوں کو چالیس بکٹ پر لکھ کر روزانہ صبح کو ایک بکٹ کھلائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتے کا اثر اتر جائے گا۔

اور اگر کسی کے مکان میں جن ہوں یا پتھر آتے ہوں تو چار کیلوں پتھر پچیس پچیس

مرتبہ پڑھ کر دم کر کے پھر ان چاروں کیلوں کو مکان کے چار کونوں میں گاڑ دیں۔

**احتلام کی حفاظت** | سورہ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ شروع سے وَلَا نَاهِرُ تَك

پڑھ کر سینہ پر دم کر کے سوئے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ احتلام سے حفاظت رہے گی۔



رَايَعِدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُونَ ه کی آیت در سردالے سر پر  
بار بار پڑھ کر دم کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ درد سر جا تا رہے گا۔ رپ

درد سر کے لیے

۲۷۔ الواقعہ۔ آیت ۱۱)

بستر پر بیٹ کر بار بار یہ آیت پڑھے اور درد شریف بھی پڑھے۔ تو  
انشاء اللہ تعالیٰ بہت اچھی نیند آجائے گی۔

بے خوابی کے لیے

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ  
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (رپ ۲۲۔ احزاب آیت ۵۶)  
پھر درد شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَبَارِكْ  
وَسَلِّمْ پڑھے۔

جس پر آسیب آتا ہو سورہ جن پڑھ کر اس پر پھونک ماریں اور  
سورہ جن کاغذ پر لکھ کر تعویذ بنا کر اس کے گلے میں پہنائیں انشاء

آسیب دفع ہو جائے

اللہ تعالیٰ آسیب بھاگ جائے گا۔ (سورہ جن پارہ ۲۹)

جس کی آنکھوں میں آشوب اور سرخی ہو وہ اس کہیت کو پڑھ کر  
دم کرے انشاء اللہ تعالیٰ آشوب جلد اچھا ہو جائے گا۔ اللہ

آشوب چشم کے لیے

نور السموات سے بغیر حساب تک پڑھیں رپ ۱۸۔ انور آیت ۲۵ تا ۳۸

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا فَيَذَرُهَا  
قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرَى فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا

پھوڑا پھنسی کیلئے

رپ ۱۶۔ طہ آیت ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷

ان آیتوں کو پاک صاف برتن میں لکھ کر روغن بنفشہ سے دھو کر پھوڑے پھنسی پر لیں۔ انشاء

اللہ تعالیٰ جلد شفا حاصل ہوگی۔

رَبِّ اشْرَخِي صَدْرِي. وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي. وَأَخْلِلْ عِقْدًا  
مِنْ لِسَانِي. يَفْقَهُوا قَوْلِي ه

ترقی دہن و حافظہ کیلئے

رپ ۱۶۔ طہ آیت ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸



ان آیتوں کو بعد نماز فجر روزانہ اکیس مرتبہ پڑھ کر سینہ پر پھونک ماریں اور پانی پر پھونک کر پی لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ذہن و حافظہ اور علم میں ترقی ہوگی۔

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يُزِيقُ مَنْ يَشَاءُ حَ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ  
 روزی میں ترقی

(پ ۲۵ - الثوری ایت ۱۹)

ہر نماز کے بعد کثرت سے پڑھا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ رزق میں زیادتی ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص سورہ  
 فاقم سے نجات

«الواقعه» ہر رات پڑھا کرے اس کو عمر بھر کبھی فاقم نہ ہوگا۔ (پ ۱)  
 قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلْعًا عَلَىٰ اِبْرَاهِيمَ ر ۱۰ - الانبیاء  
 بخار کا تعویذ

آیت ۶۹ کاغذ پر لکھ کر تعویذ بنا کر گلے میں ڈالیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بخار

جاتا رہے گا۔

سفر میں جاتے آتے وقت یہ آیت پڑھے؛ انشاء اللہ تعالیٰ  
 سفر میں عزت و سلامتی

سلا متی اور عزت لے گی۔  
 رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ  
 لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ر ۱۵ - بنی اسرائیل - آیت ۸۰

سات کنکروں پر سورہ «الضحیٰ» پڑھ کر آگ میں پھینک دے  
 آگ بجھانے کا عمل

انشاء اللہ تعالیٰ آگ بجھ جائے گی۔ (پارہ ۳۰)  
 مَيِّهَةً مِّنَ الْجَمْعِ وَاَلْوَنُ الذُّبُرُ ر ۲۰ - القمر  
 دشمنوں کی شکست کے لیے

آیت ۲۵ اس کو مٹی پر پڑھ کر اور پھونک مار کر دشمن کی جماعت  
 پر پھینک دے۔ دشمن شکست کھا کر بھاگ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اگر کسی جگہ خزانہ دفن ہونے کا شبہ ہو اور معلوم کرنا ہو تو ایک کاغذ  
 و فینہ معلوم کرنے کا عمل

پر یہ آیتیں لکھیں۔  
 وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلٌ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهٖ الرُّوْحُ الرَّمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ  
 يَنْكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ



أَدَلَّمْ يَكُنْ تَهْمًا يَدَةً أَنْ يَبْلُغَكُمْ عِلْمًا وَبَنِي إِسْرَائِيلَ -

رپ ۱۹ - الشعراء آیت ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸

پھر نابالغ رطلی کے کاتے ہوئے سوت کے کپڑے میں اس پرچہ کو موڑ کر سی لیں۔ پھر اس کو ایک سفید تاجدار مرغ کے بازو میں باندھ دیں اور التوار کے دن زوالِ آفتاب کے وقت اس مرغ کو شبہ کی جگہ چھوڑ دیں یہ مرغ خزانہ کی جگہ جا کھڑا ہو گا اور چونچ اور پنجوں سے زمین کریدے گا۔

**کشتی کی سلامتی کے لیے** | کشتی پر سوار ہوتے وقت ان آیتوں کو پڑھ لیں۔ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ

الَّذِي بَيْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ - وَقُلْ رَبِّ انزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ رپ ۱۸ - المؤمنون آیت ۲۸ - ۲۹

انشاء اللہ تعالیٰ کشتی سب آفتوں سے محفوظ رہے گی۔

**بارش کے لیے** | جب بارش بالکل نہ ہو اور قحط کا اندیشہ ہو جائے تو اس آیت کو با وضو لکھ کر کسی درخت کی اونچی شاخ میں لٹکادیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بارش ہونے

لگے گی آیت یہ ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ مَّ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ

الْحَمِيدُ رپ ۲۵ - الثوری آیت ۲۸

**ماشاء اللہ کے فوائد** | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت دی ہو اور وہ ہمیشہ "ماشاء اللہ" نعمت کو دیکھ کر پڑھنا

رہے۔ تو سوائے موت کے وہ نعمت سب آفتوں سے محفوظ رہے گی۔

## قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت

قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے کی بڑی فضیلت ہے اور اس کا اجر و ثواب بہت بڑا ہے قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس پر اسلام و احکام دین کا دار و مدار ہے۔ اس کو پڑھتے اور پڑھانے رہتا یقیناً خدا تک پہنچنے اور اس کا مقرب بندہ بننے کے لیے بہت بڑا ذریعہ ہے۔



اس کے متعلق چند حدیثیں تحریر کی جاتی ہیں۔ ان کو خاص طور پر نظر میں رکھیے۔

حدیث ۱: صحیح بخاری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جو قرآن پڑھنے میں ماہر ہے وہ گرامر کا تہی کے ساتھ ہے اور جو شخص رُک رُک کر قرآن پڑھتا ہے اور اس کو قرآن پڑھنا دشوار ہے یعنی اس کی زبان آسانی سے نہیں چلتی اور وہ مشقت کے ساتھ قرآن کے الفاظ کو ادا کرتا ہے تو اس کو دو گنا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۳)

حدیث ۳: ترمذی و دارمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی کتاب (قرآن) کا ایک حرف پڑھے گا اس کو ایک نیکی ملے گی جو دس نیکیوں کے برابر ہوگی میں یہ نہیں کہتا کہ آتہ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام دو حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے (مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تو اس کو تیسری نیکیاں ملیں گی کیوں کہ اس نے قرآن کے تین حرفوں کو پڑھ لیا) (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷)

حدیث ۴: سنن ابوداؤد میں حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کیا تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج سے اچھی ہے۔ اگر وہ تمہارے گھروں میں ہوتا تو خود عمل کرنے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ (مطلب یہ ہے کہ جب قرآن پڑھنے والے کے ماں باپ کو قیامت میں ایسا تاج پہنایا جائے گا تو پھر تم سوچو کہ خود قرآن پڑھنے والے اور قرآن پر عمل کرنے والے کو کتنا عظیم اجر و ثواب اور کتنا بلند اعزاز و اکرام ملے گا)

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷)

حدیث ۵: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال نرنج جیسی ہے کہ خوشبو بھی اچھی ہے اور مزہ بھی اچھا ہے۔ اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا وہ کھجور کے مثل ہے کہ اس میں خوشبو نہیں لیکن مزہ شیریں ہے اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا وہ اندلٹن کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو نہیں اور مزہ کڑوا ہے اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے وہ پھول کے مثل ہے کہ اس میں خوشبو ہے اور مزہ کڑوا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۴)

حدیث ۷: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھا جا اور رخت میں پڑھا جا۔ اور تریل کے ساتھ پڑھ جس طرح تو دنیا میں تریل کے ساتھ پڑھتا تھا۔ تیری منزل آخری آیت جو تو پڑھے گا وہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و ابو داؤد و ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۶)

حدیث ۸: ترمذی و دارمی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس کو قرآن نے میرے ذکر اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھا اسے میں اس سے بہتر دوں گا۔ جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں اور کلام اللہ عزوجل کی فضیلت دوسرے کلاموں پر دیسی ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی مخلوق پر ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۶)

حدیث ۹: ترمذی و دارمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے سینہ میں کچھ بھی قرآن نہ ہو اس کی مثال اس گھر جیسی ہے جو دیران اور اجاڑ ہو۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۶)

حدیث ۱۰: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن کو پڑھا اور اس کو یاد کر لیا اور اس کے عدل کو عدل سمجھا اور اس کے حرام کو حرام جانا تو اس کے گھر والوں میں سے دس شخصوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ جن پر جہنم واجب ہو چکا تھا۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷)



حدیث ۷۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن سیکھو اور پڑھو۔ جس نے قرآن سیکھا اور پڑھا اور اس کے ساتھ رات میں نماز کے اندر قیام کیا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسی مشک کی بھری ہوئی تھیلی جس کی خوشبو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے اور جس نے قرآن کو سیکھا اور سوتا رہا۔ یعنی قیام اللیل نہیں کیا اس کی مثال وہ تھیلی ہے جس میں مشک بھری ہوئی ہے اور اس کا منہ پاندھ دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷)

حدیث ۷۲: بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے تو لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس کی قلعی کس چیز سے ہوگی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کثرت سے موت کو یاد کرنے اور قرآن کی تلاوت کرنے سے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۹)

حدیث ۷۳: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ قرآن پڑھو کیوں کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفاعت کرنے والا بن کر آئے گا۔ دو چکدار سورتیں سورۃ بقرہ و سورۃ آل عمران پڑھو۔ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی گو یا دو باطل ہیں یا دو سائبان ہیں۔ یا صدف بستہ پرندوں کی دو جماعتیں ہیں یا دو وہ دونوں اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔ سورۃ بقرہ کو یاد کر لو کہ اس کا یاد کر لینا برکت ہے اور اس کو چھوڑ دینا حسرت ہے اور اہل باطل اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۴)

حدیث ۷۴: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے ابو المنذر ریبہ ابی بن کعب کی کنیت ہے تمہارے پاس قرآن کی سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ و رسول اعلم ہیں۔ حضور نے فرمایا اے ابو المنذر! تمہیں معلوم ہے کہ قرآن کی کونسی آیت تمہارے پاس سب سے بڑی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ و تعالیٰ الاھودا لھدی القیوف و ربیعہ یعنی آیتہ الکرسی تو حضور نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اسے ابو المنذر! تم کو علم مبارک ہو۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۵)

حدیث ۷۵: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اس



درمیان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو اپنے اوپر ایک زوردار کھٹکا ٹٹا۔ تو اپنا سر اوپر اٹھا کر کہا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے۔ جو آج ہی کھولا گیا ہے آج سے پہلے یہ کبھی نہیں کھولا گیا تھا تو اس دروازے سے ایک فرشتہ زمین پر اترا جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا تو اس فرشتہ نے سلام کیا۔ پھر کہا کہ آپ ایسے دونوں کی خوشخبری قبول فرمائیے کہ آپ سے پہلے کسی نبی کو یہ دونوں نوریں دیئے گئے۔ ایک فاتحہ الکتاب دوسرے سورہ بقرہ کی آخری آیتیں کہ آپ ان میں سے جس ٹکڑے کو چاہیں گے وہ آپ کو عطا کیا جائے گا یہ مسلم کی حدیث ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۵)

حدیث ۱۵: صحیح مسلم میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سورہ کہف کے شروع کی دس آیتیں زبانی یاد کر لے وہ دجلی کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۵)

حدیث ۱۶: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کے لیے دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورہ یٰسین ہے جو اس کو ایک مرتبہ پڑھے گا اس کے لیے دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ اس حدیث کو ترمذی و دارمی نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۷)

حدیث ۱۷: حضرت ابن عباس و حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ إِذَا زُلْزِلَتْ نصف قرآن کے برابر ہے اور سورہ نَلَّ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۸ بحوالہ ترمذی)

حدیث ۱۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے اندر قرآن پڑھنا غیر نماز میں قرآن پڑھنے سے افضل ہے اور غیر نماز میں قرآن پڑھنا تسبیح و تحمیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۸)

حدیث ۱۹: عثمان بن عبد اللہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغیر قرآن کی جلد میں دیکھے ہوئے (زبانی) قرآن پڑھنا ایک ہزار



درجہ رکھتا ہے اور قرآن کی جلد میں دیکھ کر قرآن پڑھنے کا دوا ہزار درجہ ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۹

حدیث منہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک ہزار آیتوں کے روزانہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ تو لوگوں نے عرض کیا کہ کون طاقت رکھے گا کہ روزانہ ایک ہزار آیتوں کو پڑھے؟ تو حضور نے یہ فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ "اللہم انکثر" پڑھے یعنی ایک مرتبہ سورہ "اللہم انکثر" پڑھ لینے سے ایک ہزار آیتوں کو پڑھ لینے کا ثواب مل جائے گا۔ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۰

ان کے علاوہ دوسری بہت سی آیتیں اور حدیثیں قرآن مجید کی تلاوت کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں۔ مگر ہم نے بغرض اختصار انہیں بیس حدیثوں کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور سب مسلمانوں کو بجزرت تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن مجید کی برکتوں سے دونوں جہان میں سرفراز فرمائے۔

اٰمین بحرمتہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ

۱ جمعین الی یوم الدین۔

## قرآن مجید کے آداب

مسئلہ ۱: جنب اور حیض و نفاس والی عورت جب تک یہ لوگ غسل کر کے پاک نہ ہو جائیں ان کے لیے قرآن مجید کو پڑھنا اور چھونا حرام ہے۔ (علامہ کتب فقہ)

مسئلہ ۲: بلا وضو کے قرآن مجید، تفسیر کی کتابوں، اور قرآن مجید کی کسی آیت کو چھونا حرام ہے۔

مسئلہ ۳: قرآن مجید پر اور اس کی جلد پر چاندی سونے کا پانی چڑھانا جائز ہے کہ اس سے عوام کی نظروں میں قرآن مجید کی عظمت پیدا ہوتی ہے اسی طرح قرآن مجید میں زبرد زبرد اور پیش و جزم اور لفظوں کا لگانا بھی مستحب ہے کیوں کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو اکثر لوگ قرآن مجید



کو صحیح نہ پڑھ سکیں گے۔ اسی طرح آیت سجدہ پر سجدہ لکھنا اور وقت کی علامت لکھنا اور آیتوں پر گنتی کا نشان لگانا بھی جائز ہے (در مختار، رد المختار)

اس زمانے میں قرآن کے تراجم بھی چھپوانے کا رواج ہے اگر ترجمہ صحیح ہو تو قرآن مجید کے ساتھ ترجمہ چھپوانے میں کوئی عوج نہیں۔ اس لیے کہ اس سے آیت کا ترجمہ جانتے میں سہولت ہوتی ہے مگر تبہا ترجمہ نہیں چھاپنا چاہیے۔

مسئلہ ۵: قرآن مجید کی کتابت و طباعت نہایت خوبصورت، خوشنظر اور واضح لفظوں میں کی جائے۔ کاغذ بھی بہت اچھا اور روشنائی بھی خوب اچھی ہو کہ دیکھنے میں صیلا معلوم ہو۔ (در مختار، رد المختار) بعض مطابع والے نہایت معمولی کاغذ پر بہت خراب روشنائی سے قرآن شریف چھاپ دیتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ اس میں قرآن عظیم کی بے حرمتی ہے۔

مسئلہ ۶: قرآن مجید کا حجم بہت چھوٹا کرنا مکروہ ہے (در مختار) مثلاً آجکل بعض مطبع والوں نے تنویری قرآن چھپوائے ہیں جن کا قلم اتنا باریک ہے کہ پڑھنے میں نہیں آتا بلکہ حائل بھی نہیں چھپوانا چاہیے کہ اس کا حجم بھی بہت کم ہوتا ہے جس سے عوام کی نظروں میں قرآن مجید کی عظمت کم ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ۷: قرآن مجید بہت بوسیدہ ہو گیا۔ اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہو جائیں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کی لحد بنائی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ قرآن شریف پٹھا ہوا ہو یا بہت بوسیدہ اور کمزور ہو گیا ہو تو اسے جلدیا نہ جائے (عالمگیری)

مسئلہ ۸: لغت اور نحو صرف اور معانی و بیان کی کتابوں کا ایک ہی درجہ ہے ان میں سے جس کو چاہیں اور نیچے رکھیں مگر فقہ و حدیث و مواظب کا درجہ بلند ہے۔ لہذا ان کتابوں کو لغت وغیرہ سے اوپر رکھیں اور تفسیر کی کتابوں کو ان سب کے اوپر رکھیں اور قرآن مجید کو سب کتابوں سے اوپر رکھیں اور قرآن شریف کے اوپر کچھ بھی نہ رکھیں اور قرآن شریف پر عمدہ کپڑے کا غلاف چڑھائے رکھیں تاکہ اس کی عظمت کا اظہار ہو اور بلا و ضوائس کو اٹھا سکیں۔ (عالمگیری)



مسئلہ ۷: کسی نے محض خیر و برکت کے لیے اپنے گھر میں قرآن مجید رکھا ہے۔ اس میں تلاوت نہیں کرتا تو کوئی گناہ نہیں۔ بلکہ وہ اپنی نیک نیتی کی وجہ سے ثواب پائے گا۔

مسئلہ ۸: قرآن مجید پڑھا تو ہمیں کے قصد سے کسی نے پاؤں رکھ دیا یا بقصد توہین زمین پر ٹپک دیا تو کافر ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۹: جس گھر میں قرآن شریف رکھا ہو اس گھر میں اپنی بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے جب کہ قرآن مجید پر پردہ پڑا ہو۔

مسئلہ ۱۰: قرآن مجید کو نہایت اچھی آواز سے پڑھنا چاہیے اسی طرح اذان میں خوش گلوئی سے کام لے۔ یعنی اگر آواز اچھی نہ ہو تو آواز بنانے کی کوشش کرے۔ مگر لہجے کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنا کہ حروف میں کمی بیشی ہو جائے، جیسے گانے والے کیا کرتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ قرآن پڑھنے میں تجوید کے قاعدوں کی پابندی کرے اور ہرگز حروف میں کمی بیشی نہ کرے۔ (رد المحتار، رد المحتار)

مسئلہ ۱۱: قرآن شریف کو معروف و شاذ دونوں قراءتوں میں ایک ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اور فقط قرات شاذہ کے ساتھ پڑھنا بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے (رد المحتار، رد المحتار) بلکہ عوام کے سامنے وہی قرات پڑھی جائے جو وہاں رائج ہو۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ لوگ اپنی ناواقفگی کی وجہ سے انکار کر بیٹھیں۔

مسئلہ ۱۲: مسلمانوں میں یہ دستور ہے کہ قرآن شریف پڑھتے وقت اٹھ کر کہیں جاتے ہیں تو بند کر دیتے ہیں۔ کھلا ہوا چھوڑ کر نہیں جاتے یہ اچھا ہے کہ یہ ادب کی بات ہے مگر بعض لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ اگر قرآن شریف کھلا ہوا چھوڑ دیا جائے تو شیطان پڑھے گا۔ یہ غلط ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۳: لیٹ کر قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ پاؤں سمیٹے ہوئے اور منہ کھلا ہوا ہو۔ یونہی چلنے اور کام کرنے کی حالت میں بھی تلاوت جائز ہے۔ جب کہ دل نہ ہٹے۔ ورنہ مکروہ ہے۔



مسئلہ ۱۵: مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے تلاوت نہ کریں۔ اکثر بیچوں میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھنے میں یہ حرام ہے۔ اگر چند آدمی ایک جگہ ایک ساتھ تلاوت کر رہے ہوں تو حکم ہے کہ سب آہستہ پڑھیں کیوں کہ جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو حاضرین پر اس کا سنا فرض ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۱۶: قرآن مجید پڑھ کر بھلا دینا گناہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے ثواب میرے سامنے پیش کئے گئے۔ یہاں تک کہ تم کا جو مسجد سے کوئی آدمی نکال دیتا ہے اور میری امت کے گناہ مجھ پر پیش کئے گئے تو اس سے بڑھ کر میں نے کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ آدمی کو کوئی سورۃ یا آیت یاد ہوگئی اور اس کو اس نے بھلا دیا۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جو قرآن مجید پڑھ کر بھول جائے وہ قیامت کے دن کوڑھی ہو کر آئے گا۔ اس حدیث کو ابو داؤد، دارمی نے روایت کیا ہے اور قرآن مجید میں ہے کہ اندھا ہو کر اٹھے گا۔

مسئلہ ۱۷: قرآن مجید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیچھ نہ کی جائے نہ اس کی طرف پاؤں پھیلائے جائیں نہ پاؤں کو اس سے اونچا کریں اور نہ یہ کہ خود اونچی جگہ ہوں اور قرآن نیچے ہو۔

مسئلہ ۱۸: قرآن مجید کو خیزدان یا غلاف میں رکھنا ادب ہے اور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے سے اس پر مسلمانوں کا عمل ہے۔

مسئلہ ۱۹: جس کاغذ پر قرآن مجید کی کوئی آیت لکھی ہو یا اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو اس پر کوئی دوسری چیز لکھنا مکروہ ہے۔ جس تحصیل پر برکت کے لیے خداوند تعالیٰ کے نام لکھے ہوئے ہوں اس میں روپیہ پیسہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۰: اشتہاروں اور کلنڈروں پر قرآن مجید کی آیتوں کو چھاپنا منع ہے کیوں کہ عموماً ان کو دیواروں پر چسپاں آویزاں کیا جاتا ہے۔ جس پر پھسکی وغیرہ بیٹ کر دیا گوتی ہیں پھر لوگ بلا وضو ان کو چھوتے رہتے ہیں اور اکثر یہ بیٹ کر پاک و ناپاک جگہوں پر گرتے رہتے ہیں جس سے قرآنی آیتوں کی بے حرمتی ہوتی رہتی ہے۔



مسئلہ ۲۱: نئے قلم کا تراشہ ادھر ادھر پھینک سکتے ہیں مگر مستعمل قلموں کے تراشوں اور ان قلموں کو احتیاط کی جگہوں میں رکھنا چاہیے ادھر ادھر پھینک دینا نہیں چاہیے کیونکہ قلم آگہ کتابت ہے۔ اسی لیے ایک لائق تعظیم چیز ہے۔ ایسی جگہ نہ ڈال دی جائے کہ احترام کے خلاف ہو۔

مسئلہ ۲۲: کھانے کے بعد ہاتھوں اور انگلیوں کو کاغذ سے پونچھا کر وہ ہے (مالیگی) مسئلہ ۲۳: مکتبوں اور مدارس میں قاعدوں پاروں اور کاپیوں کے پھٹے ہوئے اوراق و کاغذات ادھر ادھر بکھرے پڑے رہتے ہیں جو پیروں سے روندے جاتے ہیں اور تھپڑوں گا کر کوڑا پھینکنے کی جگہوں میں پھینک دیئے جاتے ہیں یہ ممنوع اور گناہ کی باتیں ہیں۔ مکتبوں میں چند تھولے ضرور ٹکادینے چاہئیں تاکہ بچے اوراق کے ٹکڑوں کو ان میں ڈالتے رہیں اور پھر ان کو پاک جگہ میں احتیاط سے دفن کر دیا جائے۔ اسی طرح اوراق کتاب و قرآن اور لکھے ہوئے کاغذات کی بے ادبی نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲۴: قرآن مجید اذان سے پڑھنا افضل ہے جب کہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ پڑے یا کسی مریض یا سوتے آدمی کو ایذا نہ پہنچے۔

مسئلہ ۲۵: دیواروں، یا مسجد کی محرابوں یا قبروں پر قرآن مجید کی آیتوں کو لکھنا اچھا نہیں اور قرآن مجید کو سونے چاندی کے پانی سے مزین کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ بہ نیت تعظیم سقیم ہے (غیبیہ)

## قرآن مجید کے متعلق بعض خاص عقائد

عقیدہ: بچوں کو دین اسلام ہمیشہ باقی رہنے والا دین ہے۔ لہذا قرآن عظیم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا اور بھیج ہم ضرور اس کے نگہبان ہیں لہذا یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ قرآن میں کوئی حرف یا کسی نقطہ کی کمی بیشی ہو یا قیامت تک محال ہے اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے۔



تو جو یہ کہے کہ کچھ پارے یا کچھ سورتیں یا کچھ آیتیں بلکہ کوئی حرف کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا۔ یا بدل دیا تو وہ شخص یقیناً کافر ہے کیوں کہ اُس نے اس آیت کا انکار کیا جو اوپر لکھی ہوئی ہے۔ عقیدہ :- قرآن مجید کی کسی سورہ کا مثل نہ کوئی لاسکا نہ قیامت تک لاسکتا ہے۔ یہ قرآن مجید کا چیلنج ہے اور یہ قرآن مجید کے کتاب الہی ہونے کی ایک بڑی ہی عظیم الشان دلیل ہے تو جو شخص یہ کہے کہ کسی سورہ کا مثل لایا گیا یا لایا جاسکتا ہے۔ وہ بھی یقیناً کافر ہے۔ کیوں کہ اس نے قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان عام ہے کہ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّكُمْ سَآءُ قَوْمٍ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَكُنْ تَفْعَلُوْا فَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَتَقُوْا النَّارَ الَّتِيْ وُقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ جِ اَعْدَدْنَا لِّلْكَافِرِيْنَ ۝

عقیدہ :- اگلی کتابیں صرف انبیاء کرام ہی کو زبانی یاد ہوا کرتی تھیں۔ یہ قرآن مجید ہی کا معجزہ ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ اسے یاد کر لیتا ہے۔

عقیدہ :- قرآن مجید کی سات قراتیں سب سے زیادہ مشہور اور متواتر ہیں ان میں کہیں اختلاف نہیں۔ وہ سب حق ہیں۔ اس میں امت کے لیے آسانی یہ ہے کہ جس کے لیے جو قرات آسان ہو وہ پڑھے اور حکم یہ ہے کہ جس ملک میں جو قرات رائج ہو عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے (جیسے ہمارے ملک میں قرات عام بروایت حفص رائج ہے) دوسری قرات نہ پڑھیں کہ لوگ نادانقی سے انکار کریں گے اور وہ معاذ اللہ کفر ہوگا۔

عقیدہ :- قرآن مجید نے اگلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیئے اور قرآن مجید کی بعض آیتوں نے بعض آیتوں کو منسوخ کر دیا۔

”تسخیر“ کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کے لیے ہوتے ہیں مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لیے ہے جب مبعاد پوری ہو جاتی ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے۔ جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا۔ اور حقیقتہً دیکھا جائے تو اس کے وقت کا ختم ہونا بتایا گیا۔ منسوخ کے معنی بعض لوگ باطل ہونا کہتے ہیں یہ بہت ہی سخت اور غلط بات ہے۔ خدا کے سب احکام حق ہیں وہاں باطل کی رسائی کہاں؟



عقیدہ ۴ :- قرآن کی بعض آیتیں محکم ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بعض متشابہہ کہ ان کا پورا مطلب اللہ عزوجل اور اللہ عزوجل کے رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ متشابہہ کے معنی کی تلاش وہی کرتا ہے جس کے دل میں کجی ہو۔ ہم مسلمانوں پر یہ عقیدہ رکھنا فرض ہے کہ جو کچھ اس سے اللہ عزوجل کی مراد ہے۔ وہ حق ہے۔ ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ ہم اس کے برحق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات متشابہہات عمل کرنے کے لیے نہیں نازل کی گئی ہیں بلکہ اس لیے نازل کی گئی ہیں کہ لوگ اس پر ایمان لائیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان کلام کے موزوں اسرار ہیں۔ جو امت سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ لہذا ان آیتوں کے معنی کی تلاش و جستجو نہیں کرنی چاہیے کہ اسی میں ایمان کی سلامتی ہے۔



# تلاوت میں غلطیاں

تلاوت قرآن مجید میں تلاوت کرتے وقت زیر ذرا اور پیشی کو رد و بدل کر دینے اور اس میں بجا احتیالی سے قرآن کے معنی بدل جاتے ہیں اور قصداً ایک کرنے سے گناہ کہیرو، بکہ کہلر تک نومت پینج جاتی ہے۔ ہم یہاں ایسی بیس (۲۰) جگہوں کی نشان دہی کرتے ہیں لہذا ان جگہوں کا خاص طور پر دھیان رکھیں۔

نمبر شمار	مقام	صحیح	غلط	ہدایت
۱	سورہ فاتحہ	اَنْعَمْتَ عَلَيْنَا وَرَبِّكَ	اَنْعَمْتَ عَلَيْنَا وَرَبِّكَ	"ت" کو پیشی نہ پڑے۔
۲	سورہ فاتحہ	اَيَّاكَ نَعْبُدُ	اَيَّاكَ نَعْبُدُ	"ی" پر تشدید نہ زوری ہے
۳	سورہ بقرہ ع ۱۵	وَإِذْ أَنْبَأْنَا إِبْرَاهِيمَ رَجُلًا	إِبْرَاهِيمَ رَجُلًا	"میم" پر پیشی نہ پڑے۔
۴	سورہ بقرہ ع ۲۲	وَأَوْجِبُوا لِحُرَّتِهِمْ	وَأَوْجِبُوا لِحُرَّتِهِمْ	"و" پر زبرد "ت" پر پیشی نہ پڑے۔
۵	آیتہ الکرسی ع ۲۴	اللَّهُ غَالِبٌ عَلَى الْأَمْتِرِ	اللَّهُ	"الف" پر مد نہ پڑے۔



نمبر شمار	مقام	صحیح	غلط	بلاہیت
۶	سورۃ بقرہ ص ۳۶	وَاللّٰهُ يَسْمَعُ رِسَالَاتِ مَبِیْرٍ رَّیْنٍ وَهِنْدِ زَرِیْنٍ	وَاللّٰهُ یَسْمَعُ مَبِیْرٍ رَّیْنٍ وَهِنْدِ رِیْنٍ	ص ۳۶ "پرنز بر نہ ٹرٹھے
۷	سورۃ نسا ص ۲۲	مِنَ الْمُشْرِکِیْنِ وَرَسُوْلٍ وَعَلٰی اَدْمَرَ رَبِّیْ	مِنَ الْمُشْرِکِیْنِ وَرَسُوْلٍ اَدْمَرَ رَبِّیْ	"ش" "دال" "پرنز بر نہ ٹرٹھے
۸	سورۃ توبہ ص ۱۵	وَمَا کُنَّا بِمَعْدِیْنِیْ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنِ	مَعْدِیْنِیْ اِنِّیْ کُنْتُ	"لام" "کوزیر" "گزنہ ٹرٹھے
۹	سورۃ بنی اسرائیل ص ۲۵	وَمَا کُنَّا بِمَعْدِیْنِیْ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنِ	مَعْدِیْنِیْ اِنِّیْ کُنْتُ	"ذال" "پرنز بر نہ ٹرٹھے
۱۰	سورۃ طہ ص ۶	وَعَلٰی اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنِ	اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ	"میم" "پرنز بر نہ ٹرٹھے" "پیشی نہ ٹرٹھے
۱۱	سورۃ الانبیاء ص ۶	وَعَلٰی اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنِ	اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ	"ت" "پرنز بر نہ ٹرٹھے
۱۲	سورۃ الشوریٰ ص ۱۱	وَعَلٰی اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنِ	اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ	"ذال" "پرنز بر نہ ٹرٹھے
۱۳	سورۃ الفاطر ص ۲	وَعَلٰی اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنِ	اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ	"اثر" "پیشی" "اور" "علائق" "کے" "پرنز بر نہ ٹرٹھے
۱۴	سورۃ الصافات ص ۲	وَعَلٰی اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنِ	اَدْمَرَ رَبِّیْ اِنِّیْ کُنْتُ	"ذال" "پرنز بر نہ ٹرٹھے



نمبر شمار	مقام	جمع	فظ	ہدایت
۱۵	سورۃ الفتح ۲۶	لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ الْأَرْضِ الْعَاقِبَةِ	مَنَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ	» انظر «بید بر اور رسول کے نام پر پیش نہ پڑے۔ واو پر زبر سرگز نہ پڑھی
۱۶	سورۃ العنق ۷	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	» ط «پر زبر نہ پڑھی۔ » ن «پر زبر ہوا» پر پیش نہ پڑے۔
۱۷	سورۃ المزمل ۷	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	» ظ «پر زبر نہ پڑھی۔
۱۸	سورۃ المرسلات ۷	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	» ذ «فال» پر زبر نہ پڑھی
۱۹	سورۃ المزمل ۷	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	
۲۰	سورۃ المزمل ۷	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	فِي ظِلِّ الْعَرْشِ الْمُبِينِ	



## قرآن مجید میں وہ جگہیں جہاں حرف کا نہ پڑنا ضروری ہے

پارہ	رکوع	آیت	لکھنے کی صورت	پڑھنے کی صورت
۳	۶	۱	أَنَا	أَنَّ
۳	۸	۲	أَفَايُن مَات	أَفَيْن مَات
۶	۹	۳	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
۹	۳	۴	أَنْ تَبُورَا	أَنْ تَبُورَا
۱۰	۴	۵	مَلَايِهِ	مَلَيْهِ
۱۴	۵	۶	وَلَا أَوْصِنُوا	وَلَوْ صَعُوا
۱۴	۶	۷	إِنْ تَمُودَ كَفَرُوا	إِنْ تَمُودَ كَفَرُوا
۱۴	۱۰	۸	لِيَتَلَوْا عَلَيْهِمْ	لِيَتَلَوْا عَلَيْهِمْ
۱۵	۱۳	۹	لَنْ نَدْعُو مِنْ	لَنْ نَدْعُو مِنْ
۱۵	۱۶	۱۰	لِيَأْتِيَنِي	لِيَأْتِيَنِي
۱۵	۱۷	۱۱	إِنَّا هُوَ اللَّهُ	إِنَّا هُوَ اللَّهُ
۱۹	۱۷	۱۲	أَوْلَادٍ بَعَثْنَا	أَوْلَادٍ بَعَثْنَا
۲۱	۱۸	۱۳	بِاللَّهِ الظُّنُونَا	بِاللَّهِ الظُّنُونَا
۲۲	۵	۱۴	الرُّسُولَا - الرُّسُولَا	الرُّسُولَا - الرُّسُولَا
۲۳	۶	۱۵	لَا إِلَهَ إِلَّا الْجَعِيمُ	لَا إِلَهَ إِلَّا الْجَعِيمُ
۲۶	۵	۱۶	لِيَبْلُغُوا أَعْيُنَكُمْ	لِيَبْلُغُوا أَعْيُنَكُمْ
۲۶	۸	۱۷	وَنَبَلُوا	وَنَبَلُوا
۲۶	۱۳	۱۸	بِسْمِ الرَّسُولِ الْفُورِ	بِسْمِ الرَّسُولِ الْفُورِ







غوثِ صمدانی محبوبِ سبحانی

سید محیی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

# رسالہ غوث الاعظم

مع شرح موسومہ بہ

## جوابہ العشاق

حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز قدس سرہ

ترجمہ:

مولوی احمد حسین خان

ناشر

پروگریسو بکس

۳۰-بی، اردو بازار، لاہور  
فون: ۶۲۵۲۶۹۵



المنبهات على الاستعداد ليوم المعاد  
از شيخ شهاب الملثمة علامہ احمد بن علی ابن ابی بکر العسقلانی رضی اللہ  
عنه  
کا اردو ترجمہ

# نوت کافر

از

خلیل العلام خلیل قبت مصدر نقاہت سراج معرفت منفتحی اعظم  
حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی  
پتیس بیرو العزیز

مع تکملہ از

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی خلفا اکبر

ناشر

پروگریسو بکس  
۴۰ ربی اردو بازار، لاہور



# خاتمہ

ترجمہ  
آداب المریدین

سالکان تصوف کے لیے مشعلِ راہ

حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسین گیسو دراز قدس سرہ العزیز

المتوفی ۱۰۸۲۵ھ، گلبرگ شریف

ترجمہ  
سید حسین علی نظامی

پروفیسر کنوینشن (پبلیشنگ) پرائیویٹ لمیٹڈ، بی۔ پی، اردو بازار، لاہور  
فون: ۳۵۲۶۹۵





۴۶ مری اڈو پلازہ لاہور



7852795

پروگریسو بکس